بعوٹہ

محبوب الاخلاق

ترجمہ اردو

اخلاق محسنی

[illegible]

مترجمہ

راجہ راجیشور راؤ اصغر خلف راجہ اوماپت راؤ مہا بلونت بہادر مستہان دومکنڈہ

مؤلف و مترجم کتب متعددہ

سنہ ۱۹۱۵ء

باہتمام بابو منوہر لال بھارگو سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

اطلاع - اِن مطبعوں میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے تُنّل ہیچ کے جو سادے ہیں اُنپر بعض کتب اخلاق و تصوف اُردو کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت
کتب اخلاق و تصوف اُردو	
اُردو ترجمہ غنیۃ الطالبین عربی قدیم مستند تصنیف غوث الاعظم حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حامل المتن اُردو ترجمہ ہے - خوبی یہ ہے کہ ہر صفحہ میں دو کالم ہیں ایک میں عربی عبارت اسی قدر ہے جسقدر دوسرے کالم میں اُردو ترجمہ ہے جدید الترجمہ اور اسقدر مقبول ہوا کہ اگرچہ ترجمہ کچھ تھوڑا زمانہ ہوا مگر دوسرا ایڈیشن طبع ہوا ہے جسکا کاغذ وغیرہ کل امور ایڈیشن اول سے بمرتبہا عمدہ ہیں	[illegible]
ایضاً کاغذ زرد	[illegible]
ایضاً کاغذ درجہ دوم	[illegible]

نام کتاب	قیمت
سیرت محمدیہ - مطبوعہ نفیس	[illegible]
جامع الاخلاق - ترجمہ	
اخلاق جلالی	[illegible]
باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش	
ذخیرۂ سعادت - ترجمہ	
جامع بلاس کی پستک دو فصل اول و آخر کا ترجمہ تہذیب اخلاق میں - مولفہ لالہ لال جی صاحب	[illegible]
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان	
ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد میں مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی مرحوم	
خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم	



ایک غیر فانی ہستی نے قسم قسم کی خلقت پیدا کر کے عقول البشری کو عجب طرح کی کشمکش مین ڈال دیا ہے۔ اس نے نہ صرف اسی پر اکتفا کی کہ عالم کون و فساد کو تماشا گاہ کی طرح بنا کر کھڑا کر دیا جہان غیر انجام بین اور بے حس مادی اجسام کچھ دیر تک ہاتھ پانوٗن مار کر اور دیکھنے والون کو ہنسا کر رلا کر ہمیشہ کے لیے غائب ہوجائین بلکہ ایک مسلسل خلقت پیدا کر کے اپنی لاتعد و لاتحصی نعمات اور نہ فنا ہونے والی ہستی کا ثبوت دیا ہے۔

اس گوناگون عالم اجسام مین کیسے کیسے تماشے نظر آتے ہین اور کیسے دلچسپ اور کسقدر ہولناک نظارے پیش آتے رہتے ہین۔ جن سے نہ صرف ہمارے قلوب ہی متاثر ہوتے ہین۔ بلکہ ہمارے دل و دماغ پر ایک پائدار کیفیت طاری ہوجاتی ہے اگر ایسا ہی تماشا گاہ عالم مین خلقت کا وجود ہوتا جو بغیر کسی قسم کے احساس و ثبات کے اپنی زندگی پورا کرتی رہتین تو بلا شبہہ نہ ہم اپنی موجودہ حالت مین رہتے

نہ مشکلات اور افکار مین مبتلا ہوتے۔ باقاعدہ اور مہذب طرز زندگی کا نہ کھوج لگتا نہ بے انتہا ذمہ داریون کا بوجھ لاد اجاتا۔ مگر اب اس قسم کی حکایتون کا راگ الا چھیڑنا ہمارے لیے بیکار ہے اور ہم دیکھ رہے ہین کہ طرح طرح کی خلقت مین اُس قادر مطلق نے مساوات کا قاعدہ مرعی نہین رکھا درجہ بدرجہ۔ رفتہ رفتہ ہر ایک حالت مین جس طرح تغیر ہوتا ہے ویسا ہی مخلوق الٰہی مین بھی اعلیٰ و ادنیٰ کی ظاہری طور پر حیثیت قائم رکھی ہے اور فضیلت نے ہر ایک نوع مخلوق کی جداگانہ حالت بنا رکھی ہے اور جب تک کہ ہر ایک نوع وصنف مخلوق اپنی زندگی کے دن پورا کرتی ہے۔ اسی دوران حیات مین ایک بدیہی فرق آپس مین محسوس ہو رہا ہے۔ بیشک یہ امتیازی حالت بہت کچھ غور و فکر کے لائق ہے۔ کیونکہ اس نے نہ صرف طرح طرح کی جداگانہ حیثیتین قائم کی ہین بلکہ عام فرق کے ساتھ ذمہ داریون کا بار گران بھی افضل و اعلیٰ مخلوق پر ڈال دیا ہے اور وہ سوا حضرت انسان کے اور کون ہو سکتے ہین جو مخلوقات الٰہی مین بڑی شان و شوکت کے ساتھ جلوہ افگن ہوئے ہین اور اشرف المخلوقات کہے جانے کے ساتھ ہی ایسی گران بار ذمہ داریون کو اپنے سر پر اُٹھا لیا ہے کہ بسا اوقات طاقت برداشت ہونے مین شک ہوتا رہتا ہے۔

انسان کو ایسی ایسی ظاہری اور باطنی قوتین دی گئی ہین جنھون نے اُنکے محل حیات اور چند روزہ مقام زندگی کو آراستہ و پیراستہ کرکے نہایت دلچسپ بنا دیا ہی عقل و ہوش اور قوت ادراک نے آنکھین کھول دی ہین۔ اور وہ اپنے اپنے مفوضہ امور کی انجام دہی مین مصروف ہونے کے لیے انسان کو مجبور کر رہی ہین۔ جو بات کہ اوّل ہی وہلہ مین طے کرنے کے لیے ہمارے سامنے پیش ہوتی ہے وہ حیات یا زندگانی ہے۔ کیونکہ انسان اپنی بیش بہا قوتون کے ساتھ ایک ایسی زنجیر مین جکڑ دیا گیا ہے کہ بغیر دور اندیشی اور عقل سے کام لیے ہوئے اُسکے مصائب سے رہائی نہین ہو سکتی

اس کا کام یہ ہے کہ مدت معینہ تک زندگی بسر کرے گویا وہ ایک خاص اور محدود مدت کے لیے زنجیر قید مین پھنس گیا ہے مگر حضرت انسان نے بھی اسی چند روزہ حیات کے لیے کیسی سرگرمی اور عام جدوجہد کے لیے اپنے کو تیار کیا ہے۔ زندگی اگرچہ بیب ہے یا وہ بے انتہا صدمات کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے یا وہ اس قابل نہین جو اسے کوئی اختیار کرے تو یہ سب صورتین انسان ہی نے اپنی قوتون کے استعمال سے پیدا کی ہین۔ ہزار کچھ وہ اس کالبد خاکی مین گھبرایا کرے مگر اب تو اسی کی بے انتہا اور ہمیشہ جاری رہنے والی کوششون نے زندگی کے صفحات روشن کر دیے ہین اور دنیا مین بسر کرنے کے لیے ہر قسم کا سامان جسے وہ اپنے رفع حاجات اور خواہشون کے لیے ضروری سمجھتا ہے مہیا کر دیے ہین۔ ہر ایک طرح کی سوسائٹیان قائم ہین جابجا بستیان موجود ہین مختلف اطراف مین ملک آباد ہین اور ہر جگہ معاشرت انسانی کا حیرت مین ڈالنے والا منظر پیش ہے۔ نہ صرف خشکی مین بلکہ غور سے دیکھو تو بحری آبادیان بھی ان جہازون کی بدولت قائم ہین جو مشرق اور مغرب اور شمال وجنوب کی طنابین اپنی تیزی رفتار سے ملاتے رہتے ہین۔ یہ تمام حالات جو عجیب عجیب صورت مین ہمارے سامنے پیش ہین وہ ہماری توجہ کو اپنی جانب کھینچ رہے ہین اور ہم کو مجبور کر رہے ہین کہ ہم غور و فکر سے کام لین اور سوچین کہ آخر اس کا مقصود کیا ہے یہ تو سبھی جانتے ہین کہ گو نوع انسان کا وجود نہین مٹا اور کوئی نہین کہہ سکتا کہ کب مٹے گا مگر فرداً فرداً ہر ایک شخص کی زندگی بہت ہی قلیل ہے۔ نہ وہ زمانہ دراز تک شخصی زندگی کا وجود قائم رکھ سکتا ہے۔ لہذا ہر ایک کے لیے یہ سوال قابل غور ہے کہ اس مختصر سی زندگی کا مقصود کیا ہے کیا جو جو انقلابات روز پیش آتے رہتے ہین کیا جو جو غمناک اور اندوہگین حادثات دل کو توڑتے رہتے ہین بس انھین کے غم مین رہنا اور انھین تفکرات مین جان دے کر زندگی سے نجات پانا مقصود ہے

یا یہ کہ مسرت اور خوشی کی حالت میں جب تک وہ زندہ رہے بسر کرے اور "خاک بر سر کن غم ایام را"، کے مقولہ پر عمل کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مقدم الذکر حالت مین زندگی بسر ہو یعنی دلشکن واقعات پیش آتے رہین اور اسی کے دائرہ غم مین آدمی پھنسا رہے تو ایسی زندگی بسر ہو ہی نہین سکتی اور چند دنون کے بعد دنیا پاگلون کی بستی کہلائی جائے۔ نہ ایسا مقصود ہے اور نہ موخر الذکر صورت ہی قائم ہو سکتی ہے کیونکہ یہ صورت ان ذمہ داریون کے منافی ہے جو انسانی گروہ پر عائد ہین۔ اپنی قوت لایموت مہیا کرنے کے واسطے ہر ایک شخص کو محنت و سعی کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے خاندان اور گھر بار کی فکر معیشت اسی کے سر ہے۔ لہذا نہ غم و فکر کی ایک ہی حالت رہ سکتی ہے۔ نہ خوشی و مسرت کی۔ بلکہ ہر ایک باہم کچھ عرصہ کے لیے تبادلہ کرتی رہتی ہین اور ایک کی جگہ دوسری حالت لیتی رہتی ہے مگر اسے فراموش نہ کرنا چاہیے کہ رنج و مسرت آمیز زندگی بسر کرنے کیلیے صرف نیکوکاری کی ضرورت ہے اور یقین کرنا چاہیے کہ زندگی صرف نیکوکاری کا نام ہے۔ جو اس اصول کو سمجھ گیا ہے اور اپنی زندگی اسی پابندی کے ساتھ بسر کرتا ہے وہ بیشک زندگی مین ہر قسم کے پیش آنے والے مصائب اور مسرت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے" اور یہ نیکی کی زندگی کیونکر بسر ہو سکتی ہے۔ فلسفۂ اخلاق کے ماہر ہونے سے عادات و اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے اور زشت و معیوب افعال کے پرہیز کرنے سے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سوسائٹی ایسے افراد پر مشتمل ہے یا قوم کے کل اشخاص حسن اخلاق مین مشہور ہین تو زندگی کے برکات اور فیوض ربانی کے مستحق بھی وہی ہین یا سنے بلاشک مقصود زندگی سمجھ لیا ہے اور وہ اپنے افعال و حرکات نیکی کے سانچہ مین ڈھال کر ہر ایک قسم کی خوبیون اور فوائد معیشت سے تمتع اٹھا رہی ہے اور جو سوسائٹی اس سے بے بہرہ ہے وہ معاشرت کے اصول سے بے خبر ہے اور عام تباہی

مین مبتلا ہے کیونکہ تمدنی اور معاشرتی شیرازہ محض حسن اخلاق سے پیوستہ ہے۔ اسکے بغیر تمدنی شیرازہ بکھر جانے سے محفوظ نہین رہ سکتا۔

اس روشن اور مہذب زمانہ مین جبکہ تعلیم و تربیت عام ہو رہی ہے اور جہالت کے دل بادل آسمان ہند سے چھنٹتے جاتے ہین تو یہ دیکھنا خالی از دلچسپی نہوگا کہ فلسفہ اخلاق کی اہمیت کہان تک پبلک کے ذہن نشین ہے۔ عام طور پر تو ہر ایک سنجیدہ مزاج شخص اور سمجھدار آدمی حسن اخلاق کی ضرورت روزمرہ کے امور مین پاتا ہی ہوگا مگر مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ فلسفہ اخلاق کی اہمیت کا اندازہ کسی نے بھی نہین کیا نہ کسی نے سنجیدگی کے ساتھ اسپر غور کیا ہے کہ فلسفہ اخلاق کی ضرورت اور اصول سب سے بڑھکر قابل تعلیم ہین۔ یہ ملک و قوم کی حقیقت مین بدقسمتی ہے کہ وہ اسے ایک معمولی چیز تصور کرتی ہے۔ اس موقع پر مین چاہتا ہون کہ فلسفہ عملی کی نسبت تفصیل سے بحث کر کے ناظرین کو اس کی اہمیت دکھا دون۔

فلسفہ یا حکمت کے صرف یہی معنی نہین ہین کہ رصدگاہ مین بیٹھے ہوئے ستارون کی حرکت کا اندازہ کرین۔ برقی قوت کو مطیع کرین طبعیات کے مسائل سلجھایا کرین اور الٰہیات کے دقیق اور نازک سوالات کا جواب دیا کرین بلکہ فلسفہ کا ایک حصہ یعنی "نظری" مذکورہ مطالب پر حاوی ہے اور اس کا دوسرا حصہ یعنی فلسفہ عملی انسان کی معیشت کے مدارج اور اسکی اصلاح و تنظیم پر مشتمل ہے جس کا بیان کرنا اسوقت مدنظر ہے۔

فلسفہ عملی سے وہ مسائل مراد ہین جنسے انسان فرداً فرداً اپنے اخلاق و عادات کو درست کرے گھربار کے تعلقات۔ انتظام خانہ داری مین اس سے مدد لے اور اطمینان سے تا حیات زندگی بسر کرے اور ملک و قوم یعنی مجموعی افراد پر اغیار کے جور و ظلم اور دست اندازی کا باحسن وجوہ دفعیہ کرے۔ پس اس لحاظ سے فلسفہ عملی کی تین قسمین ہوئین "سیاست مدن۔ تہذیب الاخلاق۔ تدبیر منزل"۔ اب ان تینون صورتون

کا بیان ذیل میں ہم کرتے ہیں۔

سیاست مدن | جسے پالیٹکس بھی کہتے ہیں۔ غور سے دیکھو تو مطامع انسانی کی بدولت ہمیشہ کشت و خون ہوتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے ملک اور ملک کی وجہ سے قوم اور قوم کی وجہ سے ہر ہر فرد ایک مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔ بجائے خود سیاست انسانی زندگی کا فیصلہ کن مسئلہ ہے جس سے کرۂ ارض کا کوئی برّاعظم محفوظ نہیں کہا جا سکتا ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس کا کتنا تعلق سیاست سے ہے۔

تدبیر منزل | اب فلسفۂ عملی کی دوسری شاخ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ تدبیر منزل کا تعلق ہمارے ساتھ مثل جسم اور دست و پا کے ہے۔ کیونکہ اب ہم میں کا بیشتر کیا کل حصہ خانہ بدوشی کو چھوڑ کر قصبوں اور شہروں کو آباد کر چکا ہے۔ اہل و عیال کی معیت اور آرام طلبی کے لیے مکانات اور محلات بنائے گئے ہیں اور جس قدر ایک مقام پر سکونت اختیار کی جاتی ہے اسی قدر تعلقات خانہ داری بڑھتے جاتے ہیں۔

زن و شوہر کے تعلقات۔ والدین کے فرائض۔ خانہ داری کا انتظام۔ بچوں کی نگہداشت مراسم شادی و غمی۔ خدام سے برتاؤ وغیرہ وغیرہ ایسی ضروری باتیں ہیں جن میں ہر ایک شخص اعلیٰ و ادنیٰ گرفتار ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو اپنی خوش قسمتی سے تدبیر منزل کے باب میں مطمئن ہیں ورنہ ایسے بھی لوگ ہیں جو شخص اس بد انتظامی کی وجہ سے موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ کہیں میاں بیوی میں کٹا چھنی ہو رہی ہے۔ کہیں بچے آوارہ پھر رہے ہیں۔ کہیں والدین سے ایک منٹ نہیں پٹتی یہ ایسی ناگوار باتیں ہیں جن سے خلاصی پانے کی آرزو ہر شخص رکھتا ہے مگر تدبیر منزل کے فلسفہ کو وہ بالکل نہیں جانتا۔

تہذیب الاخلاق | یہ فلسفہ عملی کا تیسرا حصہ ہے جس کا تعلق ہر ایک فرد سے ہے۔ لفظ انسان کی تخلیق میں خلق کے معنی پنہاں ہیں کیونکہ یہ لفظ اُنس سے بنا ہے جس کا لازمہ خلق ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ مجسم خلق ہو جائے۔ کج خلقی۔ اور برے عادات

جس شخص مین موجود ہون گے وہ زمرۂ انسانیت سے بالکل خارج ہے۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے۔ ملتے جلتے غرضکہ انسان کی روزمرہ ہر ایک حالت کو دیکھو کہ اسمین اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہتر سے بہتر اخلاق سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

انسان پہاڑ کھانے کے لیے نہین ہے بلکہ وہ ایک ایسے رشتہ مین منتظم ہے کہ مجموعی حیثیت سے دیکھو تو صرف لفظ انسان کہکر ہم ہر ایک فرد مراد لے سکتے ہین۔ جس طرح کہ موتی کی لڑیان ہوتی ہین۔ اسی نکتہ پر غور کرنے سے تہذیب الاخلاق کی ضرورت کا ادراک ہم کرسکتے ہین۔ دعوت اتحاد کی ہمین کیا ضرورت ہے اگر تہذیب الاخلاق کے فلسفہ کو ہم سمجھے ہوے ہین۔ نفاق وخودغرضی کا ذکر ہی کیا اگر ہم بااخلاق ہین۔ اگر اس کا عکس ہے تو بیشک ہم کو تہذیب الاخلاق سے کچھ مس ہی نہین بلکہ اس کا ہم کچھ ادراک ہی نہین کرتے جس کی وجہ سے قعر مذلت اور گمنامی کی طرف آپ ہی آپ بڑھے چلے جاتے ہین۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کی بنیاد اخلاق وعادات کی درستی پر ہے۔ ورنہ جس طرح کہ ایک عالیشان محل کی بنیاد ریت پر ہو اسی طرح کج خلقی اور بد اطواری کی زندگی ہے جو نہایت ہی حقیر اور بے وقعت سمجھے جانیکے قابل ہے۔

فلسفۂ اخلاق کا معلم اول۔ یونان کا مشہور فلاسفر سقراط کہتا ہے۔ "لوگ فلسفۂ اخلاق کی ضرورت سے ناواقف ہین ورنہ وہ سمجھتے کہ زندگی نکوکاری کا دوسرا نام ہے" بیشک آج بھی یہی حالت ہے جو ہزارون برس پہلے کی سقراط بیان کرگیا ہے۔

مین سمجھتا ہون کہ اپنے خیالات کو مین تفصیل سے بیان کرچکا ہون اور اسقدر لکھنے کے بعد اسکی ضرورت نہین کہ اس مسئلہ پر زیادہ قلم فرسائی کی جائے۔

مجھے عرصہ سے خیال تھا کہ اس باب مین کسی مفید اور دلچسپ کتاب کا ترجمہ کرون۔ اخلاق وعادات کے بیان مین بیشتر کتب تالیف ہوئے ہین اور اکثر فارسی مین ہین

علامہ دوانی و محقق طوسی کی کتابین زیادہ وقیع اور مشہور ہین ۔ مشہور ایشیائی فلاسفر شیخ سعدی کی مقبول عام اور دلچسپ کتاب گلستان اس راہ مین چراغ ہدایت ہے اندنون ایک مشہور کتاب اخلاق محسنی میرے مطالعہ مین آئی ۔ اسکے دیکھنے کے بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ اردو زبان مین اسکا ترجمہ کردینا ملک و قوم کے لیے نہایت مفید ہے ناظرین مطالعہ کرینگے تو ان کو معلوم ہوگا کہ ملا حسین واعظ نے جو دلچسپی انوار سہیلی مین قائم رکھی ہے وہی اسمین بھی ہے کیونکہ بہرحال وہ ایک واعظ تھے اور اپنے بیانات کو ہر پہلو سے دلچسپ اور قابل مطالعہ بنانے کی اُنکو فکر تھی ۔

اگرچہ اُنھون نے اس کتاب مین بادشاہون کے اخلاق سے بحث کی ہے مگر ہر ایک مسائل ایسے ہین جو خاص و عام سے تعلق رکھتے ہین اور ہر سہ مسائل فلسفہ عملی یعنی تہذیب الاخلاق ۔ سیاست مدن ۔ تدبیر منزل ۔ اسمین آگئے ہین جنکا مطالعہ نہایت سودمند ہے

ہمارے فرخندہ بنیاد سلطنت آصفیہ کے محبوب تاجدار اور شہزادہ کامگار نیز دستور معظم مین مصنف کے بیان کردہ اصول بوجہ اتم پائے جاتے ہین خصوص ہمارے محبوب خلائق شاہ دکن تو خیر مجسم ہین کیا عجب کہ انھین برکات کے اثر سے پبلک اس کتاب سے فائدہ اُٹھائے جو میرا مقصود ہے ۔

یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ اس کتاب کا نام حضرت بندگان عالی عالم عالمیان حضور پرنور سلطان دکن میر محبوب علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے اسم گرامی پر مشتمل ہے جو نہ صرف بطور یادگار ہے بلکہ ان جذبات اور خیالات وفاداری و اخلاصمندی پر دال ہے جو مجھسے جان نثاران قدیم کے قلوب مین موجزن ہین ۔ آخر مین اپنی کم لیاقتی اور عدم قابلیت کا اعتراف کرکے ناظرین سے مستدعی ہون کہ جو عیوب طرز بیان اور ترجمہ مین نظر آئین اُنسے چشمپوشی کرین ۔ فقط

بندہ راجیسور راؤ ۔ مورخہ ۲۰ صفر المظفر سنہ ۱۳۲۵ھ

دیباچہ از مصنّف

شہنشاہ علی الاطلاق عزّت[۱] کلمتہٗ وجلّت عظمتہٗ[۲] نے سلطان المرسلین حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے فرمان دولت کو وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ[۳] سے مزین کیا ہے کیونکہ حسن اخلاق انوار حکمت الٰہی کا ایک نور اور اسرار عزت شاہی کا ایک راز ہے جس سے چشم بصیرت منور ہوتی ہے اور معرفت حسن صفات کا پتہ چلتا ہے اس عظیم المرتبہ حدیث بُعِثتُ لِاُتَمِّمَ[۴] مکارم الاخلاق سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ بعثت سرور عالم کا فائدہ محاسن اوصاف اور مکارم اخلاق کی تکمیل ہے۔ آنحضرت کے زبان معجز بیان سے جو تخلّقوا باخلاق[۵] اللہ کا فقرہ نکلا تو وہ اسلیے کہ بلند ہمت قوم یقین کرے کہ اس تخلق کا وجود، اور ایسے بلند مرتبہ پر پہونچنا امر لازم اور فرض ضروری ہے۔

میزان قیامت مین پہلی چیز جو تولی جائے گی وہ یہی اخلاق حسنہ ہین۔ بعد ازان اعمال حسنہ کی باری آئیگی اور حدیث مین آیا ہے کہ اخلاق حسنہ سے متصف شخص کا وہی درجہ ہے جو قائم اللّیل[۶] وصائم الدہر کا ہے حکما بیان کرتے ہین کہ تہذیب اخلاق ایک ایسی روشن راہ ہے جس پر چلنے کے بغیر شرف سروری حاصل نہین ہوسکتا۔ نہ حیوانیت کے درجہ سے دائرۂ انسانیت مین داخلہ ہوسکتا ہے۔ مثنوی

ہر کہ در و سیرت نیکو بود نیکی مردم نہ نکورو ئیست	آدمی از آدمیان او بود خوے نکو مایۂ نیکوئیست

۱ غالب ہے اُس کا کلمہ اور بڑی ہے ۲ اُسکی عظمت ۳ اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے ۴ مین اسلیے بھیجا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کرون ۵ عادت ڈالو اخلاق خدا کی ۶ جاگنے والے رات بھر کے اور روزہ رکھنے والے ہمیشہ کے۔

ہر ایک شخص کے لیے اخلاق ستودہ اور اوصاف پسندیدہ وجہ زیبائش و تحسین ہین ۔خصوص اس جماعت کے لیے جن کے قبضۂ اختیار مین بحکم وربک یخلق ما یشاء ویختار زمام اقتدار دی گئی ہے اور بمنشاے فرمان توتی الملک من تشاء جہانداری اور حکومت سے سرفراز کیے گیے ہین ۔

خوبی اخلاق کان دنیا و دین را زیور است
یا فقیری خوش بود یا پادشاہے خوشتر است

الحمد للہ کہ حضرت پادشاہ ظل اللہ سلطان حسین والی مرو خلد اللہ تعالی ظلال خلافتہ اور شہزادگان والاتبار اور فرزندان کامگار اخلاق سنیہ اور اوصاف رضیہ سے بہرہ مند ہین ۔

ہر یکے در مکارم اخلاق — شدہ چون آفتاب عالمگیر

خصوصاً شہزادۂ عالیشان شاہ ابو المحسن کے عدل و انصاف کا شہرہ چار دانگ عالم مین پہونچ گیا ہے ع

بہر طرف کہ نہی گوش مدح او شنوی

فقیر حقیر حسین کاشفی المشہور بہ حسین واعظ بھی قصد ملازمت شاہی کر کے سعادت باریابی سے بہرہ اندوز ہوا اور بطریق دولت خواہی و دعا گوئی اخلاق و اوصاف کے بیان مین یہ رسالہ موسوم بہ اخلاق محسنی لکھنے کی جرأت کی تاکہ اولاد سلاطین کیلیے دستور العمل کا کام دے ۔ والتوفیق من الملک المعبود ۔

شروع کتاب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی اسکو باہمی میل جول اور الفت و محبت کے بغیر چارہ نہین ۔ اور طبائع و امزجہ کا رنگ

سلہ اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے سلہ جسکو چاہتا ہے ترا ملک دیتا ہے سلہ اور توفیق پادشاہ معبود کی طرف سے ہے ۱۲

ہر ایک کا مختلف ہے اور ہر مزاج و طبیعت جداگانہ مقتضی ہے پس زندگی بسر کرنے کے لیے انکو ایک قانون کی ضرورت ہے تاکہ کوئی شخص کسی پر ظلم و جور نہ کرنے پائے اور وہ قانون شریعت ہے جس کی تعیین وحی الٰہی پر مبنی ہے اور اس کے واضع کو پیغمبر کہتے ہین اب کہ قانون ایجاد ہوا تو ایسے شخص کی ضرورت لاحق ہوئی جو اپنی قدرت و شوکت سے اس قانون کی حفاظت کرے اور کسی کو قانونی حدود سے متجاوز نہ ہونے دے۔ ایسے شخص کو بادشاہ کہتے ہین پس درجہ شاہی بھی ایک طرح کی نبوت ہے کیونکہ نبی واضع قانون ہے اور بادشاہ اسکا حامی و حافظ۔ اسی جگہ کے لیے کہا گیا ہے۔ الملک والدین توامان[1]

نزد خسرو شاہی و پیغمبری	چون دو نگینند و یک انگشتری
گفتہ آنہاست کہ ہمزادہ اند	کاین دو یک اصل و نسب زادہ اند

لھذا حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور پیغمبر کی فرمان پذیری کے بعد سلاطین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[2] پس بادشاہ کو صاحب شریعت کے اخلاق سے متصف ہونا چاہیے تاکہ حدود و قوانین کی حفاظت بشرائط کر سکے۔ دوسرے یہ کہ اُسے غور کرنا چاہیے کہ جب خداے لایزال نے اُس کو اپنے بندون پر حاکم بنایا ہے اور امر و نہی کا اختیار اُسے عنایت فرمایا ہے تو ضرور اخلاق حسنہ اختیار کرنا چاہیے۔ بادشاہ کو چالیس صفات کا لحاظ رکھنا چاہیے بعض ایسے ہین جو اس کے اور خدا کے درمیان کارآمد ہین اور بعض خلق خدا سے تعلق رکھتے ہین۔ اور انھین چالیس ابواب مین درج کیا ہے۔ عبارت فارسی ہے مگر منشیانہ تکلفات سے خالی ہے۔ ہر ایک باب مین موقع موقع پر حکایتین بھی داخل

[1] بادشاہی اور مذہب دو توام بچے ہین۔

[2] اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور اپنے حکام کی۔

کی گئی ہین ۔ ومن اللہ الاعانۃ والتوفیق

پہلا باب عبادت کے بیان مین

اور وہ حق سبحانہ تعالی کی پرستش ہے یعنی فرائض و واجبات کو ادا کرنا۔ برائیون اور حرام کامون کو ترک کرنا امر و نواہی کے مطابق چلنا اور احکام حضرت رسالت پناہی کی پیروی کرنا ہے ۔ یہ بات ثابت ہے کہ خدا کی عبادت دنیا مین سلامتی کا باعث اور عقبیٰ مین نجات و کرامت کا وسیلہ ہے ۔ ۵

سرمایۂ سعادت دنیا عبادت ست	پیرایۂ کرامت عقبیٰ عبادت ست

پس بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے صفحۂ احوال کو نقوش عبادت سے آراستہ کرے تاکہ خداوند تعالی دنیا اور آخرت کے لائق جو چیز ہو اس کو دے اور اسکی فرمانبرداری اپنے احکام کی تعمیل کی طرح لازم جانے ۔ دن کے وقت خلائق کے کام مین اور راتون کو اپنے کام مین مشغول ہونا چاہیے ۔

حکایت ہے کہ حضرت مرتضیٰ علیؓ زمانۂ خلافت مین دن کو مہمات خلائق کی درستی اور راتون کو عبادت خالق مین مشغول رہتے تھے ۔ لوگون نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس قدر محنت و مشقت آپ اپنے اوپر کیون برداشت کرتے ہین ۔ نہ دن کو آسائش ہے نہ رات کو آرام ۔ فرمایا اگر دن کو آرام کرون تو رعیت ضائع ہوتی ہے اور اگر رات کو آرام کرون تو کل بروز قیامت مین ضایع ہوتا ہون ۔ اس لیے دن کو لوگون کا کام انجام دیتا ہون اور رات کو کار حق مین مشغول رہتا ہون ۔

ہرات کے ایک بادشاہ نے شاہ سبحان قدس سرہٗ سے التماس کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے ۔ شاہ موصوف نے فرمایا اگر نجات دنیا اور درجات آخرت کی خواہش ہے

ك ۵ خدا ہی سے اعانت و توفیق ہوتی ہے ۔

تو راتون کو درگاہ الٰہی مین داد گدائی دے اور دن کو دربار مین انصاف کیا کرے قطعہ

چون بندگان حق ہمہ فرمان بر تواند ہر پادشہ کہ خدمت حق را کمر ببست		تو نیز بندگی کن و فرمان حق ببر بندند خلق ہم زپئے خدمتش کمر

اور چونکہ رعایا کی خصلت بادشاہ کی عادت کے تابع ہے جیسا کہ مشہور ہے الناس علیٰ دین ملوکھم[له] پس اگر بادشاہ طاعت الٰہی اور عبادت کی طرف متوجہ ہو تو رعیت بھی اس جانب مائل اور راغب ہو گی اور رعایا کی عبادت کے برکات بادشاہ کو بھی پہونچتے ہین۔

دوسرا باب اخلاص کے بیان مین

اور وہ ریا۔ غرض اور تمام علتون سے عمل کا پاک کرنا اور خداے عزوجل کے ساتھ نیت کا درست کرنا ہے۔

ہر کہ با خلاص قدم میزند		عیسی وقت ست کہ دم میزند	

پس چاہیے کہ جس کام کی طرف متوجہ ہو اُس کی نیت طلب خوشنودی حق سبحانہ تعالیٰ کی ہو۔ اور اس مین اپنے نفس کو دخل نہ دے کیونکہ اغراض نفسانی اعمال حقانی کو تباہ کر دیتے ہین۔

حکایت ہے کہ خراسان کے ایک خلیفہ نے کسی مجرم کو سیاست گاہ مین تازیانہ مارنے کا حکم دیا وہ شخص تازیانہ کھاتے ہوئے خلیفہ کو دشنام دینے لگا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کو آزاد کر دیا جائے بارگاہ خلافت کے ایک خواص نے دریافت کیا کہ اس شوخ چشم بیحیا کو زیادہ سزا دینے کے بجائے آزاد کرنے کی کیا وجہ تھی۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ مین اس کو خدا کے لیے سزا دیتا تھا۔ جب اُسنے مجھے

له آدمی اپنے بادشاہ کی راہ پر ہین۔

گالیان دین تو میرا نفس متغیر اور متاثر ہوا اور بدلہ لینے کی خواہش ہوئی مگر نہ چاہا کہ حق سبحانہ تعالی کے کام مین نفس کو دخل دون ۔کیونکہ یہ صورت شیوہ اخلاص سے دور ہے اور صاحب عمل غرض آمیز فضیلت ثواب سے محروم رہتا ہے نظم

از نخنش آتش من تیز شد	کار الہی غرض آمیز شد
داعیۂ نفس چو بنمود در بر	معنی اخلاص نماند اندر د
کار کز اخلاص نشد بہرہ ور	ترک چنان کار سزاوار تر

تیسرا باب دعا کے بیان مین

اور وہ درگاہ الٰہی مین عرض نیاز اور فیض وفضل نا متناہی سے درخواست مرادات ہے جس صاحب دولت کو کلید دعا ہدست ہوتی ہے تو حضور حسب وعدہ اُدعُونِی اَستَجِب لَکُم ۔ اُس کی دعا قبول ہوتی ہے ۔خواہ وہ دعا حصول منفعت کے لیے ہو خواہ دفع مضرت کے لیے ۔ اور بادشاہون کو بجزان دو قسمون کے کوئی چارہ نہین ۔ ایک حصول منافع ۔کیونکہ وہ ناظم ملک اور ناظر سلطنت ہین اس لیے حضرت غنی کارساز سے بعجز والحاح درخواست کرنی ضرور ہے تاکہ فراغت سے تخت سلطنت پر تمکن ہو سکے ۔ ۵

بر مسند ناز کے نشیند بمُراد	آن کس کہ رہ نیاز بر دل نگشاد

دوسرا دفع مضرات ومکارہ کہ وہ غلبہ اور ہجوم غنیم وبلیات وامراض وغیرہ ہے اور یہ سب بجز عجز ودعا کے دفع نہین ہو سکتے ۔چنانچہ حضرت مولوی رومی قدس سرہٗ فرماتے ہین ۔نظم

اینکہ خواہی کز بلا جان واخری	جان خود را در تضرع آوری

۵ دعا مانگو مجھسے قبول کرونگا مین ۱۲-

باتضرع باش تا شاد ان شوی	گریہ کن تا بلے دہان خندان شوی
کین تضرع را بر حق قدر ہاست	وان بہا کا نجاست اری را کجاست
ای خوشا چشمے کہ آن گریان اوست	دی ہمایون دل کہ آن بریان اوست
آخر ہر گریہ آخر خندہ ایست	مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

کہا گیا ہے کہ بادشاہ عادل کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور جس تیر دعا کو سلطان عادل کمان امکان مین رکھکر شست درست اخلاص سے چلاتا ہے بیشک ہدف اجابت پر جا لگتا ہے۔

حکایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی اسلامی شہر مین شبانہ روز موسلا دھار پانی برستا رہا جس کی وجہ سے لوگ بالکل تنگ آ گئے اور آمد و رفت موقوف ہو گئی۔ مکانات منہدم ہونے لگے۔ ہر کہ و مہ کے دل پر پریشانی چھا گئی۔ نجومیون نے کہا کہ نظرات فلکی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کثرت بارش سے برباد ہو گا تمام لوگ جان و مال سے برداشتہ خاطر ہو گئے اور چارون طرف کہرام مچ گیا۔ آخر کار رعایا نے بادشاہ سے دعا کی التجا کی چونکہ عادل اور نیک سیرت تھا۔ اہل شہر کو تسلی دیکر آپ خلوت مین گیا اور سربسجود ہو کے بارگاہ الٰہی مین دعا مانگی کہ اے خدا ے توانا و بزرگ تمام لوگ شہر کے تباہ ہو جانے پر یک زبان ہین تو قادر مطلق ہے۔ ان کے خیال کو باطل کر اور اس کے برخلاف اپنی قدرت کاملہ ظاہر کر۔ فی الفور پانی کا برسنا موقوف ہو گیا اور آفتاب نمودار ہوا پس یہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اگر بادشاہ پاک اعتقاد کے ساتھ رعایا کی بھلائی کا خواہان ہے تو جو دعا وہ اپنے لیے یا رعایا کے لیے کرے گا ضرور شرف قبولیت حاصل کریگی قطعہ

بادشاہے کہ شاد از رہ لطف	بہ سرت افسر شہنشاہی
ہر چہ می خواہی از و خواہ کہ او	دہدت ہر چہ از و می خواہی

چوتھا باب شکر کے بیان مین

اور وہ خاص منعم حقیقی کی اس کے انعام پر سپاس وستایش ہے اور چونکہ سلطنت کی نعمت تمام نعمتون سے برتر ہے لہذا بادشاہ کو چاہیے کہ اس نعمت کی شکر گذاری اور سپاس داری مین مشغول رہے اور شکر بھی دل۔ زبان۔ اعضا سے ہو۔ دل سے شکر گذار ہونا یہ ہے کہ منعم حقیقی کو پہچانے اور جانے کہ جو نعمتین اُسے حاصل ہین اسی کی فیض بے غایت اور لطف بے نہایت سے ہین۔ اور زبان سے شکر گذار ہونا یہ ہے کہ ہمیشہ یاد حق مین مشغول رہے اور کلمہ الحمد للہ بہت کہے۔ گویا اس کلمہ کا کہنا شکر نعمت کرنا ہے۔ اعضا کی شکر گذاری یہ ہے کہ اس نعمت کی قوت منعم حقیقی کی طاعت مین صرف ہو اور ہر ایک عضو کو اس کی مفوضہ عبادت مین مشغول رکھے۔

مثلاً آنکھ کی عبادت یہ ہے کہ مخلوقات پر عبرت سے نظر کرے اور علما صلحا کو عزت کی نظر سے دیکھے ضعیف اور زیردستون پر شفقت کی نگاہ رکھے۔ کان کی عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام۔ احادیث نبوی۔ حکایات اکابر دین نصائح مشائخ اہل الیقین سنے۔ ہاتھ کی عبادت فقرا اور محتاجون پر احسان کرنا ہے۔ پیر کی عبادت مسجدون۔ عبادت گاہون۔ مزارات اولیا پر جانا اور درویشون گوشہ نشینون کی پرسش اور زیارت علما کا کرنا ہے۔ چونکہ حسب فرمان لئن شکرتم لازیدنکم[۱] شکر گذاری زیادتی نعمت کا سبب ہے حق سبحانہ تعالیٰ اسکے ملک و مال و مرتبہ و بزرگی کو زیادہ کرتا ہے۔

شکر سو شہر سعادت برد		ہر کہ کند شکر زیادت برد	

[۱] اگر تم شکر کرو گے تو ضرور مین تمکو زیادہ دون گا ۔

حکایت ہے کہ سلطان سنجر ماضی انار اللہ برہانہ کا گذر ایک گانون مین ہوا۔ راہ مین ایک فقیر کھڑا تھا اُس نے سلام کیا۔ بادشاہ کچھ پڑھ رہا تھا جواب مین فقط سر ہلا دیا اور زبان سے کچھ جواب نہ دیا۔ درویش نے کہا کہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض۔ مین نے اداے سنت کی تو نے فرض کیون ترک کیا بادشاہ نے ازروے انصاف وصلابت اسلام معذرت چاہی اور فرمایا کہ اے درویش مین شکرگذاری مین مشغول تھا۔ اس لیے سلام کا جواب نہ دے سکا۔ درویش نے پوچھا کس کی شکرگذاری۔ جواب دیا خداوند تعالیٰ کی جو منعم حقیقی ہے تمام نعمتین اسی کی دی ہوئی ہین اور تمام عطایا اسی کے بخشے ہوے ہین۔ درویش نے پوچھا کہ کس طرح شکر ادا کر رہا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ کلمۂ الحمد للہ پڑھتا تھا۔ کیونکہ اس مین جملہ نعمتون کا شکر داخل ہے۔ درویش نے کہا کہ اے بادشاہ تجھے طریق سپاسداری معلوم نہین اور وظیفہ شکرگذاری نہین بجالاتا بقدر فیضان نعمت الٰہی اور حسب بخشش نامتناہی تجھے شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ تجھے دولت وشوکت حاصل ہے اور شکر فقط اس سے نہین ادا ہوتا کہ ایک دم کے لیے فقط الحمد للہ زبان سے کہدے بادشاہون کا شکر جو درگاہ رب العزت مین درجۂ اجابت حاصل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ حاصل ہو اس کے حسب مناسب ادا کرے۔ سلطان نے فرمایا کہ مجھے اس طریقۂ شکر سے آگاہ کر۔ درویش نے بیان کیا کہ سلطنت کا شکر رعایا سے انصاف واحسان کرنا ہے اور وسعت ملک کا شکر یہ ہے کہ املاک رعایا پر طمع نہ کرے۔ فرمانروائی کا شکر فرمانبردارون کے حق خدمت کا شناخت کرنا ہے بلند اقبالی کا شکر یہ ہے کہ محتاجون اور مسکینون پر رحم کرے اور معموری خزانہ کا شکر خیرات ومبرات ہے۔ قوت وقدرت کا شکر عاجزون اور ضعیفون پر رحم کرنا ہے شکر صحت ستم رسیدہ بیمارون کو دوا سے عدل سے شفا دینا ہے۔ بلند مکانات

اور عالیشان باغات کا شکر یہ ہے کہ رعایا کے مکانات اور مقامات میں اپنے خدم وحشم کو نہ اترنے دے۔ شکر گذاری کا حاصل کلام یہ ہے کہ خوشی اور غصہ کے وقت انصاف اور حق کا خیال رکھے اور مخلوق کی آسایش کو اپنے آسایش پر مقدم جانے۔ ؎

نیاساید اندر دیار تو کس	چو آسایش خویش خواہی و بس

سلطان جب درویش کے نصایح گوش دل سے سن چکا تو گھوڑے سے اتر کر اس کی ملاقات کرنا چاہی مگر جب بار دیگر دیکھا تو درویش کا کہیں پتا نہ تھا کسی نے اسکا پتہ دیا بادشاہ نے ان نصایح کو سونے کے حروف میں لکھوا کر دائم العمر اپنا دستور العمل بنایا۔ ؎

پند حکیم صیقل آئینہ دل ست	مقصود ہر دو عالم ازان پند حاصل ست

پانچوان باب صبر کے بیان میں

اور وہ رنج ومصیبت میں صبر کرنا ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے بندون کو پہونچتا ہے۔ صبر نہایت معقول اور پسندیدہ صفت ہے۔ صبر کی تعریف میں یہ کافی ہے کہ بحسب مضمون اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن[1] امداد الٰہی دنیا میں صابرون کے ساتھ ہوتی ہے اور حسب مخواے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَاب[2] اس کا معاوضہ آخرت میں زیادہ ملتا ہے۔

اخبار میں آیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد تکلیف کرکے میرے اخلاق کو اپنا لباس بنا اور

[1] بے شک خدا صبر کرنے والون کے ساتھ ہے۔

[2] پورا ہی پائینگے صبر کرنے والے اپنا اجر۔

منجملہ میرے صفات کے ایک یہ ہے کہ میں صابر ہوں ؎

صبر بہتر مرد را از ہر چہ ہست	تا بیابد بر مراد خویش دست

جو شخص کہ حوادث کے وقت صبر اختیار کرتا ہے اُس کی امید نہایت جلد پوری ہوتی ہے۔ اس لیے کہ صبر خوشی کی کنجی ہے اور بغیر اس کنجی کے خانۂ راحت کا دروازہ نہیں کھلتا۔ قطعہ

کلید در گنج مقصود صبر ست	در بستہ آن کس کہ بگشود صبر ست
چہ خارے کہ وہ صد دیبای گردون	لباسے کہ ہرگز نفرسود صبر ست

حکایت ہے کہ افراسیاب شاہ ترکستان نے اپنے امیروں سے کہا تھا کہ جبتک لوگوں کو صبر و شکیبائی میں نہ آزمالو اُنکی شکل و شمائل اور شان و شوکت پر فریفتہ نہ ہو اور اُنکی لاف و گزاف سے دھوکا نہ کھاؤ اور جب تک کہ وہ صبر و شکیبائی میں کامل نہ نکلیں اُن کا اعتبار نہ کرو ؎

نہ بدعوی ست قدر و قیمت مرد	قیمت مرد صبر داند کرد

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے روبرو کوئی امیر کھڑا تھا اور بادشاہ کسی معاملہ کی نسبت اُس سے مشورہ کر رہا تھا۔ ناگاہ کہیں سے ایک بچھو اُسکے لباس میں گھس گیا اور متواتر ڈنک مارتا رہا۔ حتی کہ تمام زہر ڈنک کا جسم میں پیوست ہوا مگر امیر نے دوران مشورہ میں مطلق قطع کلام نہ کیا اور کسی طرح کا تغیر اُسکے چہرہ پر ظاہر نہ ہوا نہ اُسکی باتیں عقل و قاعدہ کے باہر ہوئیں۔ جب بعد ختم مشورہ امیر گھر واپس ہوا تو بچھو کو علٰحدہ کرکے زہر کا علاج کیا۔ بادشاہ کو بھی یہ حال معلوم ہوا تو وہ نہایت متعجب ہوا۔ جب دوسرے دن امیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اُس سے فرمایا کہ نفس کی تکلیف دفع کرنی واجب ہے۔ اُسی وقت تجھکو بچھو کو دور کرنا تھا۔ امیر نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں کہ بچھو کے کاٹنے کی تکلیف سے آپ کے شرف مکالمہ میں خلل انداز ہوں اور اگر آج بزم میں بچھو کے

زہر کو نہ برداشت کرسکا تو کل بروز جنگ دشمن کے زہر آلود تیغ سے کیونکر صبر کرسکون گا۔ بادشاہ اُسکے جواب پر نہایت خوش ہوا اور اس کو مرتبۂ اعلیٰ پر پہونچایا جس قدر کہ اُس نے صبر کیا اُسی قدر اپنی مراد و مقصد کو پہونچا ٥

گر رست چو نوح نبی صبر ہست در غم طوفان	بلا بگردد و کام ہزار سالہ برآید

چھٹا باب رضا کے بیان مین

اور وہ ہر امر پر خوشنودی ہے جو خداوند سبحانہ کے حکم سے بندہ کو پہونچے۔ جاننا چاہیے کہ تیر قضا یعنی حکم الٰہی کے لیے کوئی سپر رضا سے زیادہ بہتر نہین ہے جو کوئی راضی برضا رہتا ہے وہ بہت جلد مرتبہ سروری و سرافرازی حاصل کرتا ہے اور قول رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ[۱] اس حال کا مؤید ہے اور منقبت الرضاء بالقضاء باب اللہ الاعظم[۲] اس مقال کی مؤکد ہے ٥

تقدیر چو سابق ست تعلیم چہ سود	جز بندگی و رضا و تسلیم چہ سود

حکایت ہے کہ انبیاے کرام مین سے کوئی نبی مناجات مین کہتے تھے کہ اے قادر مطلق مجھے ایک ایسے علم کی طرف راہ نمائی کر جو تیری خوشنودی کا باعث ہو۔ جواب ملا کہ میری خوشنودی میرے احکام پر تیری خوشنودی سے منحصر ہے۔ اگر تو میرے احکام پر راضی ہے تو مین بھی تجھسے راضی ہون ٥

ہر کہ راضی شد از قضاے خدا	بہرہ مے یابد از رضاے خدا

جو دل کہ نور رضا سے روشن ہوتا ہے وہ مقدرات الٰہی سے سرتابی نہین کرسکتا اور مقتضاے قضا سے الفت رکھتا ہے اور جو کچھ کہ اسے ملتا ہے نہایت خوشی

[۱] خوش ہوا اللہ انسے اور خوش ہوے وہ اللہ سے ۱۲

[۲] راضی رہنا قضا پر بڑا دروازہ خدا کا ہے ۱۲

سے قبول کرتا ہے اور اس وجہ سے رنج وملال اُسکو ہرگز نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ خوش و خُرم رہتا ہے۔ نظم

ہر عزیزے کہ یار ضا خو کرد	خوش در آمیز از صفائے ضمیر
فرح و عیش روے با او کرد	با قضا و قدر چو شکر و شیر

ساتوان باب توکل کے بیان مین

اور وہ اسباب سے دل برداشتہ کرنا اور حضرت مسبب الاسباب کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے کامون کی بہبودی حق سبحانہ تعالی سے طلب کرنا ہے جو شخص کہ اپنے کام کو خداوند تعالی کے سپرد کرتا ہے اور جو کچھ کہ وقوع پذیر ہوتا ہے اللہ تعالی کے کرم پر اعتماد کرتا ہے اسکے جملہ کام حسب دلخواہ انجام پاتے ہین مصرع

تو با خدائے خود انداز کار و دل خوش دار

بادشاہون کو لازم ہے کہ تمام کامون مین توکل کو فرو گذاشت نہ کرین تاکہ بعنایت الٰہی اس کے جملہ کام حسب منشا انجام پائین۔

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی عالم سے دریافت کیا کہ اہل ایمان کی امداد کتنی چیزون مین ہوتی ہے۔ جواب دیا دو چیزون مین ایک ادائے نماز دوسرے توکل۔ بادشاہ نے اپنے جملہ کام کا دارمدار انھین دو چیزون پر رکھا اور انکی عادت ڈالی۔ ناگاہ ایک دشمن پیدا ہوا اور فوج گران لے کر دار الملک کی جانب بڑھا بادشاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مدافعت پر آمادہ ہوا جب فریقین قریب پہونچے تو اعلان جنگ دیا گیا جس دن کہ جنگ کا ہونا قرار پایا تھا اسکی رات بھر بادشاہ نماز پڑھتا رہا کسی امیر نے عرض کیا کہ آپ شب کو آرام کرین کل مقابلہ ہونے والا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ مین آج کی رات کارِ خدا مین مشغول

ہوتا ہوں اور کل خدا کا کام ہے جو چاہے کرے گا نہ مجھے اس سے کچھ سروکار ہے
نہ اس میں کسی طرح کا اختیار ہے - امیر نے کہا کہ مناسب ہے آپ جنگ کی
تیاری کریں اور آمادہ نبرد ہوں - بادشاہ نے جواب دیا میں نے توکل کی زرہ پہنی ہے
اور اپنا کام لطف حق کے سپرد کر دیا ہے ۵

ما کار خویش را بخداوند کارساز	بگذاشتیم تا کرم او چہ میکند

علی الصباح جنگ کے لیے دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں اور اللہ تعالی کی
امداد میدان وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا سے پہونچی مصرع

لشکر تائید حق از ملک غیب آمد بروں

غنیم کی نظر جب باتوکل بادشاہ کے علم و چتر پر پڑی تو خوف زدہ ہو کر بغیر کسی قسم کی
چھیڑ چھاڑ کے بھاگ گیا اور بلا جنگ و جدل لشکر دشمن منتشر ہو گیا ۵

صبح ظفر از مشرق امید بر آمد	اصحاب غرض را شب سودا بسر آمد

آٹھواں باب حیا کے بیان میں

اور وہ پسندیدہ خصلت اور ستودہ عادت ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حیا کو درخت ایمان کی ایک شاخ فرمایا ہے اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ
اور انتظام عالم کے لیے حیا کا ہونا لابد ہے اگر حیا کا پردہ اٹھ جائے اور کوئی کسی سے
شرم نہ کرے تو دنیا کے انتظام میں خلل پیدا ہو جائے اور خلائق کے باہمی میل جول
میں ابتری پڑ جائے لیکن حیا اجازت نہیں دیتی کہ جس کا جو جی چاہے کرے ۵

صف شکن قلب مناہی حیاست	راہزن خیل مناہی حیاست

۵۱ اور اتارا ایسا لشکر جسکو تم نے نہیں دیکھا - ۱۲

۵۲ حیا ایک حصہ ہے ایمان کا ۱۲

لہذا معلوم ہوا کہ خاص و عام کو بوجہ حیا کے نہایت فائدہ ہے اور بغیر حرارت آفتاب حیا ثمرات اخلاق کچے اور خام رہتے ہین ٥

گر حیا نبود بر افتد رسم عصمت از جہان
ور حجابے در میانست از تقاضای حیاست

منجملہ اقسام حیا ایک حیا گناہون کی ہے یعنی گنہگار اپنے کردار سے شرم رکھتا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے بہشت مین جب گیہون کھالیا تو جو لباس کہ زیب تن تھا وہ آپ کے جسم سے گر گیا۔ آپ ادھر اُدھر بھاگتے اور ہر ایک درخت کے پیچھے چھپتے تھے۔ خطاب ہوا۔ اے آدم مجھ سے بھاگتا ہے۔ کہا نہین۔ اے خداوند تجھسے بھاگ کر کہان جاؤن گا مگر اپنی خطا پر شرمندہ ہون۔ مصرع

کہ گر گناہ نہ بخشند شرمساری ہست

دوسرے قسم کی حیا حیاے کرم ہے یعنی کریم اپنی درگاہ سے حاجتمند کو محروم واپس کرنے مین شرم کرتا ہے۔ اور حدیث مین آیا ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالی حیاے کرم کی صفت سے متصف ہے۔ جب کوئی بندہ دونون ہاتھ اُس کی بارگاہ مین دعا کے لیے بلند کرتا ہے تو شرم رکھتا ہے کہ اُس کے ہاتھون کو اپنے فضل و رحمت سے خالی رکھے بلکہ نقد مراد اُسکے کف آرزو مین دے دیتا ہے ٥

محال ست اگر سر برین در نہے	کہ باز آیدت دست حاجت تہے

اور انتہاے کرم یہ ہے کہ سائل کو اپنے در سے واپس نہ کرے۔ چنانچہ اخبار مین آیا ہے کہ خلیفہ مامون کے زمانہ مین ایک اعرابی تھا جو ملک شور مین پیدا ہوا تھا بجز کھاری پانی کے اور پانی نہ کبھی پیا نہ دیکھا ٥

مرغی کہ خبر ندارد از آب زلال
منقار در آب شور دارد ہمہ سال

ایک مرتبہ قبیلہ اعرابی مین قحط پڑا تو وہ تحصیل رزق مین سرگردان باہر نکلا یلک شور سے پار ہوا تو ایک موضع مین اترا یہان کی زمین سرسبز و شاداب تھی اور ایک صاف و شیرین پانی کا تالاب لبریز تھا۔ اس اعرابی نے آج تک اتنا بڑا تالاب نہین دیکھا تھا۔ حیرت و استعجاب کے ساتھ اس کے کنارہ آیا اور اسمین سے تھوڑا سا پانی لے کر پیا تو ذائقہ مین وہ پانی نہایت شیرین اور خوش گوار ملا۔ بھلا ایسا پانی اعرابی نے کہان دیکھا تھا اس نے خیال کیا کہ مین نے سنتا ہے کہ اللہ تعالی نے بہشت مین اسی قسم کا پانی رکھا ہے کہ جس کا ذائقہ متغیر نہین ہوتا چنانچہ قرآن مین آیا ہے فیھا انھار من ماء غیر اسن[۵] اگر مین غلطی پر نہین ہون تو حق تعالی نے میرے فاقون پر رحم کرکے گرسنگی اور بیچارگی کے معاوضہ مین یہ پانی بہشت سے بھیجدیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تھوڑا سا پانی خلیفہ وقت کے پاس لے جاؤن اور غالباً اس کے عوض مین وہ مجھپر بہت کچھ احسان کرے گا۔ اور میرا قبیلہ قحط کے مصائب سے نجات پاجائے گا۔

یہ سوچ کر پانی سے وہ مشک بھری جو ہمراہ تھی اور بغداد کا راستہ دریافت کرکے دار الخلافتہ کی جانب روانہ ہوا ہنوز بغداد دور تھا کہ مامون کے حشم و خدم نظر آئے معلوم ہوا کہ خلیفہ شکار کی غرض سے آیا ہوا ہے۔ اعرابی خلیفہ مامون کی خدمت مین حاضر ہوا اور دعا و ثنا کے بعد کھڑا ہوگیا خلیفہ نے پوچھا کہ کہان سے آتا ہے اعرابی نے اپنا وطن بتایا اور کہا کہ وہان کی مخلوق بوجہ قحط نہایت درماندہ اور عاجز ہوگئی ہے خلیفہ نے پھر دریافت کیا کہ کہان جائے گا جواب دیا کہ آپ ہی آکی خدمت مین حاضر ہوا ہون مگر خالی ہاتھ نہین ہون بلکہ ایک تحفہ لایا ہون جو آجتک کسی نے نہین پایا بلکہ کسی نے دیکھا بھی نہ ہوگا۔ مامون نے متعجب ہوکر اس تحفہ کے

[۵] اور اسمین چشمے مین پانی کے جو متغیر نہین ہوتے ۱۲۔

پیش کرنے کا حکم دیا۔ اعرابی نے مشک سامنے بڑھادی اور کہا یہ پانی جنت کا ہے
جس کو دنیا میں آج تک نہ کسی نے دیکھا نہ سنا ہ

آب مگو شیرہ شاخ حیات	در مزہ ہمشیرہ آب حیات

مامون نے رکاب دار کو حکم دیا کہ ایک گلاس مشک کے پانی سے بھر کر لائے جب گلاس سامنے آیا تو اس میں نہایت بدبو معلوم ہوئی۔ اس کا رنگ بدل گیا تھا اور مشک کی چکناہٹ اس میں اثر کر گئی تھی خلیفہ نے جبراً تھوڑا سا پانی پی لیا اور فراست سے اصل حقیقت معلوم کرلی۔ مگر شرم نے اجازت نہ دی کہ اس کا راز افشا کرے اور کہا اے اعرابی تو بہت صحیح کہتا ہے۔ ایسا لطیف پانی ہر ایک کو نہیں دیا جاسکتا۔ رکاب دار کو حکم دیا کہ ایک گلاس پانی لے کر آب خاصہ میں شریک کردے اور مشک کا باقی پانی ایک گوشہ میں رکھ دے پھر اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو عمدہ تبرک اور پسندیدہ تحفہ لایا ہے، اب تو بتا کہ کس چیز کا تو طلبگار رہے۔ اسنے کہا کہ اے خلیفہ میرے اہل وعیال فاقون سے مر رہے ہیں اور اسلیے خداوند تعالیٰ سے فضل کی اور آپ سے کرم کی امید ہے خلیفہ نے ہزار دینار عنایت فرماکر وہیں سے چلے جانے کا حکم دیا۔

جب اعرابی رخصت ہو گیا تو ایک درباری نے خلیفہ سے دریافت کیا کہ اعرابی کو یہین سے جانے اور کسی کو پانی نہ پلانے مین کیا مصلحت تھی۔ مامون نے فرمایا کہ وہ پانی بالکل بے مزہ اور بدبودار تھا مگر اس شور پانی کے مقابلہ مین جس مین اسنے پرورش پائی تھی وہ پانی بہشت کا سمجھتا تھا۔ اگر تم مین سے کوئی پی لیتا تو اعرابی پر لعنت ملامت کرتا اور وہ بیچارہ شرمندہ ہوتا۔ اور اگر اسی جگہ سے اسکو واپس نہ کرتا تو شاید اور آگے بڑھ جاتا اور آب دجلہ کو زیادہ لطیف و شیرین پاکر اپنے تحفہ کے پیش کرنے پر شرمندہ ہوتا اس لیے مجھے شرم معلوم ہوئی کہ ایک شخص بامید کرم

میرے پاس آئے اور شرمندہ ہوکر واپس چلا جائے۔

	سخی را شرم مے آید کہ سائل		خجل از در گہ او باز گردد	

تیسری قسم حیاے ادب ہے یعنی ایسے اعمال جن کا ارتکاب عقلاً و شرعاً اگرچہ ممنوع نہ ہو مگر حیاے ادب اُس سے مانع ہوتی ہے چنانچہ نوشیروان کی نسبت مشہور ہے کہ وہ اُس مکان مین جہان نرگس کا پھول ہوتا تھا اپنی عورتون اور کنیزون سے ہم بستر نہ ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نرگس کی آنکھین کھلی رہتی ہین۔ حقیقت مین یہ صورت از قسم حیا نہ تھی کیونکہ حیا وہ ہے جو ایمان سے پیدا ہو مگر نوشیروان آتش پرست تھا بلکہ یہ ادب کی ایک صورت ہے جس کی اس نے رعایت کی اور اگر مسلمان بادشاہ اسی طرح عمل کرین تو وہ ادب کی حیا کہلائے گی نظم

	دل کہ پر از وصف حیا می شود		آئینۂ نور خدا مے شود	
	دیدۂ بے شرم پسندیدہ نیست		در نظر عقل خود آن دیدہ نیست	

نوان باب پرہیزگاری کے بیان مین

اور وہ افعال ممنوعہ خصوصاً شہوت حرام سے پرہیز کرنا ہے۔ اور یہ جملہ اخلاق حمیدہ مین سے ایک ہے بزرگون نے بیان کیا ہے کہ انسان دو قسم کی نسبت رکھتا ہے۔ ایک فرشتون کے ساتھ اور یہ نسبت حلم کی ہے۔ دوسری بہائم کے ساتھ اور یہ حرص کی نسبت ہے۔ جیسے کھانا پینا اور مباشرت وغیرہ۔ عقلمندی اس مین ہے کہ حتی المقدور نسبت ملائک کو تقویت دے اور نسبت حیوانی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ع

	از ملائک بہرہ داری و ز بہائم نیز ہم	
	بگذر از حظ بہائم کز ملایک بگذری	

پس جس وقت مثلاً کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو انسان حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتا۔ اسی طرح غلبہء شہوت کے وقت نکاح اور زنا کاری میں امتیاز نہیں کرتا۔ لہذا پرہیز گاری سے مراد یہ ہے کہ غلبہء شہوت کے وقت نفس کو اپنے اختیار میں رکھکر حرام کاری سے باز رہے اور شرع کے خلاف عمل نہ کرے اور افعال ناشائستہ کی جانب مائل نہ ہو تاکہ خیر و صلاح اور فیروزی و فلاح کے دروازے کھلے رہیں۔

اور اگر بادشاہ پارسائی کی صفت سے متصف ہو تو فسق و فجور کی ظلمت ملک سے دور ہو جاتی ہے اور عیب و بدنامی کا دھبہ لوگوں کے بال بچوں پر نہیں لگتا۔ نظم

عفت آنجا کہ رایت افرازد	دل و دین را تمام افرازد
نفس از و نیک خوار و زار شود	روح مقبول کردگار شود

الحمد للہ ہمارے شہزادہ کامگار عالی مقدار بخت و دولت سے متمتع ہیں

روے خوب ست و کمال ہنر و دامن پاک
لاجرم ہمت پاکان دو عالم با اوست

دسواں باب ادب کے بیان میں

ادب وہ افعال ناپسندیدہ و اقوال ناستودہ سے نفس کی حفاظت کرنا۔ اپنی اور لوگوں کی عزت کا حسب مدارج نگاہ رکھنا۔ کسی کی آبرو ریزی نہ کرنا ہے۔ ادب کی حقیقت یہ ہے کہ جملہ احوال میں حضرت رسالت پناہی صلعم کی متابعت کرے کیونکہ وہ ادیب کامل ہیں اور مکتب خانہ اَدَّبَنِی رَبِّی فَاَحْسَنَ تَادِیْبِی[1] میں انکے

[1] ادب سکھایا مجھے میرے رب نے سو اچھی طرح ادب سکھایا

مثل کوئی مودب و مہذب نہین ہوا نظم

ادب آموز زان ادیب کہ او	ادب از حضرت خدا آموخت
ہر کسے خوان سبق کہ در ہمہ حال	سبق از لوح کبریا آموخت

یون تو تمام لوگون کا ادب اچھا معلوم ہوتا ہے مگر خصوصیت کے ساتھ
بادشاہون کے لیے ادب ازبس مستحسن ہے۔کیونکہ جب بادشاہ راہ ادب مین
مستقل ہوتا ہے تو ملازمین کو بھی ادب کی رعایت ضرور کرنی پڑتی ہے۔با
وجہ ممکن نہین کہ رعایا راہ ادب سے منحرف ہو۔پس مملکت کا انتظام بخوبی ہو
اور اہل عالم کے مصالح حسب دلخواہ مہیا ہوتے ہین۔مثنوی معنوی مین ہے نظم

از خدا خواہیم توفیق ادب	بے ادب محروم گشت از فضل رب
از ادب پرنور گشت ست این فلک	وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

بڑے بڑے لوگون کا قول ہے کہ اولاد آدم خصوصاً شاہان عالم کے لیے بہتر
سرمایہ اور خوشترین زیور ادب ہے
تاریخ مین لکھا ہے کہ عزیز مصر نے بادشاہ روم سے موافقت کر کے اُس کی
شہزادی کو اپنے شہزادے سے منسوب کیا اور اپنی شہزادی اسکے بیٹے کے نکاح
مین دی۔یہ تمام امور رسل و رسائل سے طے ہوئے جو جانبین مین جاری تھے
ان دونون بادشاہون کے اتحاد سے ہر ایک سلطنت نے بڑی ترقی کی۔کیو
امور سلطنت کے ہر کلی و جزی امر مین ایک دوسرے سے رجوع کرتا تھا۔بغیر
آپس کے مشورہ کے کسی مہم مین ہاتھ نہ ڈالتے تھے۔ایک دن خدیو مصر نے قیصر
کو پیغام بھیجا کہ ہمارے لڑکے خلاصۂ حیات و زندگانی ہین۔ہمارے مرنے کے
انکے سوا کوئی یادگار باقی نہ رہے گی ؎

زندہ است کسے کہ در دیارش	مانند خلفے بود یادگارش

لہذا ان کی حالت کی درستگی اور دلجمعی کی سعی کرنی چاہیے۔ اور ان کے لیے اسباب معیشت وجمعیت کے بڑھانے کی فکر ہونی چاہیے۔ مین نے تو اپنے بیٹے کے لیے نفیس ونادر اشیا کا ذخیرہ۔ لونڈی۔ غلام۔ چوپائے۔ نہرین۔ جائداد وغیرہ مہیا کر دیا ہے۔ آپ کی رائے اپنے شہزادے کے حسن انتظام مین کیا ہے۔ قیصر یہ پیغام سُنکر مسکرایا اور کہا کہ مال واسباب بے وفا دوست اور فانی محبوب ہے۔ اس کا کچھ شمار نہ کرنا چاہیے۔ نہ دنیائے دنی کے متاع فانی پر فریفتہ ہونا چاہیے۔ مین نے اپنے بیٹے کو زیور ادب سے آراستہ کیا ہے اور مکارم واخلاق کے خزانے اسکے لیے جمع کیے ہین۔ مال تو مٹ جانے والا ہے اور ادب تغیر وانتقال سے محفوظ رہتا ہے۔ جب یہ خبر ملک مصر کو پہونچی تو اُسنے کہا کہ قیصر بہت صحیح کہتا ہے۔ اَلْاَدَبُ خَیْرٌ مِّنَ الذَّھَبِ۔ نظم

ادب بہتر از گنج قارون بود	فزون تر ز ملک فریدون بود
بزرگان نکردند پروائے مال	کہ اموال راہست رو در زوال
عنان سوے علم وادب تافتند	کہ نام نکو از ادب یافتند

گیارھوان باب علو ہمت کے بیان مین

حدیث مین آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْاُمُوْرِ۔ یعنی خدا بڑے بڑے کامون کو پسند کرتا ہے۔ حق سبحانہ تعالی بلند ہمت آدمی کو دوست رکھتا ہے اور بڑے بڑے کامون کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ ہمت بلند کا جز ورفعت ارجمند ہے۔ اور ایک دوسرے کی علیحدگی محال ہے۔ نظم

مرغ ہمت چو بال بکشاید	عز واقبالش آشیان باشد

لہ ادب سونے سے بھی بہتر ہے ۱۲

	پیش چوگان ہمت عالی		کمترین گوے آسمان باشد	

سلاطین کے لیے ہمت عالی کافی پیشکار ہے۔ اور باوفا مددگار ہے۔ ان میں سے جن کی ہمت بلند ہے۔ شان و شوکت کے میدان میں ان کا قدم سب سے آگے ہے ۵

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق		باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

یعقوب لیث سے عنفوان شباب میں قبیلہ کے کسی بزرگ نے کہا کہ میرا دل تیرے حال کا نگران ہے کیونکہ جس سن میں تو ہے وہ غلبۂ شہوت اور علو ہمت کا وقت ہے مہر معجل تیار کرنا کہ تیرے لیے کسی معزز خاندان کی لڑکی تلاش کروں۔ یعقوب نے جواب دیا جس دلھن کو میں نے پسند کیا ہے اسکا مہر معجل تیار ہے۔ بزرگ قبیلہ نے کہا لاؤ میں دیکھوں کہ کیا تیار کیا ہے اور اس دلھن کا نشان دو کہ مجھے معلوم ہو یہ سنکر یعقوب اپنے مکان میں آیا اور ایک تلوار لیے ہوئے باہر نکلا اور کہا میں ممالک مشرق و مغرب کے عروس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور مہر معجل میں یہ جوہر دار اور جوشن گذار تلوار حاضر ہے ۵

	بے بخت نیک ہیچ کسی را سریر نیست		مہر عروس ملک بہ از تیغ تیز نیست	

اسی مطلب کا یہ شعر بھی ہے ۵

	عروس مملکت آن مرد در کنار گرفت		کہ اول از گہر تیغ داد کابینش	

اسی معنی میں یہ بھی مشہور ہے ۵

	عروس ملک کسے در کنار گیرد چست		کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند	

بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں اسکندر سرحد روم سے ملک عرب و عجم کی تسخیر کے لیے نکلا اور بحر و بر کو مطیع بنانے کا ارادہ کیا تو بہت اندیشناک اور رنجیدہ تھا۔ ارسطاطالیس حکیم نے جو اسکا وزیر باتدبیر تھا جب اسکندر کے چہرے پر حزن و ملال

کے آثار دیکھے تو کہا کہ اے بادشاہ اسباب دولت تیار ہے ۔ خدم وحشم فرمانبرداری پر کمر بستہ ہین ۔ خزانہ مالا مال ہے ۔ سلطنت وسیع ہے ۔ اقبال پائدار ہے ۔ نہال دولت زیور استقلال سے آراستہ ہے ۔ جاہ وجلال آستانۂ عالی کا خدمتگار ہے پھر پریشانی مزاج اقدس کا کیا سبب ہے ۔

اسکندر نے یہ سنکر جواب دیا کہ مین سوچ رہا ہون کہ وسعت جہان محدود ہے اور ممالک ہفت اقلیم کا میدان مختصر ہے ۔ شرم آتی ہے کہ اسی مقدار ملک کے لیے فتح پر کمر بستہ ہون اور تسخیر کے لیے روانہ ہون ۔ قطعہ

گرای آن نکند طول وعرض ہفت اقلیم	کہ من بہ نیت تسخیر آن سوار شوم
ہزار عالم از ین گر بود کم ست ہنوز	کہ من بعرض تصرف بدان دیار شوم

ارسطو نے جواب دیا بے شک اس جہان کی حکومت اور سرداری آپ کی بلند ہمت اور علو مرتبت کے لائق نہین ہے ۔ مگر اس کے ساتھ مملکت ابدی کو ملا دو تاکہ جس طرح ضرب تیغ سے جہان فانی قبضہ مین آئے عدل وانصاف کی برکت سے ملک سعادت بھی قبضۂ استحقاق مین داخل ہو ۔ اور اس نقصان کی تلافی اس کمال سے ہو اور یہ حقیر حصہ زیبایش کمال سے بڑی رونق پکڑے ۔ نظم

ملک معنی خواہ کان جسم بود	ذرۂ آن ملک صد عالم بود
جہد کن تا درمیان این نشست	عرصۂ آن عالمت آید بدست

اسکندر کو اس جواب سے بڑی تسلی ہوئی اور حکیم کی بڑی تعریف کی ۔ اور آج ہر شخص اسکندر کی ثنا وصفت مین رطب اللسان نظر آتا ہے کہ اُس کی بلند ہمت نے حقیر مملکت جہان کو نہ چھوڑا ۔

تو باز ساعد شاہی باستخوان منگر
ہمائے ہمت خود را بلند دہ پروانہ

بارھوان باب ارادہ کے بیان مین

اور وہ مقاصد و مراد کے قافلہ کا پیشرو۔ امور و مہمات کا پورا کرنے والا ہے کوئی بادشاہ بغیر مستقل ارادہ کی مدد کے کوئی ملک قبضہ مین نہین لایا اور بغیر تگ و دو اور سعی بلیغ کے مسند جہانداری اور تخت شاہی پر نہین پہونچا ۵

بے عزم درست و سعی کامل		کس را نشود مراد حاصل	

عزیمت درست کے معنی یہ ہین کہ جب کسی کام کے کرنے پر کمربستہ ہو اور کسی مہم کے انجام مین مشغول ہو تو کسی رکاوٹ اور امر مانع سے تکمیل مین باز نہ رہے اور اپنے ارادہ مین کمی اور سستی کو راہ نہ دے لوگون نے کسی حکیم سے دریافت کیا کہ بادشاہون کا ارادہ کس مقام پر اچھا ہوتا ہے اور کس وقت کام مین آتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ دشمنان ملک کے دفع کرنے مین نہایت پسندیدہ ہے۔ کیونکہ جب بادشاہ بمضمون فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔ اپنے ارادہ مین توکل کو دخل دے تو ضرور بضرور فتح و ظفر فی الفور حاصل ہو جائے گی کیونکہ ارادہ مستقل نملیہ و نصرت کا ذریعہ ہے ۵

شہ چو بعزم درست پائے کند در رکاب
دل شکند خصم را وز کفش افتد عنان

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو مٹی کھانے کی عادت تھی حکما و اطبا نے اُس کو منع کیا اور ہر چند اسکا نقصان بیان کیا مگر بادشاہ باز نہ آیا۔ ایک دن کوئی اہل اللہ اُسکی ملاقات کو آیا اور بادشاہ کو نہایت نحیف و زار پایا سُرخ چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور تاب و توان جسم سے رخصت ہو چکی تھی۔ درویش نے صورت حال دریافت کی بادشاہ نے تمام حقیقت بیان کی کہ مٹی کھانے سے اس حالت کو پہونچا جس پر نہایت

۵ پس جب ارادہ کیا تو نے خدا پر بھروسہ رکھ۔ ۱۲

افسوس وحیرت ہے درویش نے کہا جب تو جانتا ہے کہ اس سے تجھے نقصان پہونچتا ہے تو کیون تدارک نہین کرتا۔ بادشاہ نے کہا اسقدر کوشش پر مجھے اختیار نہین ہے درویش نے جواب دیا اَینَ عَزِیمَۃُ مِن عزماتِ الملوکِ کہان ہے وہ عزم و استقلال جو بادشاہون مین ہوتا ہے کہ کوئی وجہ انکو اس ارادہ سے روک نہین سکتی بادشاہ اس گفتگو سے نہایت متاثر ہوا اور عزم بالجزم کیا کہ اب کبھی مٹی نہ کھائے گا چنانچہ اس استقلال کی برکت سے ایسے مُہلک مرض سے نجات پائی قطعہ

عنانِ عزم بہر جانبی کہ برتابی	مکن بدست تر ودعنان خود در است
کہ کس بمنزل مقصود رہ نمے یابد	مگر بسعی تمام و دگر بعزم درست
ہر آنکہ پائے طلب در طریق عزم نہاد	بہ تختگاہ بزرگی رسید گام نخست

تیرھوان باب جد و جہد کے بیان مین

حصول مقصد مین سعی کرنے کو جد کہتے ہین اور حاجات و مقاصد کے اکتساب مین رنج و مشقت اُٹھانا جہد کہلاتا ہے اور یہ جد و جہد شاہان کشورستان کے اخلاق مین داخل ہے یہ صفت ہمت کے تابع ہوتی ہے۔ جسقدر کہ ہمت بلند ہو اُسی قدر طلب مقصود مین جد و جہد زیادہ ہوتی ہے۔ بلند ہمت آدمی کو چاہیے کہ مشقت کے برداشت کرنے سے خوف نہ کھائے۔ کیونکہ دو صورتون سے خالی نہین ہے۔ اگر جہد سے مقصود حاصل ہو جائے تو بہتر۔ ورنہ اسکا عذر عقلا کے نزدیک واضح ہے اور طلب مفاخر مین اس کی علو ہمتی سب پر روشن ہے۔

در طلب می کوشم ار یابم زہے بخت بلند
ور ورنیابم عذر من افتد بزرگان را پسند

حکماے ہند کی حکایات مین مذکور ہے کہ ایک چیونٹی کسی تودۂ خاک کے ہٹانے مین

مشغول تھی جس کا ہٹانا آدمیوں سے بھی مشکل تھا ذرہ ذرہ خاک چیونٹی اُٹھاتی اور دوسری طرف پھینکتی تھی۔ اسی اثنا میں ایک مرغ کا ادھر گذر ہوا اس نے دیکھا کہ ایک ضعیف و نحیف چیونٹی بڑی مستعدی سے تودۂ خاک کے ہٹانے میں مشغول تھی اُس نے کہا کہ اے ضعیف الجثہ اور نحیف البدن چیونٹی تو یہ کیا کام کر رہی ہے اور تیرا کیا مقصود ہے جو اس صعب ترین کام میں گرفتار ہے۔ چیونٹی نے جواب دیا کہ مجھے ایک چیونٹی سے عشق ہے جب میں وصل کی طالب ہوئی تو اُس نے یہ شرط پیش کی کہ اس تودہ خاک کو رہگذر سے ہٹا دو تو اس خیال کو سرمیں جگہ دو فی الفور اس کام پر میں مستعد ہوئی اور آرزو ہے کہ اس شرط کی تکمیل میں اقدام کر کے عہد سے نجات پاؤں۔ مرغ نے یہ سنکر کہا کہ یہ آرزو تیرے حوصلہ سے باہر ہے اور اس کمان کا کھینچنا تیرے قوت بازو سے بعید ہے۔ چیونٹی نے جواب دیا کہ میں نے تو اس کام کے کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور جد و جہد شروع کر دی ہے اگر مقصد حاصل ہوا فہو المراد ورنہ مجھکو معذور سمجھیئے نظم

	لیس للانسان الا ما سعیٰ	من طریق سعی سے آرم بجا	
	از غم و اندوہ مانم برطرف	دامن مقصود اگر آرم بکف	
	من دران معذور باشم والسلام	ور نشد از جہد من کارے تمام	

افریدون نے ابتدائے سلطنت میں جب ریاض دولت سے تمتع اُٹھا رہا تھا اور ہوائے کامرانی کے چلنے سے شادمان تھا۔ بعض مقامات کے تسخیر کرنے کا ارادہ کیا جو دوسروں کے قبضہ میں تھے ؎

	کفاف نفس اگرچند اندک است ولے	
	جہان بہ تیغ گرفتن زہمت عالی است	

چنانچہ اس مقصد کے لیے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ ایک جماعت نے

کہا کہ اے بادشاہ ایک آراستہ اور کافی ملک تیرے قبضہ مین ہے پھر بے ضرورت فکر و تشویش کا مول لینا درست نہین ہے جو کچھ تجھے حاصل ہے اس سے فائدہ اُٹھا اور خطرناک امور کے ارتکاب سے محفوظ رہ۔

در فراغت کوش و در لذت کہ نیست	آرزو را ہیچ پایانے پدید

فریدون نے جواب دیا کہ قناعت طبع بہائم کا شیوہ ہے اور ایک گنج مین بیٹھ جانا دنائت اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔ وقت کو جو سحاب کی طرح گذر جاتا ہے غنیمت سمجھنا چاہیے اور مقاصد کے حاصل کرنے مین خطرات سے دوچار ہونیسے اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ قطعہ

گر سلطنت نہ باید بست	ہر کرا رغبت تن آسانی ست
از مشقت کجا بیا ساید	ہر کرا ہمت جہانبانی ست

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے بیٹے کو غنیم سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ خبر پہونچی کہ شہزادہ راستے مین کبھی کبھی بدن سے زرہ اُتار ڈالتا ہے اور ہر ایک منزل پر دو شب قیام رکھتا ہے بادشاہ نے اُس کو لکھا کہ اے پسر حق نے جب عزت پیدا کی تو کلفت و مشقت کو اُس کا ہمنشین بنا دیا اور ذلت و پریشانی کو جب پیدا کیا تو آرام و راحت کو اس کا رفیق بنایا۔ اُس وقت کہ عزت بادشاہ کو دی اور ذلت رعایا کو تو بادشاہ کے ذمہ مملکت کی حفاظت ہے اور رعایا کے حصہ مین امن و امان اور استراحت یہ دونون حصے یکجا نہین ہوسکتے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ آرام و آسایش کو رخصت کر دے اور راحت کو رعیت کے لیے چھوڑ دے اگر اس طرح نہ کرے تو آرام سے بسر کرے اور حفاظت ملک سے دست بردار ہو جائے۔

لذت شاہی ترا بس راحت دیگر مجوے	با وجود سلطنت سرمایۂ دیگر مخواہ

یعقوب لیث نے ابتداے حال مین اپنے کو خطرناک معاملات مین ڈالا اور بڑے بڑے خطرات برداشت کیے آسایش نفس سے بالکل علحدہ تھا۔ اور محنت ومشقت اُٹھانے سے ایک لمحہ بھی آرام نہ لیتا۔ لوگون نے اس سے کہا کہ تجھ جیسے ٹھٹھیر کو اس قدر محنت کرنے رنج وتعب اُٹھانے اور غرقاب ہلاکت ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ عمر عزیز کو اصلاح کاسہ ومس مین صرف کردون۔ میری کوشش تو ضرور اس پیشہ مین ہے جسمین بکثرت لوگ شریک ہین مگر رنج ومشقت برداشت کرنا اس لیے ہے کہ ایسا رتبہ حاصل کرون جسمین کوئی شریک دار نہو اس نے جواب دیا یہ تو مین جانتا ہون کہ شربت مرگ چکھنا ہے اور گرداب فنا مین پھنسنا ہے مگر کار بلند مین فنا ہوتا ادنی کامون مین فنا ہونے سے بہتر سمجھتا ہون۔ بیشک وہ اپنے جد وجہد سے جس منصب پر پہونچا مثنوی

	مے باش بجد وجہد در کار		دامان طلب ز دست مگذار	
	ہر چیز کہ دل بران گراید		گر جہد کنی بدستت آید	

الغرض بناے بزرگی کی تمہید جد وجہد ہے۔ اس صفت کی ضد بطالت وکسالت ہے جو شوکت ودولت کو درہم برہم کردیتی ہے۔ خاندان طاہریہ مین سے کسی سے سوال کیا گیا کہ تمھاری حکومت ودولت کے زوال کی کیا وجہ ہے اس نے جواب دیا کہ رات کو ہمین شراب پینا اور صبح مین سونا یعنی کاہلی سے انتظام نہ کیا اور کسالت سے جرأت کھودی۔ لہذا ضرور ہوا کہ ہمارا سفینۂ دولت گرداب زوال مین غرق ہو جاوے اور کشتی امید ساحل تک نہ پہونچے ۵

	بناے دولت خویش آن کسے خراب کند	
	کہ شام مے خورد وصبحگاہ خواب کند	

چودھوان باب ثبات واستقامت کے بیان مین

اور وہ ایک ایسی پائداری ہے جو مہمات مین مکارہ وبلیات کے دفع کرنے کی ہمیشہ ضمانت ہے حقیقت مین ثبات سے میامن وبرکات کے پھل پیدا ہوتے ہین۔ اور فلاح ونجات کا ذریعہ ہے مخلوق مین سے کسی گروہ اور جماعت کو اس سے اس قدر وابستگی نہین ہے جسقدر کہ بادشاہ کو ہے کیونکہ بغیر ثبات کے بادشاہ فرمانبردارون سے رعایت کرتے۔ اشرار واعدا کے قلع وقمع کرنے کے لیے خاص وعام مین ہر دلعزیز نہین ہو سکتا۔ نہ حشم وخدم اطاعت پر سر جھکا سکتے ہین نہ اہل بغی و فساد عصیان وتمرد سے باز آسکتے ہین پس ملک کو ثبات کی ضرورت ہے اور بادشاہ کو اس سے کام لینے کی حاجت ہے ؎

ہر سر کہ یافت افسری از گوہر ثبات
در اقتدار بگذرد از چرخ ناثبات

کسی حکیم کا قول ہے کہ جو بادشاہ چاہے کہ اس کی سلطنت کی بنیاد منہدم نہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے کامون کی بنیاد ثبات ووقار پر رکھے ؎

بنائے کار بنہ بر ثبات وایمن باش — کہ ہر بنا کہ بر اصل ست پائدار بود

ثابت قدم آدمی وہ ہے جو اپنی راہ وروش سے کسی وسوسہ ڈالنے والے کے دغدغہ سے منھ نہ پھیرے اور اپنے رسم وطریق سے کسی پریشان کرنیوالے کے وسوسہ سے انحراف نہ کرے جس طرح کہ حکیم الٰہی کہتا ہے نظم

در تردد رہ نجات مدان — ہیچ خصلت بہ از ثبات مدان
میل داری برفعت ودرجات — در معالی ثبات ورز ثبات

ثبات کے لیے دو چیز ضروری ہے ایک یہ کہ جس کام کو شروع کرے۔ اس کا

استمام اپنے اوپر لازم کرے حکایت ہے کہ قیصر روم نے نوشیروان سے پوچھا کہ بقاے شاہی کس امر پر منحصر ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ مین ہرگز بیہودہ کام نہین کرتا۔ اور جس مہم کا حکم دیتا ہون اُسے انجام کو پہونچاتا ہون۔ قیصر نے سنکر کہا کہ تمام حکماے یونان کا یہی قول ہے قطعہ

	جہد می بکن و تمام گردان		ہر طرح کہ افگنی چو مردان	
	باید کہ دگرنگون نسازی		یعنے علمی کہ برفرازی	

دوسری بات یہ ہے کہ جو سخن اس کی زبان پر جاری ہو حتی الامکان اُسکے خلاف گفتگو نہ کرے چنانچہ تاریخ مین مذکور ہے کہ ایک دن سلطان رضی غزنین کے میدان سے گذرا تو ایک مزدور دیکھا جو بھاری پتھر کندھے پر رکھے ہوئے اپنے گھر کی طرف جارہا تھا اور اُسکے اُٹھانے مین بڑی تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ سلطان نے جب ایسی سخت مشقت دیکھی تو اپنی جبلی مہربانی اور نرمی سے کہا کہ اے مزدور اس پتھر کو یہین رکھدے۔ مزدور نے اسی میدان مین پھینک دیا۔ ایک مدت تک وہ پتھر رہ گذر مین پڑا رہا۔ گھوڑے وہان پہونچنے پر بھڑکتے تھے چند خاص لوگون نے موقع دیکھکر بادشاہ سے عرض کیا کہ فلان دن حسب فرمان عالی ایک مزدور نے میدان مین پتھر پھینک دیا تھا وہان سے گھوڑے بدقت گذرتے ہین اور کوئی مزدور اسے نہین اُٹھا سکتا اگر حکم ہو تو پتھر اُٹھوا دیا جائے تو مناسب بات ہوگی۔ سلطان نے کہا کہ مین ایک مرتبہ اُسے وہین رکھنے کا حکم دے چکا ہون۔ اب اگر اُٹھانے کا حکم دونگا تو لوگ اسے میری بے ثباتی پر محمول کرینگے۔ کہتے ہین کہ وہ پتھر سلطان رضی کی آخر عمر تک وہین پڑا رہا۔ اس کی وفات کے بعد اسی کے حکم کی رعایت سے کسی جانشین نے بھی اُٹھانے کا حکم نہ دیا۔ قطعہ

	بہمہ حال پاس باید داشت		سخن شاہ شاہ ہر سخن است	

تا نہ گردد نقیض آن ظاہر	باید آن را بلوح دل بنگاشت

پندرھوان باب عدالت کے بیان مین

عدل ملک کا آراستہ کرنے والا کوتوال ہے۔ اور نور افزا و دافع ظلمت روشنی ہے اور حق سبحانہ تعالی اپنے بندون کو اسی صفت کے متعلق فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ" عدل یہ ہے کہ مظلومون کی دادرسی کی جائے اور احسان یہ ہے کہ مرہم راحت مجروحون کے زخم پر رکھا جائے حدیث مین آیا ہے کہ بادشاہ کا ایک گھڑی عدل کرنا میزان الطاعت مین ساٹھ برس کی عبادت سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ عبادت کا نتیجہ عامل کی ذات تک محدود رہتا ہے اور عدل کا فائدہ خاص و عام خرد و بزرگ کو پہونچتا ہے۔ ارباب دین و دولت کے طریقے اور اصحاب ملک و ملت کے مصالح اس کی برکت سے قائم اور منتظم رہتے ہین اور عدل کا ثواب حد شمار سے زیادہ اور قیاس سے باہر ہے۔

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو خواہش ہوئی کہ خانہ خدا کا حج کرے اور طواف حرم کے کرنے سے عزت حاصل کرے اور مزید صفا اور قبولیت دعا سے اپنے امثال و ہم جنس مین ممتاز ہو ؎

ہست طواف حرم کردگار	در دو جہان واسطۂ اقتدار

ارکان دولت اور اعیان مملکت نے موقع پر عرض کیا کہ اے بادشاہ حج کرنا اسوقت درست ہے بشرطیکہ راستہ بے خوف و خطر ہو۔ حالانکہ سلاطین کے بہت دشمن ہوتے ہین۔ اگر خدم و حشم کو ساتھ لے چلنے کا ارادہ ہے تو انکا تہیہ اس دور و دراز راستہ مین نہایت مشکل ہے۔ اگر چند ملازمون کو ساتھ رکھیے گا تو خطرات کلی

۵۱ البتہ عدل و انصاف کا خدا حکم کرتا ہے۔ ۱۲

سے کے پیش آنے کا اندیشہ ہے۔ دوسرے یہ کہ شہر مین بادشاہ کا رہنا جسم مین جان کے ہونے کا حکم رکھتا ہے جس وقت کہ سایۂ دولت رعایا کے سر سے دور ہوگا تو ہرج و مرج کا ظہور ہوگا۔ عوام و خواص کے تمام مہام سلک انتظام سے باہر ہو جائین گے بادشاہ نے فرمایا کہ جب یہ سفر میسر نہ ہو تو مین کیا کام کرون جس سے حج کا ثواب پاؤن اور اس اطاعت کی برکت سے بہرہ مند ہون امرا نے عرض کیا کہ اس ملک مین ایک درویش ہے جو مدتون حرم کا مجاور رہا ہے اور پابندی شرائط کے ساتھ ساٹھ حج اُسنے کیے ہین۔ اب گوشۂ تنہائی مین بیٹھا ہوا ہے اور لوگون کی آمد ورفت کا دروازہ بند کیے ہوئے ہے ؎

گشتہ زغوغاے خلائق ستوہ		پاے کشیدہ است بدامان کوہ	

شاید اُس سے آپ حج کا ثواب خرید سکین اور اُس کے ثواب کامل کا حاصل ہونا ممکن ہے۔ بادشاہ اپنی خوش اعتقادی سے جو اہل اللہ کے ساتھ رکھتا تھا درویش کی خدمت مین گیا اور دوران گفتگو مین کہا کہ حج کی آرزو میرے دل سے لگی ہوئی ہے اور ارکان دولت توقف مین بہتری دیکھتے ہین۔ سننے مین آیا ہے کہ آپ نے بہت سے حج کیے ہین۔ کیا ہو اگر ایک ثواب حج میرے ہاتھ بیچ ڈالیے تاکہ مجھے ثواب ملے اور آپ کو توشہ حاصل ہو۔ درویش نے کہا کہ مین اپنے کل حج کا ثواب تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون بادشاہ نے ایک حج کی قیمت دریافت کی۔ اُس نے جواب دیا۔ ہر ایک قدم کے معاوضہ مین جو مین نے راہ حج مین اُٹھایا ہے تمام دنیا اور دنیا کی تمام چیزین لون گا،، بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے قبضہ مین دنیا اور متاع دنیا کا ایک قلیل حصہ ہے جو ایک قدم کی بھی قیمت نہ ہوگی۔ لہذا ایک حج کی قیمت بتاؤ جسے مین خرید سکون۔ درویش نے کہا کہ تمام حج کی قیمت ادا کرنا آپ کے لیے بالکل آسان ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کسطرح۔ جواب دیا جب کسی مظلوم کے

مقدمہ مین تو عدل کرے اور ایک گھڑی دادخواہی کے کام مین مصروف رہے تو اُس کا ثواب مجھے بخشدے اور ساٹھ حج کا ثواب مین بخش دون۔ پھر بھی مین فائدہ مین رہون اور اس سودا مین نفع بسیار حاصل کرون۔

اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ کو فرائض اور سنن کے ادا کرنے کے بعد بندگان خدا کی اصلاح مین مشغول ہونے سے واجب تر کوئی کام نہین ہے اور انصاف سے موصوف ہوکر زندگی بسر کرنا اور رعایا کو عدالت وحمایت کی نظر سے دیکھنا چاہیے کیونکہ اگر عدالت کا پاس نہ ہو تو ارباب قوت وشوکت مخلوق کی کمزوری سے مصیبت ڈھاینگے اور جب ضعیف ہلاک ہون گے تو اقویا بھی اپنی جگہ پر نہین ٹھہر سکتے کیونکہ خلائق کی زندگی ایک دوسرے سے وابستہ ہے اور احوال مردم کا انتظام لغیر عدل کے ممکن نہین **قطعہ**

عدل نوریست کزو ملک منور گردد	وز نسیمش ہمہ آفاق معطر گردد
عدل پیش آر و مراد دل درویش برآر	تا ترا ہرچہ مرادست میسر گردد

عدالت کی فضیلت مین صرف یہی نکتہ کافی ہے کہ عادل تمام لوگون کا محبوب ہوتا ہے اگرچہ اُن لوگون کو اُس کے عدل سے فائدہ نہ پہونچا ہو اور ظالم تمام جہان کا دشمن ہے اگرچہ اُس کے ظلم سے اُن کو کچھ ضرر نہ پہونچا ہو۔ اس حالت کا مصداق اور اس گفتگو کا مقیاس نوشیروان عادل اور حجاج ظالم کا قصہ ہے۔ باوجودیکہ نوشیروان کافر اور آتش پرست تھا اور حجاج نے بحالت اسلام صحابہ وتابعین کو دیکھا تھا مگر جب لوگ نوشیروان کو یاد کرتے ہین تو اُس کی تعریف کرتے ہین اور جب حجاج کا ذکر آتا ہے تو اُس کے ظلم کی وجہ سے نفرت اور بُرا بھلا کہتے ہین **مثنوی**

دادگری شرط جہانداری ست	دولت باقی ز کم آزاری ست
مملکت از عدل شود پایدار	کار تو از عدل تو گیرد قرار

ہر کہ درین خانہ بشے داد کرد		خانہ فرداے خود آباد کرد	

ایک دن عبداللہ طاہر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ہمارے خاندان مین حکومت کب تک رہے گی۔ اُسنے جواب دیا کہ جب تک عدل و انصاف کی بساط اس ایوان مین بچھی رہے گی۔ قطعہ

تا پاے بادشاہ بود بر بساط عدل		بر فرق او نہادہ بود تاج سروری	
چون دست زآستین تغلب برون کند		باشد نصیب گردن او طوق مدبری	

حدیث مین آیا ہے کہ بادشاہ عادل خدا کی مہربانی کا سایہ ہے کہ ہر مظلوم اُس کے نیچے پناہ لیتا ہے ظاہر ہے کہ آفتاب کی تابش سے جس کسی کو تکلیف پہونچتی ہے تو آرام کے لیے سایہ مین پناہ لیتا ہے تاکہ اُسکی تکلیف راحت سے بدل جائے اسی طرح مظلوم بھی ہے کہ آفتاب ستم کی تابش اور شرارت ظلم کی حرارت سے تنگ آکر سایۂ خدا مین پناہ لیتا ہے جو بادشاہ سے مراد ہے تاکہ ظالمون کی بیداد سے امن و امان کے دراز سایہ مین آسایش و آرام حاصل کرے۔ مثنوی معنوی مین ہے۔ نظم

شاہ عادل سایۂ لطف حق است		ہر کہ دارد عدل لطف مطلق است	
خلق را در سایۂ خود جاے دہ		در شرف بر فرق گردون پاے نہ	

حکما لکھتے ہین کہ مخلوقات مین مساوات کا لحاظ رکھنا عدل کہلاتا ہے یعنے ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر غالب نہ بنائے اور ہر ایک جماعت کی حفاظت اُسکے مقام پر کرے۔

بادشاہ کے خدام اصل مین چار گروہ ہین۔ اوّل اہل شمشیر کیونکہ امرا اور اہل فوج اور یہ لوگ بمنزلہ آتش کے ہین۔ دوم اہل قلم کیونکہ وزرا اور منشی وغیرہ مثل ہوا کے ہین سوم اہل معاملہ کیونکہ بیوپاری اور صناع وغیرہ پانی کے قائم مقام ہین۔ چہارم

زراعت پیشہ لوگ کیونکہ یہ لوگ بمنزلۂ خاک کے ہیں پس جس طرح کہ عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر کا دوسرے پر غالب آنا انسان کا مزاج بگاڑ دیتا ہے اسی طرح ان اصناف چہارگانہ میں سے کسی گروہ کا غلبہ ملک کو تباہ کرتا ہے اور اصلاح عام نیز نظام امور بنی آدم منقطع اور شکست ہو جاتا ہے۔

ہر یکے را از خلق مرتبہ ایست	پیش ازین دور یافتہ تعیین
گر کس از حد خویش در گزرد	فتنہ ہا خیزد از یسار و یمین
ہر کسے را بجائے او بنشان	پس بدولت بجائے خود بنشین

فضائل عدل میں سے ایک یہ ہے کہ بادشاہ عادل کے اجزائے جسم میں خاک تصرف نہیں کرتی۔ حکایت ہے کہ کسی عالم نے مامون کی مجلس میں یہ حدیث بیان کی کہ بادشاہ عادل کی نعش قبر میں پراگندہ نہیں ہوتی اور اعضا ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے۔ مامون نے کہا کہ حدیث نبوی کے صحیح ہونے میں مجھے کچھ شبہہ نہیں ہے لیکن خواہش ہے کہ نوشیروان کو دیکھوں جو فی الحقیقت عدل کا نمونہ تھا اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان معجز نشان پر آیا ہے کہ میں بادشاہ عادل کے عہد حکومت میں پیدا ہوا ہوں۔ لہذا مامون نے مدائن جانے کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہونچا تو نوشیروان کا تابوت اُس کے سامنے کھولا گیا۔ مامون نے دیکھا کہ وہ اس طرح لیٹا ہوا ہے جیسے کہ کوئی شخص خواب میں ہو۔ انگلیوں میں تین انگوٹھیاں تھیں ہر ایک کے نگینہ پر ایک پند کندہ تھا۔ اول پند۔ دوست و دشمن کی خاطرداری کرو۔ دوم عقلا کے مشورہ بغیر کسی کام کو شروع نہ کرو۔ سوم رعایا کی رعایت میں فروگزاشت نہ کرو۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بالین پر ایک تختی آویزاں تھی اور اُس میں لکھا تھا کہ جو شخص چاہے کہ خدا اُسے دو جہان میں بزرگوار کرے تو اُس سے کہدو کہ

وہ اپنے زمانہ کے علما و حکما کی عزت و وقعت کرے اور جو شخص چاہے کہ اس کا ملک بڑھے تو اُسے چاہیے کہ انصاف کا دامن گیر ہو۔ مامون نے ان نصائح کی نقل لی اور اُس خاک نشین کو عطر آلود کر کے پوشیدہ کر دیا۔ منقول ہے کہ اسی معائنہ کے وقت مامون کے کسی ہمجلیس نے اجازت لیکر کہا کہ عدل کی ایک خاصیت یہ ہے کہ مرنیکے بعد خاک اُس کا نقصان نہین کرتی اور اگر کافر عادل سعادت اسلام کا خواہان ہو تو کیا عجب ہے کہ عقبیٰ مین ضرر آتش کو اُس سے دور رکھا جائے مامون نے اُسکے قول کو پسند کیا اور کہا کہ اُن وصایا کے نیچے اسے بھی لکھ دو۔ مثنوی

عدل در دنیا نکو نامت کند	در قیامت خوب فرجامت کند
اندرین عالم معظم سازدت	چون بدان عالم رسی بنوازدت

ارکان عدل مین داد خواہ کا کلام سننا ہے یعنی مظلومون کی بات کان لگا کر سُنے اور اُن کے کام کے درست کرنے مین توجہ کرے طول کلامی پر ملول ہو نہ کشیدہ خاطر کیونکہ بادشاہ طبیب کے مانند ہے اور مظلوم بمنزلہ بیمار کے ہے۔ مریض چاہتا ہے کہ اپنا تمام حال طبیب کے سامنے بیان کرے پس اگر طبیب اُس کی باتون پر کان نہ لگائے تو حقیقت مرض پر مطلع نہین ہو سکتا پھر بغیر تشخیص مرض علاج کیونکر ہو سکتا ہے ؎

تو طبیبی و منت بیمارم	حال دل از تو چہ پنہان دارم

حکایت ہے کہ ایک دن کسی بزرگ سے ایک شخص نے اپنا حال بیان کیا اُس نے توجہ نہ کی دوسری بار کہا پھر متوجہ نہ ہوا تیسری بار کہا تو اُس نے جواب دیا کہ کیون دردسر مین مجھے مبتلا کرتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ سر (سردار) تو آپ ہی ہین درد مین کہان لے جاؤن اسپر وہ بزرگ خوش ہوا اور اُسکی حاجت روائی کی ؎

سر بدآوردی بدولت پاے مردی کن بہ لطف
دسترس وادت خدا افتادگان را دست گیر

ایک بادشاہ نے کسی بزرگ سے دریافت کیا کہ کہتے ہین ہر چیز کی زکوۃ ہوتی ہے۔ سلطنت کی کیا زکوۃ ہے اُس نے جواب دیا کہ بادشاہی اور جہان داری کی زکوۃ یہ ہے کہ اگر کوئی مظلوم داد خواہی چاہے اور کوئی فریادی اپنی حاجت بیان کرے تو اسکی بات توجہ سے سنی جائے اور غمخواری و دلدہی سے بات کرے سخت جواب نہ دین۔ ضعفا اور فقرا سے بات کرنے مین شرم نہ کرین۔ کیونکہ چھوٹون سے گفتگو کرنا بزرگون کی خصلت مین داخل ہے۔ دیکھو حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام نے باوجود مالک سلطنت اور شرف بہ نبوت ہونے کے مور ضعیف کی بات سنی۔ شعر

نظر کردن بدرویشان بزرگی را بیفزاید
سلیمان با چنان حشمت نظرہا بود با مورش

حکایت ہے کہ دارالسلطنت چین مین ایک بادشاہ تھا جو زیور عدل سے آراستہ تھا اور نہال حال انصاف کی صفت سے پیراستہ تھا۔ ؎

ستم را زبان عدل را سود ازو
خدا راضی و خلق خوشنود ازو

ناگاہ اُسکی سماعت مین فرق پڑ گیا اور کان مین گرانی پیدا ہوگئی۔ اُس نے ارکان دولت کو جمع کیا اور اس طرح زار و نزار ہو کر رویا کہ تمام حاضرین اُسکے حال پر رو پڑے اور اُس کی تسلی کے لیے تدبیرین کین بادشاہ نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ تم لوگون نے خیال کیا ہوگا کہ مین حسِ سماعت کے کھو جانے پر روتا ہون نہین بلکہ مین جانتا ہون کہ قصور و کار ناحق کا انجام قویٰ اور حواس پر ظاہر ہوتا ہے پس ان مین نقص پیدا ہونے پر ایک خردمند کس قدر اندوہگین ہو سکتا ہے۔ میرا رونا اس لیے ہے کہ ناگاہ کوئی مظلوم دادخواہ بارگاہ مین فریاد کرے اور اسکی آواز مجھ تک نہ پہونچ سکے اور وہ محروم لوٹ جائے اور مین عنداللہ ماخوذ ہون اسی بارے مین مین نے غور و فکر کیا ہے۔ تمام شہر مین منادی کرا دو کہ سوا دادخواہ

کے کوئی شخص سُرخ لباس نہ پہنے تاکہ اس طرح مین مظلومون کی شناخت کرسکون اور اُن کی داد کو پہونچون ○

داد مظلومان بدہ مقصود محرومان برآر
دین و دنیا را بدین داد و دہش معمور دار

بکثرت ایسے بادشاہ ہو گذرے ہین جنھون نے دادخواہون اور مظلومون کی فریاد کو پہونچنے سے عذاب عقبیٰ سے نجات حاصل کی۔ چنانچہ اخبار مین آیا ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ایک دن زندہ ندی کے کنارے شکار کھیلا اور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے ایک سبزہ زار مین قیام کیا۔ بادشاہ کا ایک غلام دربان خاص قریب کے گانون مین داخل ہوا۔ اُسنے ایک گاے دیکھی جو نہر کے کنارے چر رہی تھی اُس نے گاے کو پکڑکر ذبح کیا اور گوشت کا کباب بنایا۔ یہ گاے ایک پیرزن کی تھی جس کے چار یتیم بچون کی زندگی گاے کے دودھ پر منحصر تھی۔ جب اُسکو یہ حال معلوم ہوا تو بیتابانہ اُس پل پر آئی جس پر سے کہ بادشاہ گزرتا تھا اور اُسکے گذرنے کے منتظر ہوئی۔ ناگاہ بادشاہ کی سواری آپہونچی۔ اُس نے دوڑکر عنان مرکب پکڑلی۔ خدامون نے تازیانہ نکال کر اُسکو ہٹانا چاہا مگر بادشاہ نے کہا کہ یہ مظلوم معلوم ہوتی ہے اسے نہ ہٹاؤ۔ دیکھون کس نے اسپر ظلم کیا ہے۔ پس پیرزن کی طرف روے سخن کرکے حکم دیا کہ جو کچھ کہنا ہے بیان کر۔ پیرزن نے بمطابق قول مصرع

مظلوم دلیر باشد و چیرہ زبان

زبان کھولی اور کہا کہ اے جوانمرد اگر میری داد کو اس پل پر نہ پہونچا اور گذر گیا تو قسم ہے عزت و جلال احدیت کی کہ پل صراط پر اپنا انصاف نہ چھوڑونگی اور تیرے دامن سے دست مخاصمت نہ ہٹاؤنگی اس وقت سوچ لے کہ ان دو پلون مین سے کس کو اختیار کرتا ہے ○

انصاف خود و داد من امروز بده	بدہی بہ از آن بود کہ بستانند ت

بادشاہ اُسکی گفتگو سے خوف زدہ ہوکر پاپیادہ ہوا اور پیرزن سے کہا کہ ہرگز ہرگز تیرا جواب پل صراط پر دینے کی طاقت مجھے نہین ہے۔ اپنا حال بیان کرتا کہ مین انصاف کرون۔

پیرزن نے عرض کیا کہ اے بادشاہ اسی غلام نے میرا چشمۂ عیش مکدر کردیا ہے اور میری اُس گاے کو ذبح کرڈالا ہے جس پر کہ میری اور میرے یتیم بچون کی زندگی منحصر تھی جسنے کہ میرے مارنے کے لیے ابھی تازیانہ اُٹھایا تھا۔

بادشاہ نے یہ سُنکر اُس غلام کو سزا دینے کا حکم دیا اور ایک گاے کے عوض ستر گائے اُسے دین۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب بادشاہ فوت ہوا پیرزن ہنوز زندہ تھی آدھی رات کو وہ بادشاہ کی قبر پر آئی اور بارگاہ احدیت مین اُسنے دعا مانگی اور کہا کہ اے الٰہی اس بندہ نے جو اسوقت خاک مین ہے۔ جس وقت کہ مین عاجز تھی میرا ہاتھ پکڑا اور مدد کی اب کہ وہ عاجز ہے تو اپنے کرم سے اُس کی دستگیری کر مین مجبور تھی اس نے تیرے عاجز مخلوق پر بخشش کی اب کہ وہ عاجز ہے تو اپنی شان خالقیت سے اُسے بخش دے ایک عابد نے بادشاہ کو خواب مین دیکھا اور دریافت کیا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر اُس پیرزن کی دعا میری فریاد کو نہ پہونچتی تو خدا کے چنگل عذاب سے رہائی ناممکن تھی۔ نظم

گفت کہ بر رہگذر آن گندہ پیر	گر بد عالم نشدی دستگیر
بے نظر رحمت بادشاہ	حال من عنم زدہ بودی تباہ
تزادمن اور ابد عارہ نمود	فیض دعالیش در رحمت کشود

عدل کا دوسرا رکن احکام الٰہی کی بجا آوری ہے۔ احکام شرع کے موافق و مطابق عمل ہونا چاہیے خشم و رضا کی حالت مین حق کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ کیونکہ

اس کا حکم تمام احکام سے بالاتر ہے جس نے کہ حکم الٰہی سے سرتابی نہ کی اُسکے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کرسکتا ہے

	ہر جا کہ بادشاہ وسلاطین و سروری ست	
	محکوم آستان درِ کبریای اوست	

نقل ہے کہ خلافت مامون کے زمانہ مین کسی نے گناہ کیا اور شہر سے فرار ہو گیا اس کے بھائی کو حکام نے مامون کے سامنے پیش کیا خلیفہ نے اُسے حکم دیا کہ اپنے بھائی کو حاضر کرو ورنہ اُسکے عوض مین قتل کیے جاؤگے اس شخص نے کہا کہ اے خلیفہ اگر تیرا کوئی ملازم مجکو قتل کرنا چاہے اور تو حکم بھیجے کہ اسے چھوڑ دو تو وہ حاکم چھوڑ دے گا یا نہین۔ مامون نے جواب دیا کہ ہان چھوڑ دے گا اس نے کہا بس مین اپنی رہائی کے بارے مین ایسے حاکم کا حکم لایا ہون جس کی مہربانی سے تو حاکم ہوا ہے مامون نے کہا وہ کیا حکم ہے۔ اُسنے بیان کیا کہ خدا ے عزوجل فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۵۱ مامون اس کلام سے نہایت متاثر ہوا اور کہا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس نے نہایت محکم حکم بیان کیا ہے۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۵۲ قطعہ

	بالاتر از مقولہ چون وچرا بود		حکمی کہ آن ز بارگہ کبریا بود
	خود زہرہ مخالفت آن کرا بود		حکمی کہ صادر است ز دیوان لم یزل

حکایت ہے کہ عمرو لیث نے ایک شخص کو کسی صاحب غرض کے کہنے پر قید کر دیا قیدی کی ماں عرضی لکھا کر سر راہ کھڑی ہو گئی۔ جب عمرو اس جگہ پر پہونچا تو پیرزن نے جلدی سے کاغذ نکالا کہ عمرو کے ہاتھ مین دیدے۔ عمرو کا گھوڑا تیز وتند تھا بھڑک گیا اور عمرو غصہ مین آیا اور کہا کہ اس ضعیفہ کو ہٹا دو اور وہان سے چلا گیا۔ پھر دوسری بار ضعیفہ

---

۵۱ اور نہ اُٹھائے گا کوئی دوسرے کا بوجھ۔

۵۲ آگاہ ہو کہ حکم اُسی کا ہے اور وہ اچھا حاکم ہے۔ ۱۲

کھڑی ہوئی اور عمرو گذر گیا۔ تیسری بار اسنے فریاد کی۔ عمرو نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگون نے بیان کیا کہ فلان قیدی کی مان ہے عمرو اُس سے خفا تھا منھ پھیر لیا اور متوجہ نہ ہوا۔

ضعیفہ نے کہا اے بادشاہ میرے بے گناہ لڑکے کے بارے مین تیرا کیا حکم ہے اُسنے کہا کہ سو ضرب بید لگائے جائین اور منھ سیاہ کر کے شہر مین گشت کرائین اور منادی کرین کہ بادشاہ کی عدالت مین گنہگارون کی یہی سزا ہے۔ پیرزن نے کہا کہ یہ حکم تو دیتا ہے عمرو نے کہا ہان مین حکم دیتا ہون۔ ضعیفہ نے کہا کہ جب ہر حکم تو ہی دیتا ہے تو خدا کا حکم کدھر گیا۔ اس گفتگو کے سُننے سے عمرو کے بدن مین لرزہ پڑ گیا اور بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش مین آیا تو حکم دیا کہ قیدی کو باہر لا کر خلعت خاص پہنایا جائے اور خاص مرکب پر سوار کر کے شہر و بازار مین گشت کرائین اور منادی کرین کہ جو حکم خدا کرے عمرو لیث اپنا حکم خاطر مین نہین لاتا۔

	او حاکم است و ماہمہ محکوم حکم او		مارا چہ اعتبار بود حکم حکم اوست

عدل کا دوسرا رکن رعیت کے بارے مین خلوص نیتی اور اُن کی خیر خواہی ہے کیونکہ اس باب مین بادشاہ کی نیت کا عجیب اثر پڑتا ہے۔ اگر عدل کی نیت کرے تو برکت سے اچھا نتیجہ پیدا ہوا اور اگر نعوذ باللہ اُس کے خلاف ہو تو برکت اُٹھ جاتی ہے اور رعایا کی جمعیت پراگندہ ہو جاتی ہے شیخ مصلح الدین سعدی نے اسی معنی کو نظم مین ادا کیا ہے۔

	دران کوش تا ہر چہ نیت کنی کہ سلطان اگر نیت بد کند		نظر در صلاح رعیت کنی ہمہ جہانے بہم بر زند

حکایت ہے کہ ایک دن بادشاہ قباد شکار گاہ مین اپنے لشکر سے جدا ہو گیا ہوا گرم تھی پیاس کے مارے بے طاقت ہو رہا تھا۔ ہر طرف دیکھتا اور سایہ و سر چشمہ

ڈھونڈھتا تھا دور سے کچھ سیاہ چیز نظر پڑی۔ گھوڑا اُس طرف لے گیا دیکھا کہ جنگل مین ایک پُرانا خیمہ قائم ہے اور ایک ضعیفہ اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔ جب قباد پہونچا تو ضعیفہ خیمہ سے باہر نکلی اور باگ تھام کر بادشاہ کو اُتارا اور ماحضر پیش کیا قباد نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔ خواب کا غلبہ تھا۔ کچھ دیر تک آرام کیا۔ جاگا تو شام ہوگئی تھی۔ رات کو وہین ٹھہرا۔ نماز شام کے بعد صحرا سے ایک گاے آئی۔ لڑکی نے دودھ دوہا جو بہت سا نکلا قباد کو اس پر نہایت تعجب ہوا اور دل مین کہا کہ یہ جماعت صحرا مین اس لیے اقامت گزین ہے کہ اُنکے اسرار پر کسی کو اطلاع نہ ہو۔ روز اس قدر دودھ ان کو ملتا ہے۔ اگر ہفتہ مین ایک دن بادشاہ کو دے دیا کرین تو خزانہ مین توفیر ہو اور اُنکے مال مین کچھ کمی نہ ہو۔ اس نے ارادہ کیا کہ دارالسلطنت مین پہونچکر اس حکم کو نافذ کرون گا۔

جب صبح ہوئی تو لڑکی نے پھر دودھ دوہا مگر اس مرتبہ تھوڑا ہی سا دودھ نکلا۔ وہ لڑکی فریاد کرتی ہوئی اپنی مان کے پاس دوڑی اور کہا کہ اے مان دعا کر کیونکہ بادشاہ نے ظلم کی نیت کی ہے قباد کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ تجھے کس طرح معلوم ہوا اُس نے جواب دیا کہ گاے روز دودھ زیادہ دیتی تھی آج اُسنے بہت کم دیا ہے جب بادشاہ کی نیت بد ہوتی ہے تو حق سُبحانہ تعالی برکت اُٹھا لیتا ہے۔ قباد نے کہا تو سچ کہتی ہے اور اس نیت کو دل سے دور کیا اور کہا کہ اب تو دوہ لڑکی نے ایسا ہی کیا اور مثل سابق خوب دودھ نکلا۔ دوڑ کر اپنی مان کو اس کا مژدہ سُنایا۔ اسی موقع کے لحاظ سے کہتے ہین کہ بادشاہ عادل برسنے والے ابر اور چمکنے والے آفتاب سے بہتر ہے۔ حکیم فردوسی کہتا ہے

نظم

ہر آن نم گز ابر بہاران بود		در اندیشۂ شہریاران بود	
چو بدگردد اندیشۂ بادشاہ		نیاید زمین نم بوقت ہوا	

چو عادل بود شه ز سختی منال	که عدلش بہ است از فراخی مال

اسی مطالب کی ایک اور حکایت ہے کہ کسی وقت جب کہ ہوائے گرم چل رہی تھی بہرام گور ایک باغ مین پہونچا بڈھا باغبان موجود تھا۔ بہرام نے کہا کہ اے باغبان اس باغ مین انار بھی ہے۔ اُس نے کہا ہان بہرام نے کہا کہ تھوڑا سا شربت انار لاؤ۔ باغبان گیا اور ایک پیالہ شربت انار سے بھرا ہوا لایا بہرام نے اُسے پیا اور باغبان سے دریافت کیا کہ اس باغ کی کتنی آمدنی ہے۔ جواب دیا تین سو دینار پھر پوچھا کہ محصول کس قدر دیتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ہمارا بادشاہ درختوں پہ کچھ محصول نہین لیتا اور زراعت سے عُشر حصہ محصول لیتا ہے۔ بہرام نے سوچا کہ میری مملکت مین بہ کثرت باغ ہین اگر ہر باغ کی آمدنی کا دسوان حصہ خزانہ مین داخل ہو تو رقم کثیر ہاتھ آئے اور رعایا کو بھی چندان نقصان نہ ہو بعد ازین خراج محصول باغات کے لینے کا بھی حکم دون تھوڑی دیر کے بعد شربت انار کا دوسرا پیالہ مانگا۔ باغبان گیا اور بڑی دیر کے بعد ایک پیالہ لایا بہرام نے پوچھا کہ پہلی مرتبہ تو جلد آیا تھا اور اب کی اس قدر دیر مین اور پھر بھی پیالہ خالی ہے۔ باغبان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہی بادشاہ ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ اے جوان میری کچھ خطا نہین بلکہ بادشاہ کی خطا ہے جس نے کہ اس وقت ظلم کی نیت کی ہے۔ اسی وجہ سے میوہ کی برکت جاتی رہی پہلی مرتبہ ایک ہی انار سے اس قدر پانی کھنچا تھا اور اس مرتبہ دس انار کے نچوڑنے پر بھی اس قدر حاصل نہ ہوا بہرام اس گفتگو سے نہایت متاثر ہوا اور اپنے منصوبہ کو دل سے نکال کر پھر شربت انار مانگا باغبان گیا اور جلد ہنستا ہوا باہر نکلا اور بھرا ہوا پیالہ بہرام کے ہاتھ مین دیکر کہا کہ اے سوار عجیب بات ہے کہ بادشاہ کی نیت ظلم بدل گئی اور فی الفور اسکا اثر ظاہر ہوا کہ ایک ہی انار مین پیالہ بھر گیا۔ بہرام نے صورت حال باغبان سے

بیان کی اور اپنی نیت اور اُسکے تغیر کا قصہ سُنایا ۔ یہ گفتگو اُس دولتمند بادشا
کی صفحہ روزگار پر باقی رہ گئی تاکہ سلاطین اس سے نصیحت حاصل کرین اور ا
نیت کا مقصود فلاح رعیت مین منحصر کرین ٭

ہر شاہ کہ او نیت خود راست کند	
یابد زخدا اے انچہ درخواست کند	

حکما کا قول ہے کہ عدل خوب ترین فضیلت ہے اور ظلم بدترین رذیلت
عدل کا نتیجہ بقاے ملک توسیع ملک ۔ خزانہ کی معموری ۔ قصبات اور شہرون
آبادی ہے ۔ اور ظلم کا ثمرہ زوال مملکت اور بربادی خزانہ ہے ۔ ہوشنگ
نے جو نصیحت اپنے بیٹے کو کی تھی اُس مین مذکور ہے کہ اے پسر علامات ظا
مٹا دینا اور جور وجفا کے پھریرے سرنگون کردینا ۔ مظلومون کے ناوک آہ ا
محرومون کے نالۂ زار سے پرہیز کرنا چاہیے ٭

انجم یک پیرزن کند بہ سحر		نکند صد ہزار تیر و تبر	

اپنے انجام اور بھلائی کے لیے غور کرو کہ ظلم وجور تبدیل نعمت اور تغیر دول
کا سبب ہے رعیت سے مناقشہ نہ کرو جو بے شبہہ تباہی کا باعث ہے

از رعیت شہے کہ مایہ ربود		بُن دیوار کند و بام اندود	

ارباب حکمت نے اس باب مین بطور مثل اور اہل ظاہر نے بطور حکایت
بیان کیا ہے کہ سلطان محمود نے اپنے ارکان دولت سے بیان کیا کہ جو آد
سب سے زیادہ بیوقوف ہو اُسے تلاش کرکے لاؤ ۔ چنانچہ تمام حکما اور مصاح
چارون طرف بھیجے گئے ۔ یہ لوگ احمق کی تلاش مین مشغول ہوئے اور ڈھون
مین بڑی محنت کی ۔ بالآخر ایک آدمی کو دیکھا جو ایک بلند شاخ پر بیٹھا ہوا کلھا
سے اُسکی جڑ کاٹ رہا تھا ۔ یہ ظاہر تھا کہ اگر وہ شاخ کٹ جائیگی تو وہ شخص اس

بلندی سے ضرور نیچے گر پڑیگا اور اگر بالفرض ہزار جان بھی رکھتا ہو تب بھی ایک جان سلامت نہ بچ سکتی تھی۔ سبھون نے اتفاق کیا کہ اس سے بڑھکر اور کوئی بیوقوف دنیا مین نہین ہے۔
چنانچہ اُسے پکڑکر سلطان کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا اُس کا بیان کیا۔ سلطان محمود نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ احمق ایک شخص ہے۔ سبھون نے نام دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ ظالم حاکم ہے جو رعیت پر جور و ستم روا رکھتا ہے اور اپنے کو اُس سے بدبخت اور پریشان حال بناتا ہے۔ نظم

رعیت چو بیخند و سلطان درخت	درخت اے پسر باشد از بیخ سخت
بتر بر بُن آن درختے مزن	کہ بالائے شاخش گرفتے وطن
کہ چون سست گردید بیخ درخت	ز پائے اندر آید بیک بادسخت
کسے کو جفا و ستم می کند	یقین ست کو بیخ خود می کند

امالی مین خواجہ امام المخاطب بہ خطیب مدنی نے ذکر کیا ہے کہ سمرقند مین ایک ظالم تھا۔ تمام خلائق اُسکے ظلم و ستم اور تعدی سے شکنجۂ عقاب مین تھی۔ جب بارگاہ رب الصمد مین اُسکے ظلم و ستم کی بے انتہا فریاد ہوئی تو ایک رات کو جبکہ وہ بالاخانہ مین سو رہا تھا۔ ہوا سے ایک تیر آیا اور اُس کے سینے مین گھس کر پشت سے پار ہوگیا۔ فی الفور ہلاک ہوا۔ صبح کو تیر سینے سے نکالا گیا۔ اُس پر یہ شعر لکھا تھا۔

بتغی وللبغی سھام ننتظر	انفذ فی الاضلاع من وخز الابر
تو ظلم کرتا ہے حالانکہ مظلومونکے پاس ایسے تیر ہین	جو سینے مین سوئی سے بھی زیادہ پیوست ہوجاتے ہین

ایک بزرگ نے اسی معنی کو نظم مین یون ادا کیا ہے۔ قطعہ

ہان اے نہادہ تیر جفا بر کمان ظلم	اندیشہ کن ز ناوک دلدوز در کمین

گر تیر تو زجوشن فولاد بگذرد | پیکان آہ بگذرد از کوہ آہنین

حکیم خاقانی نے کیا خوب لکھا ہے۔ نظم

بترس از تیر باران ضعیفان در کمین شب | کہ ہرگز ضعف نالان تر قوی زخم پیکانش
بترس از آہ مظلومے کہ بیدار است خون بارش | تو خوش خفتہ ببالین تو آید سیل بارانش

الحمد للہ کہ شہزادہ کامگار کی بدولت اس وقت وہ کیفیت ہے کہ تمام اہل جہان خوش ہین نہ صرف ساکنان مرو بلکہ تمام اہالی خراسان کمال شادمان ہین کہ اہل عدل و فضل کے آثار و انوار تمام اطراف مین پھیل گئے ہین اور فرش اقبال بساط شفقت پر بچھا ہوا ہے۔ خیرخواہ مملکت اسپر ناز کرتے ہین اور اعداے بدنہاد تیغ آبدار سے لرزان و ترسان ہین۔ قطعہ

معین دولت و ملت ابوالمحسن شہنشاہی | کہ باشد رایت قدرش فراز قبہ خضرا
زمین از عدل او تازہ زمان از فیض او خرم | رعیت شاد ملک آباد خلق آسودہ از غوغا
زہے دارای دین پرور کہ بر منشور اقبالش | کشیدہ کاتب حکم ازل طغرای استعلا
ہمیشہ تا بود دوران ہمیشہ تا بود گردون | بود گردون ترا تابع بود دوران ترا مولا

سولھوان باب عفو کے بیان مین

اور وہ گنہگار کی سزا کا ترک کرنا ہے بحالیکہ اُس پر قدرت حاصل ہو اور یہ خصلت فضیلت مین تمام خصلتون سے بڑھکر ہے۔ اور حق سبحانہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی صفت کے متعلق حکم کیا ہے کہ خذ العفو یعنی عفو کی عادت اختیار کر اور ان گناہون سے تجاوز کر جو تیری طرف منسوب کیے گئے ہون اسی وجہ سے جس دن حضرت رسالتمآب نے مکہ فتح کیا تو تمام سرداران قریش کو آزاد کردیا جنھون نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفین پہونچائی تھین اور فرمایا انتم الطلقاء

یعنی تم لوگ آزاد ہو اور اُنکے دلون کو مژدہ عفو سے خوش کیا اور فرمایا لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُم - رباعی

ما عادت خود بہانہ جوئی نکنیم	جز نیکی خلق و نیک خوئی نہ کنیم
وانہا کہ بجاے ما بدیہا کردند	ما با ایشان بجز نکوئی نہ کنیم

حکما کہتے ہین کہ جس قدر گناہ بڑا ہو - عفو کرنے والے کی فضیلت زیادہ ہے - حکایت ہے کہ کوئی مجرم شاہان عرب مین سے کسی کے پاس آیا جسنے بادشاہ کے کئی عزیز مارڈالے تھے - بادشاہ نے کہا کہ کسقدر جرأت کی بات ہے کہ باوجود ایسے گناہ کبیرہ کے جو تو نے میرے عزیزون کے ساتھ کیے ہین میری عقوبت سے نہ ڈرا اور میرے پاس چلا آیا - مجرم نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مین جانتا ہون جس قدر میرا گناہ بڑا ہوگا - اُسی قدر تیری جانب سے عفو بھی بڑی ہوگی - ملک عرب نے اُس کا کہنا پسند کیا اور اُس کے گناہون کو معاف کر کے مواہب و عطایا سے سرفراز کیا - کسی مقرب خادم نے بادشاہ سے دریافت کیا کہ ایسے دشمن پر قابو پاکر انتقام کیون نہ لیا اور اُس کی باتون مین آگیا - بادشاہ نے جواب دیا یہ بات نہین ہے بلکہ مین نے خود سوچا کہ اگر انتقام لون تو میرا نفس خوش ہوگا اور تسلی پائے گا اور اگر معاف کردون تو اس کا دل خوش ہوگا اور مجھے دنیا مین نیکنامی اور عقبیٰ مین ثواب حاصل ہوگا مین یہ جانتا ہون کہ مصرع

در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

خلیفہ ماموں سے منقول ہے کہ اگر لوگون کو معلوم ہو کہ عفو مین مجھے کیا لذت حاصل ہوتی ہے اور کسی کے گناہ سے درگذر کرنے مین کیا خوشی ملتی ہے تو میری بارگاہ مین بجز تحفہ گناہ کے اور کچھ نہ لائین - قطعہ

سلہ تم پر کچھ سرزنش نہین ہے ۱۲

مجرم گر این دقیقہ بداند کہ دمبدم	مارا چہ لذتیست زعفو گناہگار
ہموارہ ارتکاب جرائم کند بعمد	پیوستہ نزد ما گنہ آرد باعتذار

اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ فلان گنہگار کے بارے مین تیری کیا رائے ہے حکیم نے جواب دیا اے بادشاہ اگر گناہ نہ ہوتا تو عفو کی صفت جو بہترین صفت ہے ظاہر نہ ہوتی۔ پس گناہ عفو کا آئینہ ہے اور گنہگار اس صفت کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بارے مین چاہیے کہ اس معنی کا اظہار ہو۔ ؎

گناہ آئینہ عفو و رحمت است اے شیخ
مبین بچشم حقارت گناہگاران را

اسکندر نے پوچھا کہ عفو کس وقت اچھا ہے۔ جواب دیا جب دشمن پر قدرت اور غلبہ حاصل ہو جائے تاکہ اس عفو سے غلبہ کی شکرگذاری ہو سکے۔

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے دشمن پر فتح پائی۔ بادشاہ نے غنیم کے سردار کو قید کیا اور سیاست گاہ مین لاکر اس سے دریافت کیا کہ اپنے کو کس حالت مین دیکھتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ خدا جس چیز کو دوست رکھتا ہے وہ عفو ہے اور تو جس چیز کو دوست رکھتا ہے وہ فتح و ظفر ہے۔ جب اس نے تیری محبوب چیز فتح تجھ کو عنایت کی تو عفو پر اب تو کاربند ہو جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ پس سلاطین کو چاہیے کہ مجرم سے ترک انتقام کرین اور قدرت انتقام کے شکرانہ مین خجلت زدہ گناہگار کو عفو سے سرفراز کرین جو کہ سلاطین عالم کا طریقہ تھا۔ ؎

زابتدائے دور عالم تا بعہد پادشاہ
از بزرگان عفو بودست از فرودستان گناہ

حکایت ہے کہ کسی مصاحب شاہی نے گناہ کیا تھا اور تادیب و تعذیب

کے لیے گرفتار ہو کر آیا تھا۔ بادشاہ نے اپنے کسی خاص شخص سے مجرم کے بارے میں مشورہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر بندہ آپ کی جگہ پر ہوتا تو سزا کا حکم دیتا بادشاہ نے کہا کہ اس وقت تو میری جگہ پر ہے۔ لہذا میرا عمل تیرے عمل کے خلاف ہونا چاہیے۔ میں نے اسے معاف کر دیا کیونکہ اگر گناہ نے اس کے ساتھ بُرائی ظاہر کی ہے تو عفو میرے ساتھ نیکی کرے گا ۔

گر عظیم ست از فرو دستان گناہ	عفو کردن از بزرگان اعظم ست

اور جب کوئی شخص اپنے کیے ہوئے گناہ پر پشیمان ہو اور جانے کہ خداوند کریم اُسے مُعاف کر دے گا تو اپنی طرف سے گنہگار کے معاف کر دینے میں تامل نہ کرنا چاہیے تاکہ خدا بھی اُس کو معاف کر دے ۔

اگر توقع بخشایش خدا داری	زروے عفو و کرم بر گناہگاران بخش

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک آدمی کو کسی کام پر بھیجا تھا اور اُس سے کوئی کام بادشاہ کے ناپسند مزاج سرزد ہوا۔ بادشاہ نے اُس کو معزول کر کے قید کا حکم دیا اور پایۂ تخت میں بلا کر عتاب و خطاب شروع کیا۔ اُس بیچارے نے کہا کہ اے بادشاہ تو بھی کل کے دن احکم الحاکمین کے روبرو موقع عتاب پر کھڑا ہو گا اُسوقت تجھے کس چیز کی خواہش ہو گی اُس نے جواب دیا عفو الٰہی کی۔ مجرم نے عرض کیا کہ تو میرے حق میں بھی عفو سے کام لے کہ عفو الٰہی عفو شاہی سے وابستہ ہے ۔

من بپیش تو مجرم و تو در پیش خدائے	گر عفو کنی تو از تو ہم عفو کند

بادشاہ کو اُس کی گفتگو پسند آئی اور اُسے قید سے رہا کر کے پھر اُسی مفوضہ کام پر روانہ کر دیا۔ مثنوی

عفو فرمودن مبارک خصلتے ست	ہر کہ دارد عفو صاحب دولتے ست

دل ز نورِ عفو روشن می شود	وز نسیمش سینہ گلشن می شود
دوست دارد عفو را پروردگار	انچہ ایزد دوست دارد دوست دار

خدا کی مقرر کردہ سزا کون مین عفو نہ کرنا چاہیے بلکہ اُس موقع پر قہر و غضب سے کام لینا چاہیے۔ نظم

اگر آن جرم را حدی ست شرعی	نباید داشت آنجا عفو مرعی
کہ عفو او دران اجرای حد ست	بلا را حدِّ شرعی ہمچو سد است

سترھوان باب حلم کے بیان مین

اخلاق الٰہی مین سے ایک حلم بھی ہے جیسا کہ خود خدا فرماتا ہے۔ وانّ اللہ غفور حلیم[۱] اور تمام انبیا اور اولیا کو اس صفت سے حصہ دیا ہے تاکہ وہ حلم کی قوت سے غضب کی تیزی کو روکین جو کہ ایمان کا مفسد اور لشکر شیطان کا پیشرو ہے حدیث مین آیا ہے کہ تم مین قوی تر وہ شخص نہین ہے جو لوگون کو گراتا اور پانون کے نیچے روندتا ہے بلکہ وہ شخص ہے جو غضب کی حالت مین اپنے اوپر غالب آئے اور نفس کا مالک رہے۔ ؎

مردی گمان مبر کہ بزور است و پر دلی	با خشم گر برآئے دانم کہ کاملی

انجیل مین مذکور ہے کہ بادشاہون کو واجب ہے کہ اپنے نفس کو حلم کی ریاضت مین ڈالین اور فرمانبرداری مین راضی رکھین تاکہ خلاف مزاج باتین سُنکر غصہ مین نہ آئین کیونکہ اُنکو قدرت اور غلبہ حاصل ہے اور رعایا اُن کی مطیع ہے اگر غصہ کی حالت مین حلم سے کام نہ لین اور محکوم پر غضب کے وقت بردباری نہ کرین اور زیردستون کے ہر قول و فعل پر خفا ہون

[۱] بے شک اللہ غفور و حلیم ہے ۱۲

تو بے شک لوگ برباد ہو جائینگے اور ملک کی رونق جاتی رہے گی کسقدر درست اور مناسب کہا ہے۔ نظم

بردباری خزینۂ خرد ست	ہر کرا حلم نیست او چو دوست
دیو بند ست حلم اگر دانی	غضب از دست اوست زندانی

حلیم آدمی وہ ہے کہ اُس کا سیلاب غضب اپنے رہگذر کے سربفلک پہاڑون کو اُکھاڑ پھینکے۔ اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور اُسکے غیظ و خشم کے شعلے جو کرۂ نار کو خطرہ مین ڈال دین۔ اُس پر اثر نہ کرسکین۔ بغیر حلم کی مدد کے کسی بادشاہ کی آتش غضب نہین بجھتی اور بغیر بردباری کے رعایا کی گفت و شنید کا بار نہین اُٹھا سکتا پس عادل بادشاہ وہ ہے جو حلم کو اپنا زیور بنائے اور اُسکی امداد سے عالم سوز غیظ و غضب کی بنیاد اُکھاڑ پھینکے۔ نظم

چو حلم اندر آمد غضب گشت پست	غضب راہمین بردباری شکست
ستون خرد بردبارے بود	سبک سر ہمیشہ بخواری بود

سلیمان وراق سے لوگ بیان کرتے ہین۔ کہ ایک دن مین خلیفہ مامون کی خدمت مین تھا۔ ایک یاقوت کا نگینہ نظر آیا جو چار انگشت لمبا اور دو انگشت چوڑا تھا۔ صفائی اور چمک مین [illegible]شید تابان اور مشتری درخشان کے مانند تھا مامون نے ایک زرگر کو بلا کر کہا کہ ایک انگوٹھی بنا کر یاقوت کو اُس مین جڑ دو زرگر اُسے لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن بھی مین خلیفہ کی خدمت مین حاضر تھا جبکہ اُسنے انگوٹھی کو یاد کر کے زرگر کو طلب کیا۔ وہ آیا تو مین نے دیکھا اُسکے بدن مین رعشہ پڑا ہوا ہے اور بید کی طرح لرز رہا ہے۔

مامون نے اس تغیر کا سبب پوچھا۔ زرگر نے کہا اگر امان ملے تو عرض کرون۔ مامون نے منظور کیا۔ زرگر نے نگینہ کے چار ٹکڑے نکالے اور کہا کہ اے خلیفہ جب

مین انگشتری تیار کرچکا اور چاہا کہ نگینہ کو اُس مین جڑ دون کہ دفعتہً نگینہ سندان پر چھوٹ پڑا اور اُسکے چار ٹکڑے ہوگئے خلیفہ نے مسکرا کر حکم دیا کہ اب چار انگشتری بنا لاؤ۔ تیرا اس مین کچھ قصور نہین ہے یہ صورت حال جو مامون سے ظاہر ہوئی غایت حلم و بردباری پر مبنی تھی۔ نظم

حلم سرمایۂ کمال بود حلم شادی فزائے ہر جل ست	سبب عزت و جلال بود مومیائی ہر شکستہ دل ست

نوشیروان نے ابوزرجمہر سے پوچھا کہ حلم کسے کہتے ہین۔ اُس نے جواب دیا کہ خوان اخلاق کا نمک ہے کیونکہ حلم کے حروف کو پلٹو تو ملح ہوتا ہے جسطرح کہ کوئی غذا بغیر نمک کے مزہ دار نہین ہوتی۔ اسی طرح کوئی خلق بغیر حلم کے باجمال نہین ہوتا نوشیروان نے دریافت کیا کہ حلیم کی علامت کیا ہے حکیم نے جواب دیا کہ حلیم کی تین نشانیان ہین۔ اول یہ کہ اگر کوئی ترش رو اور سخت گو تلخ گفتگو کرے تو حلیم جواب شیرین دے اور اگر اُسکا فعل حد سے تجاوز کر جائے تو اُسکے مقابلہ مین احسان سے پیش آئے۔ قطعہ

باتو گویم کہ چیست غایت حلم ہر کہ بخراشدت جگر بجفا کم مباش از درخت سایہ فگن	ہر کہ زہرت دہد شکر بخشش ہمچو کان کریم زر بخشش ہر کہ سنگت زند ثمر بخشش

دوسری علامت یہ ہے کہ جس حالت مین آتش غیظ شعلہ زن ہو اور غیظ و غضب کا تمام تر غلبہ ہو تو خاموشی اختیار کرے جو اطمینان دل اور تسکین روح کی علامت ہے۔ درویشان سالک غصہ کا علاج یون ہی کرتے ہین تیسری علامت یہ ہے کہ غصہ کو پی جائے جب کوئی فی الحقیقت عقوبت کا مستحق ہو۔ حکایت ہے کہ سبط پیغمبر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے مہمانان شرفائے عرب کے ساتھ

دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے - آپ کا خادم گرم شوربے کا پیالہ لیے ہوئے آیا مگر بوجہ غایت دہشت اُس کا پاؤن فرش پر پھسل پڑا اور اُسکے ہاتھ سے پیالہ آپ کے سر پر گر پڑا اور شوربا آپ کے رخسار مبارک پر بہا - امامؓ نے از راہ تادیب نہ تعذیب غلام کو دیکھا اُس نے پڑھا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ[۵۱] - آپ نے فرمایا غصہ مین پی گیا - پھر غلام نے پڑھا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ[۵۲] - آپ نے فرمایا کہ مین نے معاف کر دیا پھر غلام نے باقی آیت پڑھی - وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ[۵۳] - آپ نے فرمایا مین نے تجھے آزاد کر دیا اور تیری معیشت اپنے ذمہ لی **مثنوی**

بدی را مکافات کردن بدی	بر اہل صورت بود بخردی
بمعنی کسانے کہ پے بردہ اند	بدی دیدہ و نیکوئی کردہ اند

اخبار مین آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ تمام چیزون مین سخت تر کیا چیز ہے آپ نے جواب دیا کہ خدا کا غصہ - پوچھا غضب الٰہی سے محفوظ رکھنے والی کیا چیز ہے - فرمایا - اپنے غصہ کا ترک کرنا - حضرت مولوی معنوی نے اپنی مثنوی مین اسی معنے کا اشارہ کیا ہے **مثنوی**

گفت عیسیٰ را یکے ہشیار سر	چیست در ہستی ز جملہ صعب تر
گفت ایجان صعب تر خشم خدا	کہ ازان دوزخ ہمی ترسد چو ما
گفت زین خشم خدا چہ بود امان	گفت ترکِ خشم خود اندر زمان
ترک خشم و شہوت و حرص آوری	ہست مردی در رہ پیغمبری

اور جاننا چاہیے کہ اکثر موقعون پر غضب حلم سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ غیظ و غضب بجہت

۵۱ اور پینے والے غصہ کے ۱۲

۵۲ اور معاف کرنے والے لوگون کے - ۱۲

۵۳ اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والون کو - ۱۲

حرص وطمع یا بربنائے تکبر وخودداری مذموم ہے مگر علامات مذہب کی آگاہی اور حفاظت مراسم شرع کے لیے نہایت پسندیدہ ہے مثلاً اگر کوئی شخص اپنے اہل حرم کی خیانت پر حلم کو راہ دے تو یہ عقلاً۔ شرعاً اور عرفاً مذموم ہے۔ اور ایسا آدمی اہل مروت کی نظر سے ساقط ہو جائیگا۔ جبکہ غیرت سے بے غضبی اور درشتی پیدا ہو۔ آدمی کا کمال اس مین ہے کہ حلم وغضب کے مواقع کو صحیح طور پر تمیز کرے تاکہ جس موقع پر جو مناسب ہو عمل مین لائے ؎

قہر و لطف اندر محل خود نکوست	جائے گل گل باش وجائے خار خار

اٹھارھوان باب خُلق اور رفق کے بیان مین

خلق سے خوش خوئی مراد ہے اور رفق سے نرمی اور دلجوئی۔ ایک مین ملاطفت کو برتنا اور دوسرے مین ملائمت سے کام لینا مراد ہے۔ تمام نعمتون سے بڑھ کر نعمت اور تمام خصلتون سے زیباتر خصلت خلق ہے جب حق تعالی نے ایمان کو پیدا کیا تو ایمان نے کہا کہ اے خدا مجھے قوی کر تو حق تعالی نے اسے نیک خوئی اور سخاوت سے مضبوط کیا اور جب کفر کو پیدا کیا تو اُس نے بھی کہا کہ خدایا مجھے قوی بنا تو حق تعالی نے اُسے تند خوئی اور بخل سے قوت دی۔ اور حدیث مین آیا ہے کہ بخیل اور بدخلق آدمی بہشت مین نہ داخل ہوگا ؎

من نہ دیدم در جہان جستجو	ہیچ اہلیت بہ از خلق نکو

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی طرف گذرے ایک احمق دوچار ہوا اور حضرت عیسیٰ سے کچھ پوچھا آپ نے نہایت نرمی اور خلق سے جواب دیا وہ مسلمان نہ تھا لڑنے جھگڑنے لگا جسقدر اُس نے نفرت کا اظہار کیا آپ نے تسکین کی جسقدر وہ مجادلے سے پیش آیا آپ بطریق ملاطفت پیش آئے

ایک عزیز وہان پہونچا اور پوچھا کہ کیون اسکے ساتھ آپ خراب ہوتے ہیں۔ ہر چند وہ غصہ کرتا ہے مگر آپ نرمی برتتے ہین باوجودیکہ وہ جور وجفا کرتا ہے مگر آپ مہر ووفا سے پیش آتے ہین۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا اے رفیق بمطابق قول کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ مصرع از کوزہ ہمان برون تراود کہ دروست "اس سے ایسے صفات کا ظہور ہوتا ہے اور مین اس طرح پیش آتا ہون غیظ وغضب مین مین نہین آتا اور وہ مجھ سے ادب سیکھتا ہے۔ مین اُسکی گفتگو سے جاہل نہین بنتا اور وہ میرے خلق ومروت سے عاقل ہوتا ہے۔

چون نشوم من زوے افروختہ		اوشود از من ادب آموختہ	
من کہ زدم مایۂ دہ جان شدم		این صفتم داد خدا زان شدم	
خلق نکو وصف مسیحا بود		خصلت بد مرگ مفاجا بود	

حکما کہتے ہین کہ خوش خوئی کی دس علامتین ہین۔ اول لوگون کی مخالفت کا نیک مین نہ کرنا دوسرے اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا۔ تیسرے کسی کا عیب نہ ڈھونڈھنا چوتھے اگر کسی سے لغزش ہو تو اُسکی اچھی تاویل کرنا پانچوین جب گنہگار عذرخواہ ہو تو اُس کا عذر قبول کرنا۔ چھٹے محتاجون کی حاجت روائی کرنا۔ ساتوین لوگون کے غم مین شریک ہونا۔ آٹھوین اپنے نفس کا عیب تلاش کرنا۔ نوین خلق سے خندہ رو رہنا۔ دسوین لوگون سے اچھی گفتگو کرنا ؎

بہمہ خلق جہان خلق پسندیدہ نمای		کہ سوے خلد برین راہ بدان خواہد بود	

اسی معنی مین کیا خوب شعر کہا ہے ؎

خوش است عالم آزادگی وخوشخوئی		بدین مقام در آ گر بہشت میجوئی

اور رفق سازگاری اور مدارات کا نام ہے۔ اخبار مین آیا ہے کہ رفق

ؔ۵۱ ہر برتن سے وہ چیز ٹپکتی ہے جو اُس مین ہو ۱۲۔

کسی چیز سے متصل ہوتی ہے تو اُسے زینت دیتی ہے اور نا سازگاری کے ساتھ کسی چیز سے نہین ملتی مگر اس صورت مین کہ اُسے علیحدہ رکھین - خداوند کریم اسی صفت کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ - درشت گفتگو قطع کا سبب اور علیحدگی کا ذریعہ ہے اور نرمی مودت اور وصلت کا وسیلہ ہے ٥

بشیرین زبانی ولطف وخوشی	توانی کہ پیلے بموے کشی

اردشیر بابک جس نے کہ تخت سلطنت کو زیور حکمت سے آراستہ کیا تھا اُسنے ایک دن اپنے بیٹے کو دیکھا کہ قیمتی لباس پہنے ہوئے ہے - اُسنے کہا کہ اے پسر سلاطین کو ایسا جامہ پہننا چاہیے کہ نہ کسی خزانہ مین ہو نہ کوئی شخص اُسے خرید سکے نہ پہن سکے - یہ لباس جو تیرے بدن پر ہے - ہر جگہ ملتا ہے اور ہر شخص اُسے پہن سکتا ہے - بیٹے نے دریافت کیا کہ وہ پوشاک کس چیز سے تیار کی جاتی ہے بادشاہ نے جواب دیا اس کا تار نکوخوئی اور نکوکاری ہے اور اسکا سوت سازگاری اور بردباری سے تیار ہوتا ہے - اگر کوئی شخص اس مین غور وخوض کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ یہی جامع اقسام خیرات ہے ٥

پادشاہان وشہریاران را	باہمہ آفریدگان خدلے
کارسازی نکوست درہمہ وقت	سازگاری خوش است درہمہ جاے

فریدون سے لوگون نے پوچھا کہ ملازمین کی نگرانی کس چیز سے کرنی چاہیے جواب دیا ملاطفت وبردباری سے پھر پوچھا کہ ان کے مشکلات کو کس سے حل کرنا چاہیے جواب دیا ملائمت وسازگاری سے - قطعہ

مہمے کہ بسیار مشکل بود	برفق ومدارا توان ساختن
توان ساخت کاری بنرمی چنان	کہ نتوان بہ تیغ وسنان ساختن

جمشید نے اپنے وزیر سے سوال کیا کہ سلاطین کو انصاف کس طرح کرنا چاہیے
اُس نے جواب دیا۔ رفق نرم خوئی۔ ملائمت سے۔ کیونکہ اگر بادشاہ اِن صفات
سے متصف ہو تو رعایا اُس کے حق مین دعاے خیر کرتی ہے اور سپاہ رضامندی
ڈھونڈھتی ہے اور سلطنت رعیت کی دعاگوئی اور سپاہ کی رضامندی سے
رونق پکڑتی ہے دوسرے یہ کہ مجرم کی گوشمالی بھی نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے۔
اسطرح کہ سختی کرنے پر وہ نتیجہ پیدا نہ ہو۔

حکایت ہے کہ ایک نیک خو اور خلیق بادشاہ نے باورچی کو حکم دیا کہ فلان
قسم کا کھانا تیار کرے اور نہایت اہتمام سے پکائے۔ باورچی اُسے پکا کر دیگر
انواع و اقسام کھانون کے ساتھ لایا۔ سلطان نے فرمائشی کھانے کا ایک
لقمہ اُٹھانا چاہا تو ایک مکھی دیکھی اُسے نکال ڈالا پھر اُٹھایا دوسری مکھی نظر آئی
اُسے بھی پھینکا تیسری بار پھر مکھی نظر آئی تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور دوسرے
کھانون سے پیٹ بھرا دسترخوان جب بڑھایا گیا تو بادشاہ نے باورچی کو طلب
کر کے فرمایا۔ آج کا کھانا بہت لذیذ تھا۔ کل بھی یہی پکاؤ مگر اس شرط سے کہ
اُسمین مکھیان زیادہ نہ ہون۔ حاضرین نے اس نکتہ پر مرحبا کہا اور باورچی شرمسار
ہوا اور اُسمین اُسکی تعذیب بھی ہو گئی ؎

چو در مقابلۂ جرم لطف بیند کس	شود خجل زدہ و این خجالت او را بس

اُنیسوان باب شفقت اور رحمت کے بیان مین

عامۂ رعایا پر شفقت اور تمام مخلوقات پر رفق و مرحمت سلاطین عظام پر
واجب ہے۔ کیونکہ زیردست لوگ خلاق عالم کی امانت ہین جنھیں اُسنے
اہل اختیار و اقتدار کے سپرد کر دیا ہے تاکہ اُن کی رعایت سے عاجزون اور

درویشون کی حالت فراغت و آرام مین رہے اور اُنکے شکستہ دل رعیت پروری اور مرحمت گستری سے ظالمون کے مصائب و آفات سے مطمئن رہین - پس بادشاہ کو چاہیے کہ بامید رحمت الٰہی حسب قول ارحم تُرحم - عاجزون اور مسکینون پر بخشش کرے اور رخسار سلطنت کو اَلشّفقۃ علی خلق اللہ کے خال زیبا سے آراستہ کرے - نظم

در شفقت ہر کہ علم بر فراخت	کار خود و جملہ خلائق بساخت
از شفقت ہر کہ سرافراز شد	دیدۂ دولت بر خش باز شد

دنیا کی سلامتی اور آخرت کی سعادت رحم و شفقت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے حکایت ہے کہ سبکتگین پدر سلطان محمود کے پاس اوائل زندگی مین جبکہ وہ سمجور کا ملازم تھا سوا ایک گھوڑے کے اور کچھ نہ تھا - اس کی گذر اوقات بڑی تنگی سے ہوتی تھی روز صحرا مین شکار کی غرض سے جاتا اور شکار ہاتھ آتا تو اُسی پر دن بسر کرتا تھا ایک دن اُسنے ایک ہرن دیکھا جو اپنے بچہ کے ساتھ چر رہا تھا - سبکتگین نے گھوڑا دوڑایا - ہرن تو بھاگ گیا مگر اُس کا بچہ نہ بھاگ سکا - اُس نے پکڑ کر ہاتھ پاؤن بچہ کے باندھکر زین کے آگے رکھ لیا اور اُسی طرح اپنے گھر کی راہ لی - ہرن بھی نالہ و فریاد کرتا ہوا پیچھے پیچھے آیا - سبکتگین کو اُس کی حالت زار پر ترس آیا اور فوراً اُس کے بچہ کو کھول کر اُسکے پاس کر دیا - ہرن نے اپنے بچہ کو سامنے لے لیا اور آسمان کی طرف مُنھ اُٹھاکر زبان بے زبانی سے مناجات کی

مصرع "آن کہ زبان بیزبانان دانی"

سبکتگین خالی ہاتھ شہر مین واپس آیا - رات کو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرماتے ہین اے سبکتگین تجھ سے جو رحمت و شفقت ظاہر ہوئی اور جو کرم و مہربانی تو نے بے زبان چوپایہ پر کی اُس کی وجہ سے

حق تعالی کی بارگاہ مین تو مقرب ہوا اور تجھسے مین نہایت خوش ہوا حق سبحانہ تعالے نے تجھے بادشاہی کی عزت عطا فرمائی تجھے چاہیے کہ بندگان خدا کے ساتھ اسی طرح انصاف کرے اور رعیت کے لیے طریق مرحمت سے تجاوز نہ کرے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جب ایک حیوان پر شفقت کرنے سے جہان فانی کی بادشاہت ملی تو انسان پر مرحمت کرنے کی وجہ سے اگر ملک باقی کی سلطنت ملے تو کچھ تعجب کی بات نہین ۔ نظم

	دست رعایت ز رعیت مدار		کار رعیت برعایت سپار	
	مرحمتے کن کہ جگر خستہ اند		در کرم و لطف تو دل بستہ اند	

حکما کہتے ہین کہ بادشاہ کے آثار شفقت مین سے ایک یہ ہے کہ رعیت کو اس طرح عزیز رکھے جیسے باپ بیٹے کو عزیز رکھتا ہے اور جو بات اپنے لیے ناپسند کرے اُنکے لیے بھی ناپسند کرے تاکہ وہ لوگ اپنی جان و مال کو اُس کے لیے دریغ نہ کرین اور جو کچھ اپنے پاس رکھین اُسپر نثار کردین اور درازی عمر و اقبال کی دُعا مانگین اور جس قدر کہ بادشاہ کی نظر مرحمت و شفقت رعایا پر زیادہ ہوگی ۔ خدا بھی اُسے نظر رحمت سے دیکھے گا ۔

	بخشائی بخشایند برتو		دری از غیب بکشایند برتو	
	اگر رحمت ز حق داری تمنا		تو ہم بر دیگران رحمی بفرما	

اردشیر بابک نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے فرزند جد و جہد کرتا کہ شفقت عام اور مرحمت مالا کلام سے رعیت کو اُس کے مرتبہ سے دوستی کے درجہ کو پہونچائے اسلیے کہ اُن کے دل تیری طرف مائل ہوجائین اور باقی چیزین دل ہی کی تابع ہین ۔

ایک حکیم سے پوچھا گیا کہ بادشاہون کے لیے بہترین شکار کیا ہے ۔ فرمایا

رعیت کے دلون کا شکار کرنا خوب ہے کیونکہ جب رعیت کے دل کو اپنی جانب موڑ دے گا تو تمام چیزین دل کے پیچھے چلی آئینگی اور جب بادشاہ کی دوستی رعیت کے دل مین جاگزین ہو جاتی ہے تو اُسکے لیے کسی چیز کے دینے مین پس وپیش نہ کرینگے ٥

لشکرت گر نبود ملک مسلم نبود		ملک معنی طلبی پیروی دلہا کن

اور ایک شفقت یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے لوگون کو زراعت اور عمارت کی ترغیب دلائے اور ندیون۔ نالون کے اجرا مین مدد دے۔ حکایت ہے کہ نوشیروان نے اپنے کسی ملازم کے پاس حکم بھیجا کہ اگر تیری مفوضہ ولایت مین زمین کا ایک قطعہ بھی غیر مزروعہ باقی رہے گا تو تجکو دار پر چڑھاؤن گا۔ اس مین حکمت یہ ہے کہ بادشاہ کا فائدہ خراج مین ہے اور خراج اسی وقت زیادہ مل سکتا ہے جبکہ مملکت آباد ہو اور آبادی بغیر زراعت کے نہین ہوتی اور جب تک کہ رعایا کے لیے سہولت نہ پیدا کی جائے اور اُن کے حق مین مہربانی کے آثار نہ ظاہر ہون تو زراعت بھی میسر نہ ہو گی ٥

	مملکت معمور خواہی خلق را معمور دار زیر سر ایشان بلائے ظالمان را دور دار	

سلطان ابو سعید کے عہد حکومت مین امرا نے رعایا پر زیادتی کی اور اُنکے مال سے تاوان اور جرمانہ حاصل کیا۔ ایک دن بادشاہ نے امرا سے کہا کہ آج تک تو مین نے رعیت کے ساتھ رعایت کی ہے مگر اب مین اس رعایت کو برطرف کرنا چاہتا ہون اگر مصلحت ہو تو اُنھین لاؤ مین سب کو تباہ کر دون اور مال واسباب مین سے اُنکے پاس کچھ نہ چھوڑون۔ بشرطیکہ تم لوگ موجودہ سامان خوردنی اور روزینہ کے علاوہ کچھ نہ طلب کرو اور اگر اس کے بعد کسی نے اس قسم کی التجا کی تو

مین نہایت سزادون گا۔امرانے عرض کیاکہ بغیران چیزون کے ہم کیاکرسکتے ہین اوراپنی خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہین۔بادشاہ نے فرمایاکہ ہماری اور تمہاری ضرورتین رعایاکی سعی سے پوری ہوتی ہین جو وہ عمارت۔زراعت۔حرفہ تجارت کے باب مین کرتے ہین۔جب مین ان سب کوغارت کردون گا تو تم اس قسم کے توقعات نہ رکھ سکوگے کہ چوپایہ اورتخم رعایاسے جبراً وصول کرواؤ ان کی پیداوارکھاؤان لوگون کوبضرورت زراعت چھوڑدینی چاہیے۔جبکہ زراعت نہ کرنے سے کچھ محصول وغیرہ نہ ملے گاتوتم کیاکھاؤگے جب امرانے یہ گفتگوسنی تو رعایاپروری مین مصروف ہوگئے۔مثنوی

شنیدم ازبزرگان سخن سنج	کہ سلطان رارعیت بہتر از گنج
اگزین خرج ارشود آخر برآید	وزان ہرلحظہ دخلی تو درآید

تمام مہربانیون مین سے ایک یہ بھی ہے کہ روزانہ عام طورپرباریابی کی اجازت دے اوربطورخودحالات کی تفتیش کرے تاکہ ہرشخص اپنامطلب اُس سے کہے اوروہ خودمظلومون کے حالات پرواقف ہو۔دربانون اورپہرہ دارون سے کسی معاملہ کی تحقیقات نہ کرانا چاہیے۔

حکایت ہے کہ اکابرحرمین شریفین نے خلیفہ ناصرکولکھاکہ خلافت اورسلطنت تیرے لائق نہین ہے جبکہ تیرے نائب اورمتعلقین عوام پرظلم کرتے ہین اورطرح طرح کی جوروجفاروارکھتے ہین۔خلیفہ نے جواب مین لکھاکہ مجھے ان معاملات سے مطلق آگاہی نہین ہے۔ان لوگون نے مکررخلیفہ کی خدمت مین لکھاکہ آپ کاعذربدتر ازگناہ ہے بزرگون نے کہاہے کہ جوکچھ تجھے جواب دیناچاہیے دوسرون پرحوالہ نہ کرجب مہمات رعایااپنے ذمہ لیے ہین تووقت پرسش جواب سے عہدہ برآہوناچاہیے۔بیخبری اورغفلت کااس مین کیاکام ہے اور

یہ جو عذر لکھا ہے اُسے کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔
فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس ملک کا مجھسے تعلق ہے اگر اس مین کا کوئی پل ویران ہو جائے۔ اور بکریوں کا گلہ اُسپر سے گذرے اور کسی بکری کا پانون سوراخ مین چلا جائے اور اُسے تکلیف پہونچے تو کل قیامت کے دن مجھسے پوچھا جائے گا اور سب مجھے اس ذمہ داری سے کس طرح نکلنا پڑیگا جو شخص کہ منصب سلطنت قبول کرے اور تخت سلطنت پر متمکن ہو تو اُسے حقوق کی ادائی اور قواعد کی پابندی لازم ہے اور رعایا پر مرحمت اور اُسکی خیر خواہی کرنا ضرور ہے۔ قطعہ

فراز تخت حکومت نشستن آسان نیست	دران مقام بسے احتیاط باید کرد
مراد عاجز محنت رسیدہ باید داد	غم فقیر مشقت کشیدہ باید خورد

بیسوان باب خیرات و مبرات کے بیان مین

خیرات کی ابتدا کرنا اور مبرات کی بنیاد ڈالنا ہر صاحب دولت پر واجب ہے کیونکہ جن اعمال کے آثار فیض و برکت روح کو پہونچتے ہین اُن مین صدقہ جاریہ بھی داخل ہے۔ مساجد۔ معابد۔ خانقاہون۔ مسافر خانون۔ پلون اور حوض وغیرہ کے جب تک آثار باقی رہین اُن کے بانیون کے ارواح پر ثواب پہونچتا رہے گا

هر کہ خیرے کرد چون محمل بدان عالم کشید
روح او را هر زمان فیض دگر خواہد رسید

ہر عاقل و ہوشیار شخص جس کے آئینہ خاطر سے زنگ غفلت کو صیقل رجوع الی اللہ نے دور کر دیا ہے اور جانتا ہے کہ دنیا کی عزت اور مال و متاع معرض زوال مین ہے وہ ضرور اس نکتہ کو معلوم کرے گا کہ اس سرائے فانی کے آنے

اور جانے والون کا نتیجہ بجز ایک یادگار کے اور کچھ نہین ہے اور ہر ایک عالیشان عمارتون اور مقامات کا اثر صفحۂ روزگار پر ثبت ہے۔ جن کو بادشاہون اور امرانے بنوایا تھا اور جن کا نام ہر ایک ارباب عقل و دانش بلکہ ہر ایک خرد وکلان کے نزدیک مشہور و معروف ہے ؎

چون نمی ماند جہانِ بے قرار	نام نیکو بہ کہ ماند یادگار

خاص کر مبانی خیر کی رقم کسی طرح لوح ایام سے نہین مٹ سکتی اور اچھے مکانات کی خبرین قدیم سے بہ تسلسل متاخرین تک پہونچتی ہین مصرع اِنَّ آثَارَنَا تَدُلُّ عَلَیْنَا[۵۱]

کسریٰ نماند قصر ایوان او بماند
نعمان برفت و ذکر خورنق ہنوز ہست

بزرگون نے کہا ہے کہ اگر بخت و دولت مساعدت کرے اور مواہب کی ربانی کا عطیہ کسی کو حاصل ہو تو ایسے اصحاب کے لیے مناسب ہے کہ اپنے صحائف احوال کو اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ[۵۲] کی تحریر سے آراستہ کرین اور زاد سفر آخرت کو خیرات و مبرات اور باقیات صالحات یعنی صدقہ جاریہ کے عمل سے مہیا کرین تاکہ اسکے شکر انعام و کرم کا چرچا اطراف و اکناف عالم مین پہونچے اور ہر زمانہ مین ہر ایک زبان پر اس کی تعریف و توصیف کے کلمات جاری رہین ؎

برین رواق زبرجد نوشتہ اند بزر	کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

حدیث مین آیا ہے کہ جب آدمی منزل آخرت مین جاتا ہے تو تمام اعمال اس سے منقطع ہوجاتے ہین مگر تین چیزین علحدہ نہین ہوتین۔ اوّل صدقہ جاریہ۔ دوم ایسا عمل جس سے لوگون کو فائدہ پہونچے سوم صالح فرزند کہ اسکو دعاے خیر سے یاد کرتا ہے

۵۱ البتہ ہمارے آثار ہمپر دلالت کرتے ہیں ۱۲

۵۲ اگر احسان کروگے تو وہ اپنے لیے ۱۲

صدقہ جاریہ سے وہ مکانات خیر مراد ہین کہ جن سے آدمی نفع حاصل کرے جیسے مسجد
مدرسہ۔ خانقاہ۔ پل۔ سرائے۔ حوض وغیرہ۔ لہذا اولیاے ملک اور تخت نشینان
بارگاہ خلافت کو یہ زیبا ہے کہ وہ اولاً تعمیر مساجد و معابد مین سعی کرین جیساکہ اسکی طرف
اشارہ ہے اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ ۔[1]
حدیث مین آیا ہے کہ جس نے خدا کی راہ مین کوئی مسجد بنوائی حق سبحانہ تعالیٰ اُسکے
لیے بہشت مین ایک مکان تیار کرتا ہے۔ مساجد کہنہ کی تعمیر کا بھی یہی حکم ہے بعد اسکے
امام و موذن مقرر کرنا چاہیے اور اُن کے لیے اسباب معیشت مہیا کرنا چاہیے تاکہ
وہ اطمینان و فراغت سے اپنا فرض منصبی بجالائین اور رزق کی تلاش مین اپنے کام
سے نہ چوکین نیز بڑے بڑے مدارس کی تعمیر کرنا چاہیے اور مدرسین علما و فضلا کا تقرر
کرنا چاہیے تاکہ علوم شرعی کی حفاظت ہو اور اشاعت بڑھے اور اُسکا ثواب
پہونچے اور پاکیزہ و صاف خانقاہین بنوائین جس مین صوفیان پاک طینت
اقامت گزین ہون تاکہ طالبان حق اُنکے پاک انفاس کے برکات سے اپنے
مقاصد کو پہونچین اور اُنکے انوار و اوقات ذرائع سعادت صوری و معنوی ہون۔
وظائف اور روزینہ ارباب مدرسہ و خانقاہ کا بھی مقرر کرنا چاہیے تاکہ طلبہ مطالعہ
علوم سے اور درویش ذکر حق سے غافل نہ رہین۔ نیز لنگر دان اور کوٹھریون کا بنوانا جسمین
فقرا اور محتاجین کے لیے کھانے کا سامان مہیا رہے جمعیت خاطر اور صفاے باطن
کا موجب ہوتا ہے اور دارالشفا کا بنانا طبیب حاذق کا مقرر کرنا اور ادویہ و اشربہ کا
انتظام کرنا ذریعۂ صحت و سلامت کا ہوتا ہے۔ دوسرے مسافرخانون کا بنوانا جس مین
مسافران ستم رسیدہ اور غربا قیام کرین بے شمار اور اچھا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ پانی پر پلون
کا بنوانا جس سے مسافرون کو گذرنے مین آسانی ہو بغایت مستحسن ہے چنانچہ اخبار

[1] جو خدا پر ایمان لاتا ہے وہی اللہ کی مسجد بنواتا ہے۔ ۱۲

مین آیا ہے کہ جو شخص لوگون کے گذرنے کے واسطے پل بناتا ہے خدائے عزوجل
پل صراط پر اُس کا گزرنا آسان کر دیتا ہے۔ جابجا کنوون اور سڑکون اور محلون کا قائم کرنا
تشنگی قیامت سے بچنے کا سبب ہے منقول ہے کہ کسی صحابی نے حضرت رسالتمآب
سے عرض کیا کہ مین اپنی ماں کی روح پر ثواب پہونچانا چاہتا ہون اور صدقہ دینا
چاہتا ہون۔ آپ مجھے اس بارے مین کیا ہدایت کرتے ہین۔ آنحضرت نے فرمایا
بہترین صدقہ پانی ہے۔ چنانچہ اُسنے ایک کنوان خریدا اور اُسکا پانی عامۃ المسلمین
کے لیے وقف کر دیا اور اُسکا ثواب اپنی ماں کی روح پر بخشا۔ دوسرے بابرکت
زیارتگاہون اور متبرک مزارون کا بنوانا اسکا سبب ہوتا ہے تاکہ متبرک ارواح
آسودگان خاک کی مدد پر آمادہ ہون منجملہ خیرات کے یہ بھی ہے کہ خیرات کے موقع
کے اوقاف کو دست تغلب سے نکال لے اور متدین آدمی کو اُسپر مقرر کرے اور
اسکی آمدنی مستحقین کو پہونچاوے جیساکہ وقف کرنے والے کی شرط ہوتی ہے۔ وقف
کے کامون کو بادیانت اور نیک معاش عمال کے سپرد کرے اور اُسپر بھی اعتماد
نہ کرکے اپنا اکثر وقت کاربائے اوقاف کی نگرانی اور مصارف کی تحقیقات
مین صرف کرنا چاہیے اور اس کام مین مطلق سہل انکاری کو دخل نہ دے کیونکہ
ایسا کام کرنا شریعت کو قوی کرتا ہے اور جو کہ کار وقف کو بدستور شرع انجام دے
توحسب قول الدال علے الخیر کفاعلہ یعنی رہنمائی کرنیوالا نیک کام پر نیکی کرنیوالے
کے مانند ہے اور اجر و ثواب مین صاحب وقف کے ساتھ شریک ہوگا۔

خیر کن یا دلیل خیرے باش		تا ترا ہم دران ثواب دہند

خیر و خیرات کے بیان مین جو طول بیان ہوا وہ اس وجہ سے کہ صدقہ جاریہ
کے ثواب بے پایان ہین۔ حکایت ہے کہ کوئی بزرگ فوت ہوا اور کسی نے
انکو خواب مین دیکھکر انکی حالت دریافت کی۔ جواب دیا ایک مدت تک شکنجہ عذاب

مین مبتلا رہا ناگاہ پروانۂ نجات دفتر کرم الٰہی سے پہونچا اور حق سبحانہ نے میرا گناہ بخش دیا
سائل نے دریافت کیا کہ اس آمرزش کی کیا وجہ ہوئی جواب دیا کہ فلان جنگل مین ایک
مسافر خانہ مین نے بنوایا تھا۔ اُس دن ایک درویش دوپہر کے وقت وہان داخل
ہوا اور آرام کیا جب اُسکی مشقت اور کسلمندی دور ہوئی تو دعا کے لیے زبان کھولی
اور کہا کہ اے خدا اس مسافر خانے کے بانی کو بخشدے۔ فی الفور اُسکی دعا قبول ہوئی اور
مین بخشا گیا اور قعر جحیم سے چمن نعیم مین داخل ہوا ؎

ہر چند بروے کار ذرے نگرم		نیکی ست کہ نیک ست دگرہا ہمہ ہیچ

اکیسوان باب سخاوت و احسان کے بیان مین

سخاوت نیکنامی کا سبب اور احسان کار برآری اور نیک انجامی کا ذریعہ ہے
جود و سخا سے بڑھکر انسان۔ خصوصاً اشراف و امجاد کے لیے کوئی صفت نہین ہے ؎

شرف مرد بجود است و کرامت بسجود		ہر کہ این ہر دو ندارد عدمش بہ ز وجود

اخبار مین آیا ہے کہ سخاوت بہشت مین ایک درخت ہے اور حقیقت مین جوئبار
خوشنودی خدا کے کنارے ایک سرسبز نہال ہے جس کی شاخ اعلیٰ علیین سے
پیوستہ ہے اُسکا شگوفہ نیکنامی دنیا ہے اور اُسکا میوہ عقبیٰ کی کرامت و فضیلت
ہے ؎

این سخا شاخیست در باغ بہشت		وای او کین شاخ را از کف بہشت

کسی حکیم سے لوگون نے دریافت کیا کہ وہ عیب جو ساری خوبیون کو چھپا لے
کیا ہے اُس نے جواب دیا وہ عیب بخل ہے۔ پھر سوال کیا کہ وہ کون سا ہنر ہے
جو تمام عیوب کو چھپا لیتا ہے۔ اُسنے جواب دیا سخاوت ہے ؎

ہنر سخاست دگر جملہ دست افراز ند		اگر ترا بہر انگشت خویش صد ہنر ست

یقین کرنا چاہیے کہ جب تک مال قید امساک سے آزاد نہ کیا جاے
تو سمند مفاخر و معالی ہاتھ مین نہین آتا ۔ مثنوی

تجربہ کردم ز ہر اندیشۂ	نیست نکوتر ز سخا پیشۂ
خاص ز بہر کرم آمد درم	برگذر از قافیہ اینک کرم

اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ دین و دنیا کی سعادت کس چیز مین ہے جواب دیا
جود و کرم مین ۔ سعادت دین تو یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ
عَشْرُ اَمْثَالِهَا[۱] نظم

آنکہ ترا توشۂ رہ مے دہد	از تو بےکے خواہد وہ مید ہد
بہتر ازین مایۂ سامانت نیست	سود کن آخر کہ زیانیت نیست

اور سعادت دنیا یہ ہے کہ مخلوق کے مرغ دل کو شکار کر سکے جیسا کہ کہا گیا ہے
اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَانِ[۲] چونکہ دل بمنزلہ سلطان کے ہے ۔ جب کسی کی قید مین پڑتا ہی
تو قالب بھی اُسی کے پیچھے چلتا ہے اور جب کریم مالک رقاب ہو جائے تو سعادت
کے دروازے اُس پر کھل جاتے ہین اور ذریعہ حصول مراد اُس کے لیے مہیا ہو جاتے
ہین ۔ اخبار مین آیا ہے کہ خسرو پرویز کا ایک سپہ سالار فوج کشی اور دشمن کشی مین
مشہور تھا اور متانت راے ۔ قوت عزم کے لیے نزدیک و دور معروف خسرو پرویز
اُسی کے مشورہ سے انصاف کرتا تھا ۔

از و تازہ بُد گلشن خسروی	بہ بازوے او پشت دولت قوی

ایک وقت اخبار نویسون نے بادشاہ کے گوش گذار کیا کہ تمھارا سپہ سالار
فرمانبرداری سے انحراف کرنا چاہتا ہے اور تمرد و سرکشی کا طریقہ اختیار کر رہا ہے پہلے
اس کے کہ اس امر کا وجود قوت سے فعل مین آئے تدارک کرنا چاہیے ۔

[۱] جو نیکیان لایا پس اُسکے لیے دس گنا اجر ہے ۱۲ [۲] انسان احسان کا بندہ ہے ۱۲

علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد	دریغ سود ندارد چو رفت کار از دست

اس خبر کے سننے سے خسرو اندیشہ مند ہوا اور کہا کہ اگر اسنے عنان عزیمت کسی حصہ مملکت مین از روے مخالفت موڑی تو بہ کثرت سپاہ اور اعیان لشکر اس کے موافق ہوجاینگے اور ممکن ہے کہ اسکے باغی ہونے کی شہرت سے ارکان ملک مین خلل واقع ہوا اور دیدبہ سلطنت مین فتور پڑے ۵

مبادا ابر آرد بہ بیداد سر	کہ در ملک پیدا شود شور و شر

پس بادشاہ نے مشیران مملکت سے اس بارے مین مشورہ کیا سبھون کی راے ہوئی کہ اسے قید کر دینا چاہیے۔ خسرو نے اُن کی راے پر آفرین کی دوسرے دن سپہ سالار کو طلب کر کے اُس کی معمولی نشست سے اور بلند و ممتاز جگہ پر اُس کو بٹھایا اور اُس کی بہادری اور اوصاف پسندیدہ کی تعریف کر کے انعام مین نفیس و عزیز اشیا اور نقود بسیار مرحمت فرمائے جس کا وہ مستحق نہ تھا مشیرون نے یہ دیکھکر موقع پر عرض کیا کہ ہمارے مشورہ پر کاربند نہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ بادشاہ مسکرایا اور کہا کہ تمھاری راے کے خلاف مین نے نہین کیا نہ میرا ایسا ارادہ ہے۔ تم نے کہا تھا کہ اسے قید کرنا مناسب ہے مین چاہتا ہون کہ اُسے محکم ترین قید مین ڈالون اور قید احسان سے بڑھ کر کوئی اور مضبوط قید مین نہین دیکھتا دوسرے مین نے سوچا کہ قید کا محل ایک عضو خاص ہوتا ہے۔ لہذا مین نے مناسب سمجھا کہ اس کے دل کو مقید کر دون کیونکہ وہ بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور تمام اعضا حشم و خدم کی جگہ پر ہین جب اصل چیز مقید ہو جائے گی تو ضرور بالضرور اُس کے تابعین اعضا بھی گرفتار ہو جائینگے دوسرے یہ کہ بند آہنی سوہان سے گھس جاتا ہے مگر احسان کا بند جو دل پر رکھا جائے کسی چیز سے فرسودہ نہین ہوتا۔ امثال مین بیان ہوا ہے کہ مرغ وحشی کو دام مین

گرفتار کرسکتے ہین اور انسان کو احسان وانعام سے - مثنوی	
کرم پیشہ کن کادمے نزادہ صید	باحسان توان کرد وحشی بقید
عدو را بالطاف گردن ببند	کہ نتوان بریدن بہ تیغ آن کمند
چو دشمن کرم بیند و لطف وجود	نیاید دگر خبث ازو در وجود

چنانچہ جس طرح کہ خسرو نے سوچا تھا آتش مخالفت آب احسان شاہی سے بجھ گئی اور بیخ کینہ بیچہ کرم سلطانی سے اکھڑ گئی اسکے بعد جبکہ وہ خلوص نیت سے جان نثار خدام مین شریک ہوا تو تمام عمر طریقہ فرمانبرداری سے منھ نہ موڑا -

زان نوازش گری کہ یافت ازو	بعد ازان روی بر نتافت ازو

اس باب مین ذیل کی رباعی خوب کہی گئی ہے - رباعی

با ہر کہ کرم کنی ازان تو شود	اندر ہمہ وقت مدح خوان تو شود
با دشمن خویش اگر سخاوت ورزی	شک نیست کہ یار مہربان تو شود

فضائل جود مین سے ایک یہ بھی ہے کہ دلہاے خلائق سخی کو دوست رکھتے ہین ہرچند کہ اُس کے احسان سے وہ بہرہ مند نہ ہوئے ہون - مثلاً خراسان کے لوگ اگر سُنین کہ عراق مین ایک آدمی نہایت کریم و سخی ہے تو سب اُسے عزیز رکھینگے اور اُسکی تعریف کرینگے - بلکہ اگر کوئی ایسا کریم آدمی زندہ نہ ہو تو بھی اُس کے بعد ہر شخص اُسکی تعریف مین رطب اللسان رہتا ہے چنانچہ حاتم طائی کو دیکھو کہ تاریخ تصنیف کتاب سے جو سنہ ۹ ھ ہے - اُس کا زمانہ ۹۴۵ - برس آگے ہے مگر ہنوز اُس کی بہار یادگل آفرین سے آراستہ ہے اور چمن نیکنامی تحسین وثنا سے پیراستہ ہے ۵

نماند حاتم طائی ولیک تا بہ ابد	بماند نام بلندش بہ نیکوئی مشہور

حکایت ہے کہ جب حاتم کا چرچا جزیرہ عرب سے یمن تک پہونچا اور اُسکی سخاوت کی شہرت ولایت شام و روم تک پہونچی تو والی شام - حاکم یمن قیصر روم اُس کی

عداوت پر کمر بستہ ہوئے۔ کیونکہ اُن مین سے ہر ایک سخاوت اور جوانمردی کا دعویٰ کرتا تھا حالانکہ حاتم کا ذکر تمام زبانون پر بکثرت جاری تھا اور اُس کے کرم وجود کا غلغلہ اطراف واکناف ملک مین ہو رہا تھا۔

	ابر دریا دل ز دست جود او در انفعال مال عالم زیر پاے ہمت او پائمال	

پس ان مین سے ہر ایک نے اُسے آزمانا چاہا۔ پہلے والی شام نے ایک آدمی حاتم کے پاس بھیجا اور اُس سے سو اونٹ سُرخ۔ سیاہ مو اور سیاہ چشم۔ بلند کوہان کے طلب کیے۔ اس قسم کے اونٹ وادی عرب مین کمیاب ہین اور خال خال ملتے ہین اور بہت گران قیمت ہوتے ہین۔ حاتم کے پاس ایسے اونٹ نہ تھے جب وہ آدمی پیغام لے کر حاتم کے پاس پہونچا تو اُس نے اُس کی فرمایش قبول کی اور سمعاً و طاعۃً زبان پر لایا۔

بہر چہ امر شود چاکریم و دولت خواہ		بہر چہ حکم رود بندہ ایم و خدمتگار

حاتم نے ایلچی کو اچھی منزل مین اُتارا اور اسباب ضیافت حسب عادت اُسکے لیے مہیا کیا اور قبائل مین منادی کی کہ اس قسم کے اونٹ لا کر مجھے دو۔ دو ماہ کے بعد اُنکی قیمت مین ادا کر دون گا۔ الغرض اس طریقہ سے سو اونٹ قرض لے کر والی شام کے پاس روانہ کر دیے۔ جب یہ قافلہ والی شام کی خدمت مین پہونچا تو حیران ہو کر کہا کہ مین نے اس اعرابی کو آزما کر اُسے مقروض بنا دیا۔ چنانچہ اُسنے تمام اونٹون کو اُسی ایلچی کے ہاتھ حاتم کے پاس روانہ کر دیا۔ جب حاتم کے پاس بھیجے ہوے اونٹ واپس آئے تو اُسنے مالکان شتر سے کہا کہ جس جس کا اونٹ ہو وہ واپس لے جائے اور جسقدر کہ مال و تحفہ والی شام کا ہر اونٹ پر بار ہے۔ وہ بھی لے لے۔ اس طرح سے ہر ایک چیز تقسیم ہو گئی۔ جب اُسکی خبر والی شام کو پہونچی

تو اُس نے کہا کہ یہ مروت تو آدم زاد سے باہر ہے اور حاتم کی سخاوت مسلم ہے۔ ؎

آوازہ سخاوت و احسان حاتمی	آخر درین جہان بہ عبث در نیامدست

ہرقل کی نسبت روایت ہے کہ جب اُسکو حاتم کے دبدبہ جود کی اطلاع پہونچی تو اسکی کیفیت و حال کا تجسس ہوا اور لوگون سے معلوم کیا کہ حاتم کے پاس ایک نہایت تیز رو۔ بادیہ پیما۔ گھوڑا خاص سواری کا ہے۔ نظم

چو اشک عاشقان گلگون خوش رو	جہان پیما تر از شبدیز خسرو
بوقت حملہ برق آسا جہندہ	بگاہ پویہ چون صرصر روندہ

قیصر نے اپنے وزیر سے کہا کہ حاتم کی سخاوت کا شور و غلغلہ عرب و عجم مین دور دور ہے اور اُسکی جوانمردی اور مروت کی شہرت چار دانگ عالم مین مشہور ہے مین نے سنا ہے کہ اس اس صفت کا ایک گھوڑا اُسکے پاس موجود ہے۔ چونکہ اُسکی سخاوت و ہمت کا مین امتحان لینا چاہتا ہون۔ اسلیے کسی آدمی کو اُس گھوڑے کے لیے روانہ کرو۔ مثنوی

من از حاتم آن اسپ تازی نژاد	بخواہم گر او مکرمت کرد و داد
بدانم کہ در وی شکوہ مہی ست	وگر رد کند بانگ طبل تہی ست

پس ایلچی ہدایا و تحف لیکر حاتم کے پاس روانہ ہوا۔ تھوڑے ہی زمانہ مین راستہ طے کرتے ہوئے ایلچی حاتم کے قیامگاہ تک آپہونچا۔ قضارا ایلچی کے پہونچتے ہی شدت سے پانی اور برف کی بارش ہوئی حاتم نے ایلچی کی خاطر و مدارات کر کے مناسب مقام پر اُتارا اور فی الفور حکم دیا کہ سواری کا گھوڑا ذبح کیا جائے اور دسترخوان مہمان کے سامنے لایا جائے فراغت طعام کے بعد آرام کا سامان ہوا اور حاتم خیمہ سے باہر نکلا۔ اُس رات کو کسی قسم کی گفتگو درمیان مین نہ آئی علی الصباح جب ایلچی نے قیصر کا فرمان اور تمام ہدایا و تحف حاتم کے روبرو پیش کیے تو وہ نہایت متفکر ہوا۔ ایلچی نے سمجھ کر کہا کہ اے جوانمرد اگر اسپ کے دینے مین کچھ تامل ہے تو مین زیادہ اصرار نہین کرتا۔ حاتم نے جواب دیا کہ اس قسم کے گھوڑے اگر

ہزار بھی ہوں تو ادنیٰ ادنیٰ آدمیوں کے دیدینے مین مجھے کچھ تامل نہین ہے۔ خصوص
ایسی حالت مین کہ ایک عظیم الشان قیصر نے مجھ کو ایک گھوڑے کی فرمائش سے عزت
بخشی اور اُس کے لیے خاص ایلچی روانہ کیا۔ مجھے فکر و تردد یہ ہے کہ اگر پہلے ہی مین
واقف ہوتا تو اُس گھوڑے کو ضائع نہ کرتا ہ

من آن بادرفتار دُلدل شتاب	ز بہر شما دوش کردم کباب
کہ بد ظلمت ابر از پیش و پس	بسوے رمہ رہ نمی یافت کس
بنوعی دگر روے در ہم نہ بود	جز آن بر در بارگاھم نبود
مروت ندیدم در آئین خویش	کہ مہمان بخسپد دل از فاقہ ریش
مرا نام باید در اقلیم فاش	دگر مرکب نامور گو مباش

پس تازی گھوڑے اور حجاز کے تبرکات سلطان روم کے لیے تحفہ مین روانہ
کیے اور ایلچی کو بھی انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ جب ایلچی پہونچا تو قیصر فحواے
مضمون سے آگاہ ہوا اور انصاف کو مد نظر رکھ کر کہا کہ آئین مروت و سخاوت
حاتم کی مسلم ہے ہ

تو ان گفت کامروز نبود بعالم	جز او شہریارِ دیارِ مروت
زروے جوانمردی و مہربانی	برو ختم شد کاروبارِ فتوّت

دوسرا بادشاہ یمن کا تھا جو اپنی سخاوت وکرم کے لیے مشہور تھا اور محتاجون
درماندگان کی اعانت کے لیے معروف و مقبول ہ

چو دست جود و بخشش بر گشادی	ز عالم رسم خواہش بر فتادی

اُسکی خواہش تھی کہ سوا کرم کے اسکی صفت اور نہ مشہور ہو۔ اُسی وجہ سے جو حاتم
کی تعریف کرتا تھا سخت مشتعل ہوتا تھا اور اُس کو ایذا دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ حاتم
ایک صحرا نشین آدمی ہے جو منجملہ میری رعیت کے ہے۔ نہ مملکت داری کا اُسے

رتبہ حاصل ہے نہ فرمان روائی کا منصب رکھتا ہے۔ نہ جہانگیری کی قوت ہو نہ کشورستانی کی طاقت ہے

نہ او را خزانہ است و نے تخت و تاج	نہ باج ش کسے می دہد نے خراج

اِس سے ظاہر ہے کہ اُس سے کرم کا ظہور کیا ہوگا اور چند اونٹ اور گھوڑون سے کس قدر سخاوت کا اظہار کریگا سال بھر مین جو حاتم کو ملتا ہوگا مین ایکدن مین سائل کو اتنا دیدیتا ہون اور اُسکے سو خوان کے برابر ایک وقت دسترخوان مہمان کے روبرو رکھتا ہون۔ مصرع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

القصہ بادشاہ نے ایک دن بڑا جشن منعقد کیا اور تمام دن خیر و خیرات مین مصروف رہا ناگاہ اثنائے حال مین حاتم کا ذکر کسی نے کیا ہے

درِ ذکر حاتم کسے باز کرد	و گر کس ثنا گفتن آغاز کرد

بادشاہ اس ذکر سے نہایت رنجیدہ ہوا اور دل مین سوچا کہ کسی طرح لوگ حاتم کے ذکر سے باز نہین آتے اور اُس کی مہمان داری اور نکوکاری کو فراموش نہین کرتے مناسب ہے کہ کسی طرح ہمیشہ کے لیے اُس کا خاتمہ کردون ہے

کہ تا ہست حاتم در ایام من	بہ نیکی نہ خواہد شدن نام من

اُس کے شہر مین ایک عیار پیشہ تھا کہ ایک درم کے معاوضہ مین سو خون ناحق کرنے پر آمادہ تھا اور تھوڑی سی امید پر بہتون کے شیشۂ دل سنگ جفا سے توڑتا تھا ہے

چہ چشمِ نازنینان بود خونریز	چو زلفِ خوبرویان فتنہ انگیز

آخرکار شاہ یمن نے اُس کو طلب کیا اور انعام اور اکرام کا وعدہ کرکے اُسے حکم دیا کہ قبیلۂ بنی طے مین جا کر کسی نہ کسی طرح حاتم کا کام تمام کردے۔ اُس نے قتل کی ذمہ داری کی اور اپنی راہ لی اور ایک مدت کی قطع مسافت کے بعد ایک منزل پر وارد ہوا جہان ایک خوشرو جوان سے اُس کی ملاقات ہوئی۔ جس کے روئے تابان سے

بزرگی اور سرداری کے آثار ظاہر تھے۔ جوان خوشخو نے نہایت نرمی اور مہربانی سے دریافت کیا کہ کہاں جانے کا قصد ہے۔ عیار پیشہ نے جواب دیا کہ یمن سے آتا ہوں اور شام کو جا رہا ہون۔ چونکہ اُس نے نہایت منت سے التماس کیا کہ ایک شب کو میرے خیمہ مین قیام کر کے ما حضر نوش کرے اور اس تلطف سے مجھے سرفراز کرے مصرع ع زدر درآ ے وشبستان ما منور کن۔ وہ عیار جوان کی خوشخوئی اور حسن اخلاق پر فریفتہ ہو کر ساتھ ہو لیا اور اس جوان نے ضیافت کی تیاری شروع کی اور اسقدر خاطرداری کی کہ اُس کے وہم و گمان مین بھی نہ تھی۔ لحظہ بہ لحظہ گوناگون مشروبات و ماکولات سے اُس کی تواضع کی ؎

	ہر لقمے بر سرِ خوانش نگر	خوردنی خوب تر از یک دگر	

مہمان نے ساعت بساعت میزبان کی تعریف زیادہ کی اور ثنا و آفرین کی زبان کھولی ؎

	تبارک اللہ ازین مردمی و خوشخوئی	گذشتۂ ز ہمہ نیکوان بہ نیکوئی	

اسی لطف و مدارات مین صبح ہو گئی اور اُفق مشرق سے آفتاب طلوع ہوا۔ مہمان بادیدہ ہاے گریان رخصت ہوا اور اس بیت کا مضمون جگر سوز زبان پر لایا ؎

	دلم ے سوز داز داغِ جدائی	چہ بودی گر نہ بودی آشنائی	

جوان نے نہایت اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ دو تین دن اور قیام کرے مگر مہمان عذر کرتا تھا اور کہتا تھا ؎

	نیارم شد البتہ اینجا مقیم	کہ در پیش دارم مہمے عظیم	

جوان نے کہا کہ مجکو اپنی اقامت سے سرفراز کر اور جو مہم درپیش ہے اُس سے بیان کر شاید مین بھی مدد کر سکون اور ہمراہ چلون مہمان نوجوان کی دلنوازی اور جوانمردی پر فریفتہ ہی تھا دل مین سوچا کہ یہ مہم جو درپیش ہے بغیر ایسے دوست کی

امداد کے پوری نہین ہو سکتی۔ کچھ مضائقہ نہین اگر ایسے دلنواز دوست کو اپنا ہمراز بنالون اور اس مہم کا کام اُس کی امداد سے انجام کو پہونچاؤن ۔

یک گل مقصود درین بوستان	چیدہ نشد بے مدد دوستان
دامن یاری گرت افتد بدست	فارغ و آزادہ توانی نشست
کار تو از یار مکمل شود	مشکلت از ہمنفسان حل شود

پس پہلے اُسنے جوان سے قسم لی کہ اس راز کو افشا نہ کرے گا ۔غرضکہ بعد تاکید بسیار اپنا راز ظاہر کیا اور کہا کہ مین نے سُنا ہے اس نواح مین کوئی حاتم نام کا شخص ہے جو جوانمردی کا دم بھرتا ہے اور احسان و مردم نوازی کا دعویٰ کرتا ہے شاہ یمن کو اُس کی جانب سے دل مین خطرہ و اندیشہ پیدا ہوا ۔مین ایک پریشان اور بے روزگار شخص ہون ۔ رہزنی عیاری کا پیشہ کرتا ہون ۔ اسی اثنا مین بادشاہ نے مجھے طلب کیا اور مال و متاع کا وعدہ کرکے حکم دیا کہ حاتم کو تلاش کرکے اُس کا کام تمام کردون اور اُس کا سر بادشاہ کے روبرو لے جاؤن ۔ مجبوراً روزی کے لیے اسکو قبول کیا اور اس قبیلہ مین آیا ہون ۔ نہ حاتم کو پہچانتا ہون نہ اُسکی جاے قیام کا پتہ معلوم ہے اب از راہ غریب نوازی اور بندہ پروری حاتم کا پتہ مجھے دیجیے ۔ اور اُس کے قتل مین امداد کیجیے تاکہ مین اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہون اور آپ کی بدولت بادشاہ کے مواعید سے بہرہ مند ہون جوان یہ سُنکر ہنسا اور کہا ۔

بخندید گفت اکہ حاتم منم	سر اینک جدا کن بہ تیغ از تنم

اے مہمان اُٹھ اور قبل اس کے کہ میرے متعلقین خبردار ہون میرا سر جدا کرکے اپنے ساتھ لے تاکہ شاہ یمن کا مقصد حاصل ہو اور تیری مراد بھی برآئے ۔

چو حاتم بآزادگی سر نہاد	جوان را برآمد خروش از نہاد

فی الفور عیار حاتم کے آگے زمین بوس ہوا اور اسکے ہاتھ پاؤن پر بوسہ دیکر کہا نظم

	نہ مردم کہ در کیش مردان زنم وزانجا طریق یمن بر گرفت		اگر من گلی بر وجود ت زنم دو چشمش ببوسید و در بر گرفت

حاتم نے اُس کے لیے زاد راہ اور سواری مہیا کر دی۔ عیار پیشہ قطع مسافت کر کے جب یمن مین پہونچا تو بادشاہ سے تمام ماجرا بیان کیا۔

از روے انصاف شاہ یمن نے اعتراف کیا کہ اس مرتبہ کا کرم دنیا مین کسی کا نہین ہے نہ اس رتبہ کی سخاوت کسی مین ہے۔ ؎

	کار چو با جان فتد آنجاست کار		ہست جوانمرد درم صد ہزار

کتاب جواہر الامارہ مین بیان ہے کہ جب حاتم فوت ہوا تو اسکو دفن کیا قضا اُس کی قبر ایسے مقام پر تھی جہان سیلاب آب کا گذر تھا کسی وقت شدت کی بارش ہوئی اور پانی مین ہولناک طغیانی ہوئی۔ قریب تھا کہ حاتم کی قبر تباہ ہو جائے اُس کے بیٹے نے چاہا کہ لاش کو اُٹھا کر دوسرے محفوظ مقام پر منتقل کر دے جب قبر کھو دی گئی تو اُس کے تمام اعضا اپنی اپنی جگہ سے الگ ہو گئے تھے۔ صرف سیدھا ہاتھ محفوظ تھا جسمین کسی قسم کا تغیر نہ پہونچا تھا۔ لوگون نے اس عجیب حال پر نہایت تعجب کیا۔ اُس جماعت مین ایک صاحب دل پیر مرد بھی تھا اُس نے کہا کہ اے لوگو۔ اس نظارہ پر تعجب نہ کرو کہ اسی دست راست سے اُسنے بہ کثرت سائلون کی حاجت روائی کی۔ ضرور تھا کہ خیر وکرم کی برکت سے اسکا ہاتھ سلامت رہے جب کہ ایک بت پرست کافر کا ہاتھ سخاوت کی برکت سے بگڑ نہ سکا تو کیا عجب ہے کہ مومن کا جسم سخا واحسان کے ذریعہ سے آتش دوزخ کے جلنے سے محفوظ رہے۔ کیونکہ دولت جاودان کا حاصل کرنا خیر واحسان کے قواعد سے وابستہ ہے ؎

	دولت باقی ز کرم یافتند		دولتیان رخ ز جہان تافتند

دارا نے کسی حکیم سے پوچھا کہ سلطنت کی آرایش کس چیز مین ہے اُس نے جواب دیا کہ عزت زندگی مین۔ پھر پوچھا کہ عزت کو کس طرح استعمال مین لانا چاہیے حکیم نے جواب دیا مال کو ذلیل سمجھنے سے جسکی نظر مین مال و متاع ذلیل ہے تمام لوگ اُسے عزیز و بزرگ سمجھتے ہین اور جو شخص مال کو دوست رکھتا ہے تمام لوگ اُسے حقیر و خوار سمجھتے ہین۔ قطعہ

مال از بہر آن بکار آید	تا نہ بہر تنت سپر گردد
ہر کہ تن را فدای مال کند	مال و تن عرضۂ خطا گردد
ہر کریمی کہ خوار دارد زر	ہر زمانی عزیز تر گردد

الحمد للہ کہ آئین سخاوت و کرم اور قوانین احسان و مروت حضرت شہزادہ عالم جہان آرا مین بوجہ اتم پائے جاتے ہین۔ قطعہ

معین الملک[۱] الدولہ ابو الحسن کہ جو دایم	چو ابر نو بہاری عالمی را تازہ می دارد
ز انعام و عطا و مرحمت نزدیک آمد	کہ رسم احتیاج از عرصۂ عالم براندازد

جود حاتم کے نامہ کو طی کر کے معن ابن زائدہ کے دفتر سخاوت کا نشان مٹا دیا ہی قطعہ

کیخسرو زمان فریدون روزگار	ہم شہریار عدل و ہم پادشاہ جود
عدلت نظام عالم و حلمت قوام ملک	جودت پناہ سائل و دستت پناہ جود

حق سبحانہ تعالیٰ فرمان احسان کو بقبول وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ[۱]۔ اس کا ذریعہ نشان بنائے اور نشان انعام کو وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ[۲] کے طغرا سے مزین و آراستہ رکھے

بائیسوان باب تواضع و احترام کے بیان مین

تواضع رفعت کی وجہ سے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے مَن تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ[۳]

---

[۱] اور وہ محسن ہے لہذا اُسکا اجر رب کے پاس ہے ۱۲ [۲] اور اسی طرح ہم محسنون کو عوض دیتے ہین ۱۲

[۳] جو شخص تواضع کرے واسطے خدا کے بلند مرتبہ کرے گا اُس کو خدا ۱۲

تواضع ترا ارجمندی دہد	زروے شرف سربلندی دہد

ملوک سامانیہ مین سے نصیر بن احمد نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے فرزند دلبند اگر تیری خواہش ہے کہ جو مملکت بعد مشقت بسیار ہمارے قبضہ مین آئی ہے اور جس کی تمہید قواعد و انتظام مین تمام عمر مین نے صرف کر دی ہے۔ سالہاسال تیرے قبضہ مین رہے تو خزانہ پر اعتماد نہ کرنا کیونکہ مال معرض زوال مین ہے اور فوج پر خاطر جمع نہ رکھ کیونکہ سپاہیون کے حالات پلٹتے رہتے ہین بلکہ کرم پر اعتماد کرنا اور تواضع مین مبالغہ کرنا کیونکہ کرم و تواضع آدمیون کے لیے دو دام ہین جو انمین پھنس گیا ہرگز رہائی نہین پاسکتا۔ گویا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبارت مین سیّد القوم خادمھم۔ اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب تو کسی کی تواضع سے خدمت کرے اسکا دل تیرا شکار ہو جاتا ہے اور تیرے دام محبت مین گرفتار ہو جاتا ہے پس وہ محکوم اور تو مخدوم ہو جائیگا اور وہ شکار اور تو صیاد بنجائیگا۔ نظم

تواضع میدہد از روشنائی	دہد بیگانگان را آشنائی
تواضع ہر کہ دارد سرفراز ست	بروے او در اقبال باز است

تواضع یہ ہے کہ اپنی قدر کو دوسرے کی قدر سے کمتر سمجھے پس اپنی عزت و حرمت کو الگ رکھکر دوسرون کو عزیز و محترم بنائے اور اگر شرف ذات و علو ے قدر کے مشتبہ ہو جانے کے اندیشہ سے اس سے اجتناب کرے تو دو صورتون سے خالی نہ ہوگا یا یہ کہ فی الحقیقت وہ عالی مرتبہ ہے تو ایسا شخص تواضع سے نہ ڈرے کیونکہ اس سے اسکی عظمت و بزرگی کچھ کم نہ ہوگی بلکہ رفعت و شوکت خالق و مخلوق کے نزدیک اس کی بڑھے گی ؎

تواضع ز گردن فرازان نکوست
گدا اگر تواضع کند خوے اوست

اسی جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر ناقص اور ذلیل اشخاص کی خصلت ہے جن کا مقصود کبر سے اپنے نقص کی پردہ پوشی ہوتی ہے مگر اس سے وہ اپنے عیوب کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں کیونکہ تکبر آدمی کو خوار و ذلیل بنا دیتا ہے۔ نظم

تا توانی بگرد کبر مگرد	متکبر بری ز کبر نخورد
گر تو بے کبر و بیریا باشی	خاص درگاہ کبریا باشی

تواضع ہر شخص کے لیے زیبا ہے خصوص اہل دول کے لیے کیونکہ تواضع پیرایہ زندگی ہے حکایت ہے کہ ابن سماک ہارون رشید کے دربار میں آیا۔ خلیفہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھا۔ ابن سماک نے کہا کہ اے خلیفہ بادشاہ ہو کر تیری تواضع کرنا بادشاہی سے بڑھکر ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا بے شک اور بیان کرو ابن سماک نے کہا کہ جسے حق تعالی مال و جمال اور بزرگی عطا کرے اور وہ مال سے بندگان خدا کے ساتھ غمخواری اور احسان کرے اور جمال میں پارسائی کرے اور بزرگی میں تواضع کرے تو حق تعالی اسے اپنے مخلصوں میں لے لیتا ہے ہارون رشید نے قلم دوات منگا کر یہ گفتگو اپنے ہاتھ سے قلمبند کر لی۔ یہ بھی خلیفہ کی تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ مثنوی

زیرکان آزمودہ اند بسے	بر تواضع زیان نہ کرد کسے
از تواضع بلند گردد نام	وز تواضع رسیدہ اند بکام
متواضع بزرگوار بود	مظہر لطف کردگار بود

سادات عظام اور علماے کرام کے لیے تواضع و احترام نہایت مناسب اور موجب ارتفاع ہے۔ امام محمد حسن شیبانی جب ہارون رشید کے پاس آئے تو خلیفہ نے بڑی تعظیم کی اور کھڑے ہو کر اپنی جگہ بٹھا لیا۔ جب وہ اٹھے تو چند قدم مشایعت بھی کی۔ کسی نے خلیفہ سے کہا کہ خلافت کی عظمت و شوکت اس قسم کی

تواضع سے جاتی رہتی ہے۔ ہارون رشید نے جواب دیا جو شوکت و ادب تواضع سے زائل ہو جائے تو اس کا مٹ جانا ہی مناسب ہے اور جو قدر و منزلت بزرگون کے احترام سے دور ہو اُس کا محو ہونا ہی ضروری ہے۔

قدرے کہ بہ تعظیم کسان کاستہ گردد
مردے بہ چنان قدرے کے آراستہ گردد

حکایت ہے کہ شاہ اسمٰعیل سامانی سلطان خراسان کے پاس کسی کے کام کے لیے ایک عالم آیا بادشاہ نے اُس کی بڑی تعظیم کی اور جاتے وقت سات قدم تک مشایعت کی کسی شب خواب میں آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین۔ اے اسمٰعیل تونے ایک عالم کو عزیز رکھا میں نے حق سبحانہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ تجھے دونون جہان میں عزیز رکھے۔ تونے سات قدم تک مشایعت کی۔ میں نے دعا مانگی کہ سات نسل تک تیرے خاندان میں حکومت رہے اور دونون دعائین قبول ہوئین۔

تواضع کی ایک علامت یہ ہے کہ علما و صلحا اور درویشان صاحبدل کی صحبت کی جانب مائل ہونا اُن لوگون کی صحبت کی طرف جو جمع دنیا ہی کے لیے علما اور درویشون کی صورت بنائے ہوئے ہین بلکہ اُسکی صحبت چاہیے جو کام کا ہو اور لوگ اُس کے معتقد ہون تو وہ پسند نہ کرے۔

حکایت ہے کہ عبد اللہ طاہر خراسان سے آتے ہوئے نیشاپور مین مقیم ہوا۔ اعیان و اشراف شہر اُس کے سلام کو حاضر ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد آسنے پوچھا کہ شہر مین کوئی ایسا شخص باقی رہا ہے جو میرے سلام کو نہین حاضر ہوا اور نہ مجھے دریافت کیا۔ لوگون نے جواب دیا کہ اس شہر کے سب لوگ آپ کے دربار مین آئے مگر وہ درویش جو گوشہ نشین ہو گئے ہین نہین آئے۔ مثنوی

معتکفانِ حرم کبریا	شستہ ز دل صورت کبر و ریا
دیدہ نہ کون و مکان در نظر	بال نہ و ہر دو جہان زیر پر
ملک نہ و نوبت شاہی زدہ	تخت زدہ ایوان الٰہی زدہ

عبداللہ نے پوچھا کہ اُن کا نام کیا ہے۔ جواب دیا کہ احمد عرب اور محمد اسلم طوسی جو علماے ربانی مین سے ہین اور امرا و سلاطین کے یہان آمد و رفت نہین رکھتے۔ عبداللہ نے کہا کہ اگر وہ میرے سلام کو نہین آئے تو مجھے اُن کے سلام کو جانا چاہیے یہ کہکر سوار ہوا اور احمد عرب کی خدمت مین پہونچا اور آدمی بھیجا کہ میرے آنے کی خبر کر دے۔ احمد کو بھاگنے کا موقع نہ تھا عبداللہ طاہر اندر گیا اور احمد کھڑا ہو گیا اور منھہ اس کی طرف کیے ہوئے تھوڑی دیر تک کھڑا رہا عبداللہ بھی خاموش رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد احمد نے سر اُٹھا کر کہا کہ اے طاہر کے بیٹے مین نے جس قدر خوشرو اور نیک خو تجھے سُنا تھا اُس سے زیادہ پایا۔ اب تو اس خوبصورت چہرہ کو خدا کی نافرمانی مین مشغول نہ رکھنا اور اس خدا کے کو آتش دوزخ کی لکڑی نہ بنانا۔ یہ کہکر قبلہ رو ہوا اور نماز مین مشغول ہو گیا۔ عبداللہ طاہر روتا ہوا گھر سے باہر نکلا اور محمد اسلم کے پاس گیا مگر محمد اسلم نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ ہر چند اسنے سعی کی مگر کچھ کارگر نہ ہوئی۔ لوگون نے کہا کہ جمعہ تک صبر کرنا چاہیے۔ جب محمد نماز کو جانے لگین تو ملاقات ممکن ہے عبداللہ جمعہ کو سر راہ کھڑا ہو گیا۔ شیخ نماز کے لیے برآمد ہوا۔ جب سوارون کو کھڑا دیکھا تو وہین ٹھہر گیا۔ عبداللہ سواری سے فوراً اُتر پڑا اور شیخ کے سامنے آکر سلام کیا۔ شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا کام ہے جواب دیا میرا نام عبداللہ طاہر ہے۔ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا شیخ نے کہا دور ہو تیرا مجھسے کیا کام ہے اور مجھے تجھ سے کیا کہنا ہے۔ یہ کہکر اُس کی طرف سے منھہ پھیر لیا

اور ایک دیوار پر نظر جمالی۔ عبد اللہ نے اُس کے قدم پر سر رکھ دیا اور مناجات کی کہ الٰہی یہ مرد تیری رضا کے لیے مجھ گنہگار کو دشمن رکھتا ہے اور مین تیری رضا کے لیے اس بندۂ نیک کو دوست رکھتا ہون اس کی دشمنی کی حرمت اور دوستی کے پاس سے اس بد کو اسکی خدمت مین نیک کر دے۔ ہاتف نے آواز دی کہ سر اُٹھا تیرا گناہ بخشا گیا۔ نظم۔

اگرچہ عابدان روزگار یم	ولیکن نیکوان را دوست داریم
چہ باشد گر بدان را در قیامت	بہ نیکان بخشد از راہِ عنایت

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کسی درویش کے دیکھنے کو گیا۔ فی الفور درویش سجدہ مین گرا۔ وزیر نے پوچھا کہ یہ سجدہ کس کا ہے۔ اُس نے کہا سجدۂ شکر۔ دریافت کیا کس لیے۔ جواب دیا۔ خدا کا مین نے شکر کیا کہ بادشاہ کو میرے پاس لایا اور مجھے اسکے پاس نہ لے گیا۔ کیونکہ بادشاہون کا درویش کے پاس آنا عبادت ہے اور درویشون کا اُنکے دربار مین جانا معصیت ہے جب سلطان کو اطاعت حاصل ہوئی اور گناہ مجھسے سرزد نہ ہوا تو یہ شکر گذاری اور سپاس کا محل ہے مثنوی

اگر دم زد درویش پرسی زنے	ز رفعت قدم فوق کرسی زنے
کسے کاستعانت بدرویش برد	اگر بر فریدون زد از پیش برد

تیئیسوان باب امانت و دیانت کے بیان مین

علماے دین اور عارفان صاحب یقین نے یون کہا ہے کہ خصائل حمیدہ مین امانت رکن اعظم ہے اور دیانت اخلاق پسندیدہ و اصل محکم ہے۔ ایمان کی بنیاد امانت سے پوری رہتی ہے جیساکہ فرمایا ہے۔ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ اور قواعد شرع کی حفاظت دیانت ہی سے ہے۔ مثنوی۔

شرع کہ بنیاد صیانت نہاد		قاعدۂ دین بدیانت نہاد	
در دولت از میل دیانت بود		از شر دوزخ امانت بود	

ہر کردار و گفتار اور دید و شنید مین ایک حد تک امانت و خیانت ہے اگر اُس مین امانت کا لحاظ نہ رہے تو ضرور خیانت ہوگی۔ اور جو کچھ کہ خدا نے بندہ کو دیا ہے وہ امانت ہے جس مین خیانت جائز نہین مثلاً آنکھ ایک امانت ہے جس سے آثار قدرت کا مشاہدہ کرتے ہین اور کان امانت ہے جس سے گفتگوے حق سنتے ہین اور زبان ذکر خدا کے لیے امانت ہے۔ ہاتھ خلق خدا کو نفع پہونچانے کے لیے ہے علیٰ ہذا القیاس جب نظر حرام سے کسی کو کوئی دیکھے یا اقوال ناشائستہ سُنے یا بہتان و دروغ باندھے اور ہاتھ آزار کے لیے بڑھائے تو بے شک امانت الٰہی مین یہ خیانت ہوگی اور خدا کی ممانعت اس بارے مین موجود ہے۔ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ۔ مثنوی

اے شدہ از ایمان و امانت بری		دین تو فارغ ز دیانت گری	
ترس نداری کہ عنایت ہست		شرم نداری کہ خدائیت ہست	

سلاطین کو امانات کی حفاظت کے بعد ایک دوسری امانت کی حفاظت بھی لازمی ہے یعنی رعایا کے حالات کا ملاحظہ کرنا جو خلاق عالم کی امانت ہے۔ اگر حفاظت مین کمی ہو تو ارکان امانت مین ضرور کمی ہوگی۔ حکما کہتے ہین کہ اگر بادشاہ ظالم حاکم مقرر کرے یا کسی مہم رعیت پر ستمگار اور جبار شخص کو بھیجے تو یہ خیانت کی علامت ہی کیونکہ ضعیفون اور عاجزون پر ستمگارون کا قابض بنانا ایسا ہی ہے جیسے بکریون کو بھیڑیون کے سپرد کر دینا۔ نظم

ستمگارہ گرگیست با دار و گیر		رعیت ہمہ گوسپندے حقیر	
چو بسپردی این گوسپندان بگرگ		فتادند اندر بلاے بزرگ	

دوسرے دیانت کا لحاظ رکھنا لازمی ہے اور دیانت و امانت کی محافظت ایسی ہے جو خدا اور بندے کے درمیان رہے اور کوئی اُس پہ مطلع نہ ہو مگر اُس کے اظہار کے بعد قانون دیانت کی حفاظت ہر دو جہان کی سعادت بلکہ خدا کی رضامندی کا سبب ہے ؎

در دیانت کوش تا دنیا و دین گیری ز غیر	بے دیانت را نہ دنیا بر مراد دست نہ دین

دیانت دار آدمی ہمیشہ کریم ہوتا ہے اور سبھوں کے نزدیک عزیز و محترم۔ حکایت ہے کہ نوشیروان کے ابتدائے عہد میں جبکہ اُس کی عدالت کا جھنڈا بلند نہ ہوا تھا اور عیش و عشرت کے بجائے کار رعیت میں مصروف نہ ہوا۔ اُس کے ہمسایہ میں ایک آدمی کرم میں مشہور تھا اور مہمانوں کی خاطرداری اور رعایت میں معروف و مذکور ؎

با مصاحبت فقیران شاد گشتہ	ز بند احتیاج آزاد گشتہ

خاص و عام کو وہ اپنا مہمان بناتا تھا۔ جب اُس کے کرم و ہمت کی شہرت ہوئی اور نوشیروان نے بھی تعریف سنی تو اتفاقاً معمولی سوداگروں کے لباس میں اُس کے مکان پر گیا۔ میزبان نے نہ پہچانا اور حسب عادت نہایت تکلف اور احتیاط سے خاطرداری کی اور لوازم ضیافت مہیا کیے اور ایک دالان میں بٹھلایا جسکی کھڑکیوں سے چاروں طرف انگور کے درخت پھلے ہوئے نظر آتے تھے۔ میزبان نے اسقدر خاطرداری اور تکلفات میں مبالغہ کیا کہ نوشیروان نہایت متعجب ہوا اور مجلس کے اختتام پر کہا کہ اے خواجہ میں ایک تاجر آدمی ہوں۔ تیرے کرم و بخشش کا شہرہ سنکر تصدیع دہ ہوا اور جس قدر سنا تھا اُس سے زیادہ پایا۔ مصرع۔

چون بدیدم ہزار چندانی"، اب میں رخصت ہوتا ہوں جو کچھ کہو تحفہ بھیج دوں۔ میزبان نے کہا کہ آپ کی بدولت یہاں سب کچھ مہیا ہے مگر جب رسم تکلف درمیان سے اُٹھ گئی ہے تو میں کہتا ہوں کہ مجھے تازہ انگور کھانے کی طرف نہایت رغبت ہے

اگر آپ کے پاس کوئی باغ ہو تو مجھے تحفۃً کچھ بھیجدیجیئے گا۔ نوشیروان نے کہا کہ میں تو باغ میں بہ کثرت انگور دیکھ رہا ہوں کیوں نہیں اس میں سے کھاتے۔ میزبان نے جواب دیا ہمارا بادشاہ نہایت ظالم اور امور رعیت کی طرف سے غافل ہے انگور پک گئے ہیں مگر وہ اپنے ملازمین کو تخمینہ کے لیئے نہیں بھیجتا۔ لوگ تو بغیر سرکاری معائنہ کے کھاتے ہیں مگر میں محروم ہوں کیونکہ بادشاہ کا حق اس باغ میں ہے۔ اور ابھی تک تخمینہ نہیں ہوا۔ اگر میں کھاؤں تو خیانت ہوتی ہے اور میرے مذہب میں خیانت حرام ہے جب پھل آجاتے ہیں تو باغ کو میں گھیر دیتا ہوں اور کسی کو آنے نہیں دیتا جب تک کہ بادشاہ عشر تحصیل نہ کرے نوشیروان یہ سنکر رو پڑا اور کہا کہ وہ غافل بادشاہ میں ہی ہوں اور تیری دیانت کی وجہ سے میں بیدار ہوا۔ پس راہ انصاف اختیار کی اور اس مرد کو معزز و معظم کیا۔ قطعہ

از دیانت کارے یابد نظام	وز امانت مرد کامل مے شود
بے تکلف از تدین خلق را	دولت دارین حاصل مے شود

بیان ہے کہ امیر بلخ کا بیٹا ایک دن سیر و تفریح کے لیے باہر گیا تھا۔ ایک جگہ پست چار دیواری نظر پڑی اور دیکھا کہ ایک بوڑھا کمر میں زنار باندھے ہوئے پودوں کو لگا رہا ہے۔ امیر زادہ نے کہا کہ اے پیر مرد جب تو ان درختوں کے میوے نہ کھائے گا تو کیوں انھیں لگا رہا ہے پیر مرد نے جواب دیا دوسرے بوتے ہیں اور میں کھاتا ہوں۔ اس لیے میں بوتا ہوں تا کہ دوسرے کھائیں اور ممکن ہے کہ میں بھی کھا سکوں امیر زادہ ایک معزز نوجوان تھا طلاق کی سوگند کھائی کہ تو اس باغ سے میوہ نہ کھانا۔ یہ کہکر چلا گیا۔ پیر مرد نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون نوجوان تھا معلوم ہوا کہ امیر بلخ کا بیٹا تھا ایک مدت کے بعد امیر زادہ پھر

اُسی طرف سیر و تماشہ کے لیے آنکلا اور اپنی جماعت کے ساتھ ایک دلکشا اور پرفضا باغ مین آیا۔ نظم

درختانش ہمہ بالا کشیدہ	پر ایشان میوہ ہاے خوش رسیدہ
ز بالاے درختانِ سرافراز	نوا خوان گشتہ مرغانِ خوش آواز

امیرزادہ کو یہ باغ نہایت پسند آیا اور مرکب سے وہین اُتر پڑا۔ ایک زنار بند پیرمرد باغ مین پھر رہا تھا۔ مگر دونون نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا۔ پیرمرد کچھ میوے توڑ کر امیرزادہ کے روبرو لایا۔ اُس نے کھانا شروع کیا اور تھوڑا سا کھانے کو میوہ پیرمرد کو بھی دیا۔ اُس نے نہ کھایا اور ایک ملازم کو دے دیا۔ امیرزادہ نے نہ کھانے کی وجہ پوچھی۔ پیرمرد نے جواب دیا کہ جب مین ان درختون کو لگا رہا تھا تو امیر بلخ کا بیٹا یہان آیا اور مجھے اس فعل پر سرزنش کی کہ لب گور ہو کر ان درختون کو لگاتا ہے کہ چند سال کے بعد دوسرے لوگ اس کے پھل کھائینگے۔ مین نے اُسکی بات کا جواب دیا اور اُسنے طلاق کی سوگند کھائی اور مجھے پھل کھانے سے منع کیا۔ مین اس سوگند کی حرمت سے کہ شاید وہ کتخدا ہو پھل نہین کھاتا تاکہ طلاق نہ واقع ہو اور عہدہ دیانت سے مین باہر ہوسکون۔

جوان نے کہا کہ اے پیرمرد وہ امیرزادہ مین ہی ہون اور سوگند مین ہی نے کھائی تھی۔ اس تیری دیانت پر مین نے تجھے اپنی وزارت سپرد کی۔ اب سے کوئی کام بغیر تیرے مشورہ کے نہ کرونگا۔ پیرمرد نے کچھ دیر تامل کیا۔ پھر سر اُٹھا کر کہا کہ مین اس خدمت کو قبول کرتا ہون لیکن بادشاہ مسلمان اور وزیر گبر جائز نہین ہے پس اُس نے زنار توڑ کر پھینکدی اور کلمۂ شہادت پڑھا اور دیانت کی برکت سے اسلام کی دولت پائی ۵

اگر بعلوِ قدر خواہی از دیانت رخ متاب	با تو گفتم گفتنی واللہ اعلم بالصواب

چوبیسواں باب وفائے عہد کے بیان میں

صاحب کمال جوانمردوں کا کام وفا ہے اور حسن عہد بزرگان ستودہ صفات کی خصلت ہے جس عہد و پیمان کا رخسارہ خال وفا سے آرائش پائے اُسکے دام محبت سے مرغ دل گردن نہیں اٹھا سکتا حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ لادین لمن لاعھد لہ۔

نیست بر مردم صاحب نظر		خدمتے از عہد پسندیدہ تر	

ایک دن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنے کسی دوست کے ہمراہ اُس کے مکان تک گئے۔ اُس نے آپ سے کہا کہ یہاں آپ ٹھہر جائیے میں گھر کا کام کر کے واپس آتا ہوں۔ آپ نے وعدہ کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔ اُس آدمی کو گھر میں کوئی بڑا کام پیش آیا اور حضرت اسمٰعیلؑ کے وعدہ کو بھول کر کام میں مشغول ہو گیا کسی دوسرے راستے سے کام کے لیے وہ باہر بھی گیا۔ آخر تین دن کے بعد آپ کے پاس گذرا اور دیکھا کہ آپ اُسی مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کیوں یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ تم سے چونکہ میں وعدہ کر چکا تھا اس لیے تمھارے انتظار میں بیٹھا رہا۔ اُس نے کہا جب میں نہ آیا تو آپ چلے کیوں نہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں وعدہ کے خلاف کرنا جائز نہیں رکھتا۔ اگر مدتوں تم نہ آتے تو میں یہیں بیٹھا رہتا اور اس جگہ سے کہیں نہ ٹلتا بیشک حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اسی قسم کے اوصاف کی تعریف کی ہے اِنہ کان صادق الوعد۔

از عہدۂ عہد اگر برون آید مرد		از ہر چہ گمان بری فزون آید مرد	

جب کہ بندگان خدا کے ساتھ وفاے عہد پسندیدہ ہے تو خدائی وعدون کا وفا کرنا کس قدر پسندیدہ نہ ہوگا۔ حکایات الصالحین مین بیان ہے کہ ایک خواجہ کے پاس کوئی پارسا اور خداترس ملازم تھا ناگاہ خواجہ بیمار ہوا اُس نے خدا سے عہد کیا کہ اگر مین اس بیماری سے نجات پاؤن تو اس غلام کو آزاد کردونگا حق سبحانہ نے اُسے شفا بخشی۔ چونکہ خواجہ کا دل غلام سے لگا ہوا تھا اس لیے اُسنے حسب وعدہ آزاد نہ کیا اور پھر بیمار پڑ گیا۔ غلام کو حکیم کے بلانے کے واسطے بھیجا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام تنہا واپس آیا اُس کے آقا نے پوچھا کہ طبیب کہان ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ طبیب کہتا ہے کہ چونکہ خواجہ میری ہدایات پر عمل نہین کرتا۔ اس لیے مین اُس کا علاج نہ کرونگا۔ خواجہ متنبہ ہوا اور کہا کہ اے غلام طبیب سے کہہ کہ مین مخالفت سے باز آیا اور نقض عہد سے توبہ کرتا ہون مصرع گرسر برود از سر پیمان نروم" غلام نے کہا اے خواجہ طبیب کہتا ہے کہ اگر تو وفا کرتا ہے تو مین بھی تجھے شفا دیتا ہون۔ خواجہ نے غلام کو آزاد کردیا اور فی الفور شفایاب ہوا۔ ؎

اگر بعہد محبت وفا کنی با حق		دروے لطف وکرامت وفا کند باتو	

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کو ایک سخت مہم درپیش ہوئی۔ اُس نے عہد کیا کہ اگر حسب دلخواہ کام خدا نے پورا کردیا تو خزانہ مین جس قدر روپیہ ہے سب فقرا کو تقسیم کردونگا حق سبحانہ نے جلد تر حسب منشا مہم کو پورا کردیا اور بادشاہ نے ارادہ کیا کہ وفاے عہد کرے۔ خزانچی کو طلب کیا اور فرمایا کہ خزانہ مین جس قدر روپیہ ہو اُس کا شمار کرو۔ بعد اُس کے کل مال نکلوالو۔ امرا اور ارکان دولت نے عرض کیا کہ اے بادشاہ خزانہ فقرا و مساکین پر نہ تقسیم کرنا چاہیے ورنہ لشکر بے نوا نا ہوجائے گا۔ اُس نے جواب دیا کہ مگر مین اسکے تقسیم کرنے کا عہد کرچکا ہون کہ

اہل استحقاق کو دون گا۔ ارکان دولت نے کہا کہ علما کہتے ہین کہ ملازمین شاہی بھی بحکم والعاملین علیہا جملہ اہل استحقاق مین سے ہین۔ بادشاہ اس بارے مین نہایت متحیر ہوا اور غرفہ مین بیٹھا ہوا تھا۔ ناگاہ سامنے سے ایک دیوانہ گذرا حکم دیا کہ اسے حاضر کرو تاکہ مین اس سے مشورہ کرون آخر کار دیوانہ سامنے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ اے دیوانہ مین نے خدا کے ساتھ عہد کیا تھا کہ جب میرا کام ہو جائے تو جس قدر کہ نقد رکھتا ہون اُس کی راہ مین تصدق کر دون گا چنانچہ وہ مہم پوری ہو گئی اور مال و نقد بکثرت ہے۔ ارکان دولت اُسکے خرچ کرنے پر راضی نہین ہین اور علما سپاہیون کو مستحق ثابت کرتے ہین۔ اس باب مین تیری کیا راے ہے سو دیوانہ نے کہا کہ اے بادشاہ جس وقت تو نے عہد کیا تھا کہ درویشون کو مال دون گا تو سپاہیون کا خیال دل مین گذرا تھا یا نہین۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ نہین انھین گداگرون اور فقرا کا خیال تھا۔ اُس نے کہا پس جنکا خیال تھا۔ اُنھین کو دو۔ کسی امیر نے دیوانہ سے کہا کہ مال بکثرت ہے اگر سب خرچ ہوا تو سپاہی کیا کرینگے۔ دیوانہ نے اُسے گھور کر دیکھا اور بادشاہ کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ اے بادشاہ جس سے تو نے عہد کیا ہے۔ دوسری بار اُس سے کچھ کام متعلق ہو گا یا نہین اگر ہو تو وفاے عہد کر اور اگر تو اُس کا محتاج نہ ہو تو جو جی مین آئے وہ کر۔ بادشاہ یہ سُنکر رویا اور فقرا و مساکین پر مال تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ نظم

چہ محتاج خواہی شد آخر بدو	متاب از وفاداری خویش رو
کسانے کہ فرمانروا گشتہ اند	مکرم ز حسن وفا گشتہ اند
وفاداری آئین شاہنشہی ست	غم عہد خوردن ز کار آگہی ست

جس قدر حسن عہد سلاطین کے لیے زیبا ہے اُس قدر کسی کو بھی نہین۔ کیونکہ انکی باتین ہر ایک کے کانون تک پہونچتی ہین۔ اور ہر ایک مجلس و مجمع مین انکے

حالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تمام خلقت انکے عہد و پیمان پر اطلاع پاتی ہے اور جب وہ اپنے عہد کو پورا نہ کرین تو دوست دشمن کو اُن پر اعتماد نہ رہے گا ہوشنگ کے وصیت نامہ مین مذکور ہے کہ اے فرزند نقض عہد اور خلاف وعدہ سے اجتناب کر کیونکہ اس کا خراب نتیجہ بہت جلد مل جاتا ہے ؎

دست وفا در کمر عہد کن	تا نشوی عہد شکن جہد کن

جملہ لوازم سلطنت سے بادشاہ کے لیے ایک یہ بھی ہے کہ عہد سلطنت کے عہدہ سے باہر آئے۔ حکایت ہے کہ افراسیاب ظالمون کے حالات اور مظلومون کی کیفیت کے دریافت کرنے مین بڑی محنت کرتا تھا ایک دن مجلیس امرا نے کہا کہ آپ اس باب مین سخت محنت کرتے ہین اور سیر و تفریح سے باز رہتے ہین افراسیاب نے جواب دیا کہ مین اپنے وعدہ کے خلاف نہین کرنا چاہتا۔ اُنھون نے کہا کہ ہمنے کسی وعدہ کا ذکر آپ سے نہین سنا۔ افراسیاب نے جواب دیا کہ حکومت بذات خود ایک وعدہ ہے۔ بادشاہ کو لازم ہے کہ اس وعدہ کو پورا کرے اور ایفاے وعدہ یہ ہے کہ مظلومون کا انصاف کرے ظالمون سے بچائے۔ جو شخص اس طریقہ پر نہ چلے گا وہ خلاف وعدہ کا مرتکب ہوگا۔ مصرع خلاف وعدہ بنیاد تزلزل ہین دیانت
کسی بادشاہ نے ایک حکیم سے پوچھا کہ کونسی صفت مرد کو عزیز بناتی ہے جواب دیا ایفاے وعدہ حسن عہد کے فضائل مین سے ایک یہ ہے کہ بقاے عالم اسی سے وابستہ ہے کیونکہ مدار عالم سلطنت پر ہے اور سلطنت کا مدار لشکر پر ہے۔ اور شاہان عالم خزائن کو فوج و خدم و حشم پر اسی امید سے خرچ کرتے ہین کہ دشمن کی چڑھائی کے وقت وفاے عہد کرین۔ اگر رسم وفا دنیا سے اُٹھ جائے تو سپاہیون پر کسی کا اعتماد باقی نہ رہے اور ارکان ملک مین خلل واقع ہو۔ دوسرے معاملات تجارت و زراعت مین بکثرت عقود و عہود ہوتے رہتے

ہین اگر وہ پورے نہ کیے جائین تو دنیا کا نظم ونسق پراگندہ ہوجائے۔ لہذا طریق وفا سے منھ نہ موڑنا چاہیے اور وفاداروں کی صحبت مین رہنا چاہیے۔ **مثنوی**

میل کسے کن کہ وفایت کند	جان بہدف تیر بلایت کند
بہر چنین دوست کہ جانے بود	دوستی جان زگرانے بود
جان کہ ازو بہ بجہان یار نیست	ہیچ نیرزد چو وفادار نیست
یار توان یافت بگیتی بسے	لیک وفادار نیابد کسے
صحبت آن کن کہ بصدق وصفاست	دامن او گیر کز اہل وفاست

ملک خراسان کی تاریخ مین مذکور ہے کہ جس وقت یعقوب لیث نیشاپور پہونچا محمد طاہر وہان کا حاکم تھا جو یعقوب سے باغی ہوگیا۔ اُسنے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ محمد طاہر کے ارکان دولت نے پوشیدہ طور پر یعقوب کے پاس اظہار خلوص مین خطوط لکھے مگر ابراہیم دربان نے نہ خود کوئی تحریر لکھی نہ کسی کی تحریر یعقوب تک پہونچنے دی۔

جب یعقوب نے نیشاپور لے لیا اور رعایا وارکان دولت کو اپنے قبضہ مین کرلیا تو ابراہیم کو طلب کیا اور کہا کیا وجہ تھی کہ میرے ہواخواہون نے تیرے ذریعہ سے خطوط بھیجے مگر تونے اُنکے ساتھ موافقت نہ کی۔

ابراہیم نے جواب دیا کہ اے بادشاہ مجھے پہلے سے تیری شناسائی نہ تھی کہ اُس کی وجہ سے عہد کی تجدید کرتا محمد طاہر سے بھی مجھے کچھ شکایت نہین ہے جسکی وجہ سے مخالفت پر آمادہ ہوتا۔ نہ خود اس بات کو گوارا کرسکا کہ انعام و پرورش کے حقوق برطرف کردون اور عہد وپیمان کو توڑ ڈالون ؎

من نہ آنم کہ سر از خط وفا بردارم
گرچہ سازند جدا چون قلم بند زبند

یعقوب نے کہا کہ تو اس لائق ہے کہ تیری پرورش کی جائے اور تیرے طریقہ کی پیروی کی جائے مصرع آفرین باد برین ہمت مردانہ تو۔
پس اُسکو اپنے خاص مصاحبین مین داخل کرلیا اور جن لوگون نے اپنے مالک سے نفاق برتا تھا۔ انواع انواع سزاؤن سے اُنھین ہلاک کرادیا قطعہ

کسے کہ حق نہ شناسد از و امید مبر	کسے کہ نیست وفا یش بد وکمن پیوند
ز حسن عہد بعالم اگر علم گردے	لوائے رفعت تو بگذرد ز چرخ بلند

پچیسوان باب صدق کے بیانمین

راستی اور راستکاری برکت اور مخلصی کا سبب ہے۔ قطعہ

راستان رستہ اندروز شمار	جہد کن تا از ان شمار شوی
اندرین رستہ راستگاری کن	تا دران رستہ رستگار شوی

بزرگون نے کہا ہے کہ میدان سخن کذب سے کشادہ تر ہے چمن سخن مین گل صدق سے تمتع اُٹھانا چاہیے اور نفس ناطقہ کو گلدستۂ دروغ نہ بنانا چاہیے قطعہ

زبانِ پاک را حیف است بسیار	کہ از لوثِ دروغ آلودہ سازی
اگر پا بر نداری از رہِ صدق	سر از گردون گردان برفرازی

بزرگانِ دین مین سے کسی نے کہا ہے کہ اس صورت مین بھی کہ جھوٹ بولنے سے عذاب کا خوف اور راستی سے امید ثواب نہ ہو۔ تو بھی عاقل کو چاہیے کہ جھوٹ سے احتراز کرے اور راستی کی طرف مائل ہو کیونکہ دروغگوئی آدمی کو خوار اور بے عزت کردیتی ہے ؎

از کجی افتی بکم و کاستے	از ہمہ غم رستی اگر راستے

حکایت ہے کہ خلیفہ مسترشد نے وصیت نامہ مین اپنے بیٹے کو لکھا تھا کہ اگر

تو چاہیے کہ لوگ تجھسے ڈرین تو جھوٹ نہ بولنا کیونکہ دروغ گو آدمی اگرچہ ہزار تلوار
حفاظت کے لیے اپنے ارد گرد رکھے مگر بے رعب و داب ہوتا ہے یعنی اگر ہزار
تیغ برہنہ بھی ہو اور شمشیر زبان جوہر صدق سے خالی ہو تو کسی آدمی کے نزدیک
اُسکی کچھ وقعت نہین ہوتی ۔ مثنوی

تو در کار خود راستی برہ بکار	کہ ہم رستہ گردی و ہم رستگار
بود گرچہ مردم بسے کج خرام	بآخر شود راستان را غلام
اگرچند باشد کمان سخت گیر	بآخر تواضع کند پیش تیر

حکایت ہے کہ حجاج ظالم ایک جماعت کو سزا دے رہا تھا ۔ انمین سے ایک
نے کہا کہ اے امیر مجھے قتل نہ کر کیونکہ مین نے اپنا حق تجھپر ثابت کر دیا ہے ۔ حجاج
نے پوچھا کہ مجھپر تیرا کیا حق ہے قیدی نے جواب دیا کہ فلان دشمن تیرے بارے
مین گستاخانہ باتین کر رہا تھا مگر مین نے اُسے منع کیا اور دشنام سے باز رکھا حجاج
نے پوچھا کوئی گواہ بھی ہے ۔ قیدی نے کہا ہان اور ایک شخص کی طرف اشارہ کیا
جو اُسی کے ساتھ قید تھا ۔ اُسنے کہا بے شک یہ سچ کہتا ہے ۔ مین نے خود سُنا کہ
فلان شخص کو غیبت سے اسنے روکا ۔ حجاج نے پوچھا کہ تو نے کیون نہ منع کیا
اُسنے جواب دیا تو میرا دشمن ہے ۔ تیری رعایت مجھپر واجب نہ تھی ۔ حجاج نے
دونون کو چھوڑ دیا ۔ ایک کو بوجہ اُس کے حق کے اور دوسرے کو بوجہ اُسکی
صداقت کے ۔ اور یہ مثل لوگون مین مشہور ہوئی ۔ اِن کَانَ الکِذبُ یُنجِی فَالصِّدقُ
انجیٰ ۔ مثنوی ۔

راستی آنجا کہ علم برزند	یاری حق دست بہم برزند
راستی خویش نہان کس نکرد	بر سخن راست زیان کس نکرد
راستی آور کہ شوی رستگار	راستی از تو ظفر از کردگار

چون بہ سخن راستی آرے بجاے	تا صرِ گفتار تو باشد خداے

اور جس طرح کہ کذب آبرو کو دور کر دیتا ہے ویسا ہی ہنسی مذاق لہو ولعب بھی مسقط آبرو ہے خصوصاً ارباب اختیار کے لیے کہ انکی مزاح سے ملازمین دلیر ہو جاتے ہین اور انکی وقعت اُنکے دلون سے جاتی رہتی ہے اور ممکن ہے کہ جب کسی ہسے مذاق کرین تو دل مین وہ کینہ رکھے اور موقع پاکر کبھی انتقام کا درپے ہو اور اس صورت مین فتنہ وفساد کی زیادتی ہوگی روشنائی نامہ مین مذکور ہے نظم

مکن مخش و در ونغ و ہزل پیشہ	ہزران بہ پاے خود زنہار تیشہ
کہ گر شاہی برد ہزل آبروئیت	وگر ماہی کند چون خاک کوئیت

دوسرے یہ کہ با اختیار لوگون کو غیبت سے ضرور احتراز کرنا چاہیے۔کیونکہ اُنکے لیے یہ آسان بات ہے کہ جس کی غیبت جس کے سامنے کرنا چاہین بالمشافہہ کر سکتے ہین نہ خود کو اہل غیبت مین شمار کرنا چاہیے نہ اپنے ملازمون کو کیونکہ غیبت سے بے انتہا دینی ودنیاوی نقصانات ہین نظم

غیبت کس تا بتوانی مگوے	زانکہ ز غیبت برود آبروے
گوش منہ بر لب غیبت گران	تا تو ہم انباز نباشی دران

چھبیسوان باب حاجت روائی کے بیان مین

جو شخص چاہے کہ اُسکی حاجتین بارگاہ خداوندی سے پوری ہون تو اُسے چاہیے کہ حاجات خلق کو پورا کرے حدیث مین آیا ہے کہ حق سبحانہ تعالی اُن لوگون کی مدد کرتا ہے جو بندگان خدا کی مدد کرتے ہین ۵

اگر توقع بخشائش خدا داری
ز روے لطف وکرم بر شکستگان بخشاے

اخبار مین آیا ہے کہ جو شخص انعام ربانی اور افضال سبحانی کو اپنے لیے زیادہ کرنا چاہے تو بہ کثرت محتاجون اور عاجزون کے حقوق کی ادائی اپنے ذمہ لے۔ کیونکہ حاجتمندون کے فاقہ کا بند کرنا مقدار نعمت پر منحصر ہے جس قدر با اقتدار صاحبون کو دولت زیادہ ملے اُسی قدر ضعفا و محتاجون کی حاجت روائی کرنی چاہیے لہذا ہر ایک باعظمت اور صاحب دولت اصحاب پر فرض ہے کہ درماندگان کے تخفیف مصائب مین کوتاہی نہ کرین اور اپنی قدرت و اقبال کو غنیمت جانکر اہل حاجت کی مراد برلائین۔ قطعہ

امید خلق روا کن بکرمت کہ تونیز	مقررست کہ باخود امیدہا داری
بدہ مراد فقیران بلطف تا بدہد	مرادہا کہ تو از حضرت خدا داری

حدیث مین آیا ہے کہ مومنون کے دلون کو خوش کرنا آدمیون اور جنون کے عمل کے برابر ہے پس سلطنت کی شرط یہ ہے کہ ہر وقت محتاجون کے حاجات کا منتظر ہو اور اُنکے دلون کو حاجت روائی سے خوش کرے تاکہ باین عظمت و شان اُسکا ثواب بھی فوت نہ ہو۔

اسکندر ذوالقرنین ایک دن رات تک مجلس حکومت مین بیٹھا رہا جب برخاست کا وقت قریب آیا تو کسی ہمجلیس سے کہا کہ مین آج کو اپنے حساب عمر مین شمار کرتا ہون اُسنے کہا جو دن فراغت و صحت سے گذرے اور سلامت و کرامت سے شب بخیر ہو اور مہمات سلطنت حسب مرام فیصل ہون خزانہ معمور ہو اور ملک داری مکمل تو اگر اُس دن کو بادشاہ عمر مین نہ شمار کرے تو اور کون دن اس قابل نظر آئے گا اسکندر نے کہا کہ جس دن بادشاہ کی طرف سے کسی مظلوم کو راحت نہ پہونچے اور کسی محروم کی حاجت روائی نہ ہو تو کس طرح اُسے عمر مین شمار کیا جاسکتا ہے۔ قطعہ

زعمر آن قدر بیش باید بکار	که در نفع خلق خدا بگذرد
وزان زندگانی چه حاصل بود	که در کار نفس و ہوا بگذرد

حکایت ہے کہ بادشاہ چین نے اسکندر سے پوچھا کہ سلطنت کی لذت کس چیز مین آپ نے پائی اسنے کہا تین چیزون مین اول دشمنون کو مغلوب کرنے مین دوم دوستون اور ہوا خواہون کو سرفراز کرنے مین سوم محتاجون کی حاجت روائی کرنے مین - اس کے علاوہ جو لذت ہو وہ بے اعتبار ہے نظم

ہمین بس ز شاہی و فرماندہی	که از دشمنان ملک سازد تہی
دوم دوستان را بود دلنواز	ز ہمپایہ خود را کند سرفراز
سوم حاجت مرد امیدوار	بر اندر نگرداندش شرمسار
از ایشان کسے گوی دولت برد	که در بند آسایش خلق بود

ستائیسوان باب آہستگی اور تامل کے بیان مین

اس خبر کے مطابق کہ - التانی من الرحمن والعجلۃ من الشیطان ،، کامون مین آہستگی اور تامل رحمن کی طرف منسوب کرتا ہے - اور تعجیل و شتاب کاری شیطان کی طرف آہستگی ہر کام کو آراستہ کرتی ہے اور عجلت سے ہر کام بگڑ جاتا ہے بصورت اول غالب پہلو یہ ہے کہ کام حسب دلخواہ پورا ہوا اور جس کام مین کہ تیزی اور جلدی کی جائے اکثر مقصد فوت ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ وبال عقبی اور خجالت دنیا کا سبب ہو نظم

بآہستگی کار عالم برآر	که در کار گرمی نیاید بکار
چراغ ار بگرمی نیفروختے	نه خود را نه پروانه را سوختی
شکیب آورد بندگان را کلید	شکیبنده را کس پشیمان ندید

حکایت ہے کہ پرویز نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جس طرح تو رعیت پر حاکم ہے اسی طرح تجھپر عقل حاکم ہے اگر رعایا کو فرمانبردار رکھنا چاہیے تو تو بھی عقل کا فرمانبردار رہ اور ہر کام مین حاکم عقل سے مشورہ کر خصوصاً ایسے معاملات مین جن سے لوگون کا نقصان یا اتلاف مال کا اندیشہ ہو۔ نظم

بے تامل مباش در ہمہ حال		بگذر از طریق استعجال	
ہر کہ دارد تانے اندر کار		بر مرادات دل رسد ناچار	

ہوشنگ کی وصیتون مین مذکور ہے کہ معاملات ملک داری مین بمقتضائے قول لیس من العدل سرعۃ "جلد بازی نہ کرنی چاہیے اور غیظ و غضب کی حالت مین نفس کو غالب نہ رکھنا چاہیے بلکہ از سر نو انجام پر غور کرنا چاہیے مبادا العیاذ وقوع پشیمانی ہو اور ندامت سے کچھ فائدہ پھر حاصل نہ ہو۔ نظم

مکن در امور سیاسی شتاب		نرا دادِ تا نی عنان بر متاب	
کہ صد خون بیکدم توان ریختن		ولے کشتہ نتوان بر انگیختن	

جلد بازی مثل ایک تیر کے ہے جو کمان سے نکل کر واپس نہین آسکتا اور آہستگی شمشیر ہے جو ہاتھ مین ہے اگر چاہو اُس سے کام لو ورنہ کچھ ضرر نہین پہونچاتی اور اس مین کسی وقت اہل حکومت کو خفت نہین حاصل ہو سکتی جس طرح کہ حالت غضب مین ہونا ممکن ہے پس ایسے وقت مین لازم ہے کہ حکم دینے سے باز رہے اور انجام کو دیکھے۔ حکایت ہے کہ اردشیر بابک نے تین رقعہ لکھوا کر ایک غلام کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ جس وقت مجلس حکم مین کسی پر میرا افراج متغیر ہو اور غیظ و غضب کے آثار مجھپر ظاہر ہون تو پہلے اس کے کہ مین کوئی حکم دون ایک رقعہ پیش کرنا اگر دیکھنا کہ آتش خشم فرو نہین ہوئی تو دوسرا رقعہ پھر تیسرا رقعہ دینا۔ پہلے رقعہ کا مضمون یہ تھا کہ تامل کر اور نفس امارہ کی عنان

اپنا ارادہ نہ دے کہ تو ایک عاجز مخلوق ہے اور ایک قوی خالق موجود ہے جسنے تجھے پیدا کیا۔ دوسرے رقعہ کا یہ مضمون تھا کہ آہستگی عمل مین لا کیونکہ زبردست لوگ حضرت پروردگار کی ودیعت ہین۔ جلد بازی سے کام نہ کر اور مغلوبون پر رحم کر تاکہ اس کے عوض مین جو غالب ہے تجھپر رحم کرے۔ تیسرے مین لکھا تھا کہ جو حکم دینا چاہے اُس مین شرع سے تجاوز نہ کر اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دے

مثنوی

توسن خود تند مسازی چنان		بس نتوان باز کشیدن عنان	
حکم چنان کن کہ ز روے نسق		راست بود حکم تو با حکم حق	

تواریخ مین لکھا ہے کہ جب احمد سامانی نے وفات پائی تو اُس کا بیٹا نصر آٹھ برس کا تھا۔ ارکان دولت نے اُسے تخت نشین کیا اور خود احکام نافذ کرتے تھے۔ جب نصر سن رشد کو پہونچا تو حکومت کو اپنے قبضہ اختیار مین کیا اور اپنے باپ کی مملکت پر متصرف ہوا۔ طرح طرح کے فضائل ومناقب اُسے حاصل تھے لیکن کم عمری اور عدم تجربہ کے باعث زود خشم تھا اور بے تامل حکم دیتا تھا اور معمولی قصور پر سخت سزائین دیتا تھا۔ ایک دن اُسنے اپنے وزیر سے پوچھا کہ اگر مجھ مین کچھ عیب ہو تو بیان کرو تاکہ مین اُس کا تدارک کرون۔ اُس نے عرض کیا کہ بحمد اللہ شاہ والا تبار مین ہر قسم کی خوبیان ہین اور عام وخاص کے فائدہ پر ہر حکم مبنی ہوتا ہے۔ لیکن اس خوان کرم پر نمک کی کچھ کمی ہے اور بغیر نمک کے کوئی کھانا لذیذ نہین ہوسکتا۔ نصر نے پوچھا کہ وہ نمک کیا ہے۔ وزیر نے جواب دیا خوان حکومت کا نمک بردباری اور آہستگی ہے اور اس خوان کو غارت کرنے والا غیظ وغضب اور تیزی ہے۔ امیر نصر نے کہا یہ مجھے معلوم ہے کہ یہ عیب مجھ مین موجود ہے لیکن چونکہ اس کا خوگر ہوگیا ہون لہذا اسکے تدارک

کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ وزیر نے کہا کہ حکم نافذ کرتے وقت آپ اس کا لحاظ رکھین کہ تامل سے
ہو نہ کہ جلد بازی سے اور آپ کی خدمت مین پاکیزہ اخلاق کے بزرگ صحبت رکھین
تاکہ بوقت غیظ وغضب وہ سفارش کرسکین۔ اس طرح یہ عادت پڑسکتی ہے
امیر نے بزرگان ملک کو طلب کرکے اپنا مقرب بنایا اور حکم دیا جو حکم کسی مجرم کے
لیے مین نافذ کرون وہ تین دن تک ملتوی رہے اور تین بار پھر میرے سامنے
پیش کرو اور حبس کی سزا کا مین حکم دون سو بید سے کم مارنا اور اپنے ہمجلیسون
کو اجازت دی کہ اگر کوئی گنہگار معافی کا مستحق ہو تو تم لوجہ احسن اسکی سفارش
کرو۔ جب امور حکومت ان قواعد پر جاری ہوئے تو تھوڑے ہی زمانہ مین دبدبۂ
عدالت اور شان حکومت کا غلغلہ اطراف جہان مین پھیل گیا۔ مثنوی

تو شاہی چو شاہین مشو تیز پر	باہستگی کوشش چون شیر نر
عنان کش دوان اسپ اندیشہ را	کہ در زہ خطر ہاست این بیشہ را
بکاری کہ عزم رادہی بستگی	شتابندگی کن نہ آہستگی

اٹھائیسوان باب مشاورت اور تدبیر کے بیان مین

حق سبحانہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ وَشَاوِرْہُمْ
فِی الْاَمْرِ۔ یعنی اپنے اصحاب سے ہر کام مین مشورہ کرو۔ بزرگون نے کہا ہے کہ
حضرت پیغمبر باوجودیکہ تمام خلق سے دانا تر تھے اور وحی الٰہی سے مدد پاتے تھے
پھر بھی حق تعالی نے مشاورت کا حکم دیا تاکہ بعد آپ کے امت مین ایک طریقہ
کی بنیاد پڑے کیونکہ مشاورت مین بکثرت فوائد ہین۔ ایک یہ ہے کہ مشورہ کامون
کو صلاح و راستی سے نزدیک کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص بغیر مشورہ کے
کام کرے اور اس کام کا اچھا نتیجہ نہ ہو تو طعن وتشنیع کی زبان دراز ہوتی ہے

بخلاف اسکے اگر مشورہ سے وہ کام کرے تو بے نتیجہ ہونے کی حالت میں وہ معذور سمجھا جائے گا تیسرے یہ کہ ایک آدمی کا ذہن کسی امر کے ہر پہلو پر منتقل نہیں ہو سکتا جب ایک جماعت ہوگی تو ہر ایک کچھ نہ کچھ سوچے گا۔ اس طرح جو رائے ٹھیک ہوگی وہ ظاہر ہو جائے گی پس اہل اختیار اصحاب کے لیے لازمی بات ہے کہ حسب مقتضا الاصواب مع ترک المشورۃ ہلاکۃ ہر کام میں جو پیش آئے عقلائے بغیر مشورہ کیے ہوئے شروع نہ کریں اور مشورت کو حل مشکلات میں حاکم سمجھیں اور یقین کریں کہ اتنی عقلیں ایک عقل سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہیں ۔ مثنوی

در مشورت ار چہ ہر ایستہ　　مگر مذہب عقل را جاحدی
ز ارباب حکمت چنین گفتہ اند　　کہ ایمان خیر است من الواحد

اس کا لحاظ چاہیے کہ مشورہ اہل حکمت اور باتجربہ لوگوں سے ہو کیونکہ اس گروہ کی تدبیریں نہایت صائب ہوتی ہیں اور تدبیر صائب کی پیروی کرنا واجب ہے بہرام گور نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ امور سلطنت میں مشاورت سے کام کرنا کیونکہ تدبیر باصواب مثل ایک شکار کے ہے جو ایک آدمی کے ہاتھ میں نہیں آتا اور اگر ایک جماعت ہو تو اس سے بچ نہیں جا سکتا اور ہر سخت تر حادثہ کا تدبیر سے مقابلہ کرنا اور دوسری چیز کی طرف مائل نہ ہونا کیونکہ جو بات تدبیر سے حاصل ہوتی ہے وہ شمشیر و تیر سے بآسانی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ فرد

کار ہا راست کند عاقل کامل بسخن　　کہ بصد لشکر جرار میسر نہ شود

حکایت ہے کہ سلطان روم اور عزیز مصر کے درمیان مخالفت ہوئی اور لشکر کشی کی نوبت پہونچی ۔ رومی لشکر میں ایک آدمی تھا جو تمام حالات سے عزیز مصر کو مطلع کر دیتا تھا ۔ چونکہ اس کی خبریں صحیح ہوتی تھیں اس لیے عزیز مصر کو اس پر بڑا اعتماد تھا قیصر کو یہ خبر معلوم ہو گئی مگر اس نے مخبر کی جانب مطلق توجہ نہ کی ۔ آخر کار

میدان جنگ قریب آگیا تو قیصر نے تمام امرا اور سرداروں کو اپنے روبرو طلب کیا اور سب سے کہا کہ عزیز مصر کے امرا اور سرداران فوج نے یہ حلف مجھے لکھا ہے کہ جب میدان جنگ میں صفیں قائم ہو جائیں گی تو عزیز مصر کو مقید کر کے سپرد کر دینگے لہذا تم لوگ مطمئن رہو اور تمام قوت سے کام میں مصروف ہو جاؤ۔ جب مخبر نے یہ خبر سنی تو مجلس سے باہر آکر فوراً عزیز مصر کو مطلع کیا۔ عزیز مصر نہایت خوف زدہ ہوا اور توقف میں مصلحت نہ دیکھی فی الفور راہ فرار اختیار کی اور قیصر نے اپنی فوج اسکے تعاقب میں روانہ کی اور بہت کچھ مال و اسباب غنیمت میں ملا اور اس ایک تدبیر سے سپاہ مصر کو بھگا دیا۔ قطعہ

ہر کہ بے تدبیر کارے کرد ملک از دست داد	ملک میخواہی بنا ے کار بر تدبیر نہ
بہر تسخیر ممالک لشکر و خیل و حشم	جملہ در کار اند لیکن این ہمہ تدبیر بہ

ایک بادشاہ نے کسی حکیم سے پوچھا کہ تدبیر بہتر ہے یا شجاعت حکیم نے جواب دیا کہ شجاعت تلوار سے مشابہ ہے اور راے درست قوی ہے جو اسکو کام میں لاتا ہے جو شخص ہاتھ میں تلوار نہیں رکھتا کچھ نہ کچھ کام کر سکتا ہے لیکن تلوار بغیر ہاتھ کے بیکار ہے اور بزرگوں نے اس باب میں کہا ہے الراے قبل شجاعة الشجعان عزیز مصر سے لوگوں نے پوچھا کہ بہترین تدبیر اور صائب ترین راے کون سی ہے اس نے جواب دیا جو فتنہ و فساد کو دور کرے۔ بادشاہوں پر لازم ہے کہ حتی المقدور فتنہ کے روکنے میں سعی کریں جیسا کہ ملک ہیاطلہ کا واقعہ گذرا۔ وہ اس طرح ہوا کہ خراسان سے غنیم ملک ہیاطلہ پر فوج کشی کے ارادے سے نکلا۔ ملک ہیاطلہ بھی جنگ کے لیے تیار ہوا مگر ارکان دولت نے پیش بینی کی اور دشمن سے خفیہ طور پر اپنا اخلاص ظاہر کیا اور کل مخلصوں کے نام کا خزانہ سردار غنیم کے پاس روانہ کر دیا۔ اس نے ان سب خطوط کو لفافہ میں بند کر کے خزانہ میں رکھوا دیا

قضارا الملک سیاطلہ کو فتح نصیب ہوئی اور غنیم کا بکثرت مال و اسباب وخزانہ ہاتھ آیا۔ اُن خطوط کا لفافہ بھی مہر شدہ بادشاہ کے روبرو پیش ہوا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس لفافہ مین کس قسم کے خطوط ہین تو اُسے کھولا بھی نہین اور اُسی طرح چھوڑ دیا اور دل مین سوچا کہ اگر ان خطوط کو پڑھون گا تو ارکان دولت سے بدظن ہون گا اور وہ بھی ہراسان ہوکر فتنہ و فساد کے درپے ہونگے جسکا شانا دقت طلب امر ہوگا۔ اسی اثنا مین ایک خواص بارگاہ کو بلایا اور خریطہ اُسے دے کر حکم دیا کہ اُن مین وہ خطوط ہین جنھین ہمارے امرانے غنیم کو ازراہ عاقبت اندیشی تحریر کیے ہین اور اُس نے اُن سب کو جمع کرکے اس خریطہ مین رکھا تھا۔ لیکن بجاے اس کے کہ مین کھول کر پڑھون اور ہر نویسندہ کا نام دیکھون حکم دیتا ہون کہ اس خریطہ کو آگ مین جلادو۔ جب ارکان دولت نے بادشاہ کے اس لطف و مکرمت کا مشاہدہ کیا تو مطمئن ہوکر اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری مین یکدل و جان ہوگئے اور بادشاہ نے اس تدبیر سے ہر ایک کو اپنا مطیع بنالیا۔ مثنوی

بہ تدبیر کارے توان ساختن	کہ نتوان بہ تیغ و سنان ساختن
مکن تکیہ بر گنج و تیغ و سپاہ	ز فرزانگان راے و تدبیر خواہ

کہتے ہین کہ ہر ایک شخص سے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اگر دیانت دار اور معتمد ہو مشورہ کرنا چاہیے کیونکہ چھوٹون کو بسا اوقات ایسی سوجھتی ہے کہ بڑون کے خیال مین بھی نہین گذرتی اور کسی سے مشورہ کرنے مین نقصان نہین اُٹھایا۔ حکایت ہے کہ شہر مرو مین ایک عالم کی لڑکی حسن و جمال مین یکتاے زمانہ تھی اور شہر کے تمام اُمرا اُس کی خواستگاری کرتے تھے وہ عالم حیران تھا کہ اپنی لڑکی کسے دے ہمسایہ مین ایک پارسی رہتا تھا اُسکو بلایا اور کہا کہ میری بیٹی سے نکاح کی خواہش بہ کثرت

لوگ کر رہے ہین مین حیران ہون کہ کس کی درخواست قبول کرون۔ تمھاری رائے اس بارے مین کیا ہے۔ پارسی نے جواب دیا کہ مین اسلام سے بیگانہ محض ہون نہ تمھین مشورہ اور رائے دینے کے لائق ہون۔ عالم نے کہا یہ تو ٹھیک ہے کہ تم مسلمان نہین ہو مگر معتمد اور امین مرد ضرور ہو اور بزرگان دین نے بڑی تاکید کی ہے کہ امین اور معتبر آدمی سے ضرور مشورہ کرنا چاہیے اور حدیث مین آیا ہی المستشار موتمن یعنی دیانت دار سے مشورہ لو۔ لہذا جو تمھاری رائے ہو کہو مین اُسے اختیار کرون گا۔ پارسی نے جواب دیا کہ نکاح مین کفو کا ہونا شرط ہے اور مسلمانون کے مذہب مین کفو سے مراد مذہب وملت ہے اور ہمارے طریقہ کے موافق اصل ونسب کا اعتبار ہے اور اہل زمانہ کے نزدیک مال ورتبہ کا لحاظ ہی اب تم غور کرو کہ اگر اپنا مذہب اختیار کرتے ہو تو دین کو اختیار کرو اور اگر اسلاف کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہتے ہو تو نسب کا اعتبار کرو اور اگر اہل زمانہ کے خیال پر چلنا چاہتے ہو تو مال وجاہ کو تلاش کرو۔ عالم کو اُسکی گفتگو نہایت پسند آئی اور کہا کہ دین سب پر غالب ہے۔ اُس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام مبارک تھا علم وفضل اور دیانت مین یکتا تھا۔ عالم نے کہا کہ مبارک سے بڑھ کر مین اور کسی کو دیندار نہین پاتا لہذا اپنی بیٹی اُس کے نکاح مین دی اور ایک مدت کے بعد خدا نے اُس کو ایک صالح فرزند عنایت کیا کیونکہ عبد اللہ مبارک اہل اسلام کا امام اور زاہد وعارف ہوا۔

	رو بپیچ از مشورت زیرا کہ ارباب خرد مشورت را پیشکار اہل دولت گفتہ اند	

پس سلاطین پر لازم ہے کہ ہر عقدہ کو جو پیش آئے ناخن تدبیر سے کھولین اور ہر ایک خلل کی تلافی و تدارک مشاورت اور رائے صائب سے کرین نظم

برائے لشکرے ناشکنی پشت	بشمشیر از یکے تا صد توان کشت
مشو مغرور عقل و دانش خویش	بنہ آئینہ تدبیر در پیش
مدد خواہ از خردمندان آگاہ	کہ تا یابی سوئے مقصود خود راہ

اسی مضمون کا یہ قطعہ کہا گیا ہے ؎

کار ہا بے مشاورت نہ گنی	تا دران سود بیکران بینی
ہر چہ آن بے مشاورت سازی	جزم میدان کزان زیان بینی

اُنتیسوان باب حزم و دور اندیشی کے بیان مین

کسی امر موہوم کے انجام کا سوچنا اور حتی الامکان لغزش و خلل سے بچنا حزم کہلاتا ہے حکام اور فرمانرواؤن کے لیے یہ خوب ترین خصلت ہے۔ افراسیاب کے اقوال مین سے ہے کہ جو شخص حزم سے کام لے دشمن کی مکاری سے محفوظ رہے اور حقیقت مین حزم دور اندیشی اور پیش بینی کا نام ہے عقلمند آدمی جب شر و فساد کی علامت پیدا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ فی الفور اُس کے تدارک مین مشغول ہوتا ہے اور جاہل آدمی جب تک کہ گرداب بلا مین نہین پھنستا متنبہ نہین ہوتا۔ مثلاً کوئی پتھر پر لوہا مارے تو خردمند یہ سمجھ کر کہ اُس سے آگ نکلے گی وہان سے ہٹ جاتا ہے مگر بیوقوف جب تک کہ آگ کی لپیٹ مین نہ آئے اُس کی سوزش پر خبردار نہین ہوتا۔ مصرع پیش از وقوع واقعہ در فکر خویش باش۔ کسی بزرگ سے لوگون نے دریافت کیا کہ حزم کیا چیز ہے۔ اُس نے جواب دیا حزم کی اصلیت بدگمانی ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے الحزم سوء الظن ایک حکیم کا قول ہے ؎

بد نفس مباش و بد گمان باش	وز فتنہ و مکر در امان باش

مثنوی معنوی مین ہے ؎

حزم آن باشد کہ ظن بد بری	تاگریزی وشوے از بد بری

جس شخص مین یہ صفت پائی جائیگی تو ضرور وہ حادثہ کے موقع پر مصائب کے ٹوٹنے سے پہلے اپنی فکر صائب سے ایک محکم دیوار قائم کردے گا اور اس طرح راہ آفات مین قبل ظہور اپنی حفاظت کا سامان پیدا کرے گا اور ایسے مواقع پر ابناے روزگار پر اعتماد نہ کرے گا نہ موافقت و مدارات اہل زمانہ کو وقیع سمجھے گا اور اپنے مافی الضمیر کو کسی پر ظاہر نہ کرے گا تاکہ مفسدون کی شرارت اور حاسدون کی غیبت سے محفوظ رہے ۔ رباعی

ہرکس کہ امان دین و دنیا طلبید	بے بدرقہ حزم بمنزل نہ رسید
آئینہ فکر را ازین صیقل حزم	تا روے مراد اندران بتوان دید

امام ابراہیم نے ابومسلم کو جب خراسان مین دعوت اسلام کے لیے روانہ کیا تو نصیحت کی کہ اگر اپنا کام حسب دلخواہ انجام دینا منظور ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنے کی فکر کرنا جس سے کہ تو بدگمان ہو کیونکہ سلاطین کی دور اندیشیون مین سے ایک یہ بھی ہے کہ جس سے بدگمان ہون اُس کا کام پہلے ہی تمام کردین ۔ اسی بارے مین کہا ہے ؎

ہرکس ز دولت کرانہ گیرد	اورا سبک از میانہ بردار

تاریخ اسلامی مین بیان ہے کہ اسفار بن شیرویہ نے قلعہ سمنان کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس فکر مین منہمک ہوا کہ ابوجعفر سمنانی کو ہلاک کرے ۔ ابوجعفر یہ خبر پاکر خوف زدہ ہوا اور قلعہ سمنان کو خوب مضبوط کر کے محصور ہو گیا جب اسفار نے ولایت رے پر قبضہ کر لیا تو دیلمی کو فوج کثیر کے ساتھ ابوجعفر کے مقابلہ پر روانہ کیا ہرچند کوشش کی گئی مگر قلعہ فتح نہ ہوا آخرالامر دیلمی نے ایک ایلچی کو مقرر کیا کہ وہ طرفین مین صلح کا پیغام پہونچالے اور مصلحت اس مین یہ سوچی کہ

ابوجعفر دیلمی کو قلعہ مین ضیافت کے لیے لیجائے ،، الغرض ایسا ہی ہوا اور دیلمی افسران فوج کو ہمراہ لیکر قلعہ مین گیا اور خفیہ طور پر سب کو تاکید کردی کہ موقع پاکر ابوجعفر کا کام تمام کردین۔ جب دیلمی حصار کے قریب پہونچا تو ابوجعفر نے حکم دیا کہ دیلمی تنہا داخل ہو چنانچہ وہ اکیلا داخل ہوا اور اُسکے ہمراہی باہر رہ گئے۔ ابوجعفر پر اُسوقت نقرس کا دورہ پڑا جس سے وہ قابل حرکت نہ تھا۔ ایک دریچہ کے پاس بیٹھ گیا جس سے سامنے اور صحرا کا میدان نظر آرہا تھا یہین آپس مین گفتگو شروع ہوئی۔ اثنائے کلام مین دیلمی نے ابوجعفر سے کہا کہ تخلیہ کرو تاکہ مین تجھسے کچھ بات راز کی کرون۔ ابوجعفر نے تمام لوگون کو اٹھ جانے کا حکم دیا صرف ایک خردسال ملازم ضروری کامون کے لیے وہان رہ گیا جب تخلیہ ہوگیا تو دیلمی نے کھڑکی بند کی اور خنجر سے ابوجعفر کا کام تمام کردیا۔ غلام دہشت سے خوف زدہ تھا اُسے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ دیلمی نے ریشم کی باریک ڈور مونڈے سے نکال کر کھڑکی کے در سے مضبوط باندھی اور اسی کے ذریعہ سے حصار کے باہر اتر کر اپنے خیمہ مین داخل ہوگیا۔ اگر اس موقع پر ابوجعفر دوراندیشی سے کام لیتا۔ تخلیہ نہ کرتا اور دشمن کو کوئی موقع نہ دیتا تو ورطۂ ہلاکت مین گرفتار نہ ہوتا۔

اخبار و آثار مین اس قسم کی بہ کثرت حکایتین درج ہین کہ محض حزم کے خلاف کرنے سے لوگ مصیبت مین پڑے۔ اگر عقلمند آدمی غور سے کام لے تو وہ یقین کرے گا کہ کوئی قلعہ حزم و احتیاط سے محکم تر نہین ہے اور کوئی سنگین حادثہ غفلت و سستی سے بڑھکر مہیب نہین ہے۔

بحزم کوش کہ این رہ رہ پر از خطر است ہمین کہ ابر بہار و چنان تصور کن مباش غافل و از حزم بیکرانہ مشو	باحتیاط قدم نہ کہ جائے شور و شر است کہ سیل میرسد و خانۂ تو بر گذر است کہ حزم تیر بلائے زمانہ را سپر است

کسیکہ عاقبت اندیش و دور بین باشد	مقرر است کہ از خود ہمیشہ با خبر است
چو با خبر بود از خود نہال دولت او	علی الدوام بہ باغ مراد بارور است

تیسواں باب شجاعت کے بیان میں

شجاعت اعلیٰ ترین فضائل میں سے ہے اور وہ ایک متوسط قوت کا نام ہے جو جبن اور تہور کے درمیان میں ہے بمقتضائے حکم۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الشُّجاعَ۔ خبار میں آیا ہے کہ دلیر آدمی کی دعا کو مستجاب سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ پروردگار سے گمان نیک رکھتے ہیں اور بد دل آدمی میدان کارزار میں فرار پر اعتماد کرتا ہے اور بہادر آدمی خدا کے فضل پر تکیہ رکھتے ہیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شجاعت کا اشارہ کیا ہے رزقی تحت ظل رمحی" اس میں بوقت جنگ ارتکاب کارزار آلات جنگ کے استعمال کی ترغیب و تحریص ہے قطعہ

بہ شجاعت توان گرفت جہان	ہر کہ بد دل بود چہ کار کند
وانکہ جرأت نباید اندر کار	خویشتن را بزرگوار کند

خالد بن ولید لشکر اسلام میں اپنی لاثانی جرأت کے لیے مشہور و معروف تھے جب وقت رحلت قریب پہونچا تو بصد حسرت و یاس اشک بہا کر کہا کہ افسوس کس قدر میدان جنگ میں میں نے شجاعت دکھائی اور کسقدر نیزے کے زخموں کو برداشت کیا اور اس وقت پیرزنوں کی طرح بستر مرگ پر جان دے رہا ہوں اور چونکہ موت سے چارہ نہیں اسلیے خواہش کرنی چاہیے کہ شہادت کے صلہ میں جان جائے۔ یحییٰ آلتین کا قول ہے کہ بد دل آدمی کا فرار پر سلامتی جان کو منحصر سمجھنا غلط ہو کیونکہ قدرت جمعیت اور شوکت جلادت سے دشمن پر رعب چھا جاتا ہو اور ضعف و خوف و بزدلی سے دشمن کا حوصلہ بڑھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر

بزدل تہ تیغ ہوجاتے ہین اور بہادران جنگ آزما جنگ سے صحیح وسالم نکلتے ہین نظم

ہر کہ بزدل تر بود در کارزار	باشدش جان بیقرار و کارزار
جرأتی کن پیش مردان در نبرد	تا بر آید نامت از مردان مرد

میدان جنگ مین کسی بادشاہ نے نعرہ مار کر اپنی سپاہ اور سرداران فوج سے مخاطب ہوکر کہا کہ آج کا دن روز امتحان ہے۔ معرکۂ حرب مردون کے لیے آتشدان کے مثل ہے کہ جس سے زر خالص کے سوا کچھ نہین نکلتا اور جو کھوٹا ہوتا ہے پگھل جاتا ہے ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان	تا سیہ روے شود ہر کہ در وغش باشد

دلیر آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو بڑے بڑے کامون مین ڈالے اور اپنے دل کو آلام و مصائب اُٹھانے کا ترقی مدارج کی غرض سے خوگر بنالے تاکہ دبدبہ و شوکت و شجاعت کا شہرہ آفاق مین پھیل جائے اور سطوت و جرأت کا چرچا اقطار عالم مین سائر و دائر ہو۔ مثنوی

مرا نام باید کہ گردد بلند	کہ از نام گردد کسے ارجمند
بمردی شود ذکر آزادہ فاش	چو نامم نکو ہست گو جان مباش

افراسیاب اپنی فوج سے کہتا تھا کہ مرگ کی زیادہ خواہش کرو تاکہ زندگانی زیادہ پاؤ۔ مرنے پر آمادہ رہو تاکہ سرمایۂ دولت و عزت ہاتھ آئے کیونکہ بزرگی دو ہی چیزون مین ہے یا نام نیک سے مرنا یا دوست کامی کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ نظم

مرگ در چشم ہر کہ خوار بود	در شجاعت بزرگوار بود
ہر کہ جان را عزیز می دارد	با جہاندار یش چہ کار بود

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ بوقت کارزار سب سے آگے ہوتے اور جہان غنیم کی زیادہ کثرت ہوتی وہین گھس پڑتے تھے اور اپنی اندیشہ ناک حالت

کا مطلق خیال نہ کرتے۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اے امیر یہ آپ کی عجیب جرأت ہے کہ اپنی حفاظت کا بالکل خیال نہین فرماتے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر اجل آگئی ہے تو قضا سے احتیاط بیکار ہے اور اگر فوت کا حکم دیوان قضا سے ابھی جاری نہین ہوا۔ تو ایسی جرأت سے مجکو کچھ نقصان نہین پہونچ سکتا۔ اسی باب مین کہا ہے ؎

ای یومین من الموت افر	یوم لا یقدر ام یوم قدر
ان دونون مین سے کسدن موت سے بھاگون	جسدن کہ قسمت مین ہو یا جسدن قسمت مین نہین
یوم لا یقدر لا یأتی القضا	یوم قد قدر لا یغنی الحذر
جس دن قسمت مین نہین ہے تو قضا آتی نہین	اور جسدن مقدر مین ہو تو حفاظت بیکار ہے

ان ابیات کا ترجمہ فارسی زبان مین حسب ذیل ہے۔

دو روز حذر کردن از مرگ سزا نیست	روز یکہ قضا باشد و روز یکہ قضا نیست
روز یکہ قضا باشد و کوشش نکند سود	روز یکہ قضا نیست در و مرگ روا نیست

حقیقت یہ ہے کہ میدان جنگ مین جو سر فروشی نہ کرے اُس سے کچھ توقع نہ رکھنی چاہیے ؎

تا تو دل در بند جان داری و جان در بند تن
کے مرادِ خویش یابی در کنارِ خویشتن

حکایت ہے کہ فوج حبش نے ایک مرتبہ ملک یمن پر قبضہ کر لیا تھا سیف ذی الیزن وہان کا امیر مجبوراً بھاگ کر نوشیروان کی پناہ مین آیا اور اُس سے مدد طلب کی۔ نوشیروان نے چورون اور ڈاکوون کی بڑی جماعت کو جو زندان مین مقید تھی رہا کر کے اُس کے ساتھ کر دیا۔ اور سب کو مسلح کر دیا۔ اُنکی تعداد ایکہزار آٹھسو کی تھی سیف ذی الیزن سب کو کشتی مین بٹھا کر روانہ ہوا جب ساحل پر

پہونچا تو سب کو کشتی سے اتارا اور تمام کشتیون کو دریا برد کرکے سامان رسد کو
پھینک دیا اور ساتھیون سے مخاطب ہوکر کہا کہ اب ہم ولایت یمن مین داخل
ہو گئے ہین غنیم سے جنگ کرنا چاہیے اب تمکو دو باتون مین سے ایک بات
بغور و تامل اختیار کر لینا چاہیے یا تو غنیم پر غالب آؤ یا سب قتل ہوجاؤ بمجبوری
تمام سپاہ دل و جان سے مردانہ وار مشغول بہ پیکار ہوئی اور تھوڑی سی جماعت
لشکر حبش پر غالب آگئی پس جنگجو آدمی کو چاہیے کہ خوف کو راہ نہ دے کیونکہ رستم
دستان نے کہا ہے کہ ہزار زخم لگنے کو مین بہ نسبت اس کے دوست رکھتا ہون
کہ پیرزنون کی طرح بستر مرگ پر جان دون ؎

بنام نکو گشتہ گردم رواست		مرا نام باید کہ تن مرگ راست	

جس بادشاہ مین جرأت و شجاعت زیادہ ہوگی۔ مصائب کی برداشت کرنے مین
اسی قدر پائداری ہوگی اور جلد تر منزل مقصود پر پہونچیگا اور حسب دلخواہ مہمات
کو انجام دیگا حکایت ہے کہ جب یعقوب لیث کے ارادے پورے ہونے لگے
اور خراسان کی تسخیر کا ارادہ کیا تو ایک دن ہتھیار سے آراستہ ہوکر بالاخانہ پر برآمد
ہوا۔ تمام امرا اور سردار فوج دربار مین حاضر تھے منجمون نے عرض کیا کہ یہ وقت
سوار ہونے کے لیے کسی طرح مناسب نہین ہے۔ آٹھ گھنٹے کے بعد البتہ نیک
گھڑی آنے لگی یعقوب اسی طرح مسلح ہوکر آٹھ گھنٹہ تک گرمی کے ایام مین
دھوپ مین کھڑا رہا جب آٹھ گھنٹے پورے ہوگئے تو نیچے اترا اور گھوڑے پر سوار
ہوا۔ ارکان دولت اس قدر برداشت مشقت پر حیران و متعجب تھے۔ انھون نے
پوچھا کہ دھوپ مین کھڑے رہنے سے امیر کا کیا مطلب تھا اس نے جواب دیا
کہ میرے روبرو بہت بڑی مہم درپیش ہے اگر ایسی نازک حالت مین کاہلی اور
سستی کو دخل دون تو خلل عظیم واقع ہوگا۔ لھذا مین نے خود اپنا امتحان کیا

کر آفتاب کی تابش برداشت کرسکتا ہون یا نہین معلوم ہوا کہ امتحان مین کامیاب ہوا اب امید ہے کہ مقصود جلد حاصل ہوجائیگا۔ چونکہ یعقوب نے طلب حکومت مین اس قدر جد وجہد کی لہذا جس مرتبہ پر پہونچنا تھا پہونچا۔ قطعہ

شاہد ملک ست در عقد کسے کز روے جہد	دست در آغوش با شمشیر و خنجر میکنند
آنکہ یارا بر سر نازو تنعم سے نہد	کردگارش در جہان سردار و سرور میکنند
باد شاہی در چمن داد ند گل را زانکہ گل	با وجود نازکی از خار بستر میکنند

یعقوب لیث کی ایک یہ بھی حکایت ہے کہ ایک دن سیستان کے چند جوان آپس مین دنیا کی لطیف ونفیس چیزون کی نسبت اظہار راے کر رہے تھے۔ اسوقت تک ملک گیری کا ارادہ یعقوب نے نہین کیا تھا۔ ایک نے کہا لطیف ترین لباس اطلس ختائی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ظریف ترین تاج قبہ رومی ہے۔ تیسرے نے کہا کہ محلات مین چشمہاے گل وریحان بہتر ہے۔ چوتھے نے کہا مشروبات مین صاف وشفاف شراب بہتر ہے پانچوین نے بیان کیا کہ سایون مین بید کا سایہ سازگار تر ہے۔ ایک نے کہا باجون مین عود کی آواز ملائم ہے دوسرے نے کہا کہ مجلس کی ہمنشینی کے لیے جوانان خوبصورت ولائق سیرت بہتر ہین۔ جب یعقوب کی باری آئی تو سبھون نے اُسسے بیان کرنے پر مجبور کیا۔ اُس نے کہا خوب ترین لباس زرہ ہے اور بہترین تاج خود اور خوشترین منزل معرکۂ حرب اور زیباترین شراب خون دشمن۔ اور لطیف ترین سایہ سایۂ نیزہ۔ اور گدازترین آواز گھوڑے کا ہنہنانا اور بزرگ ترین مصاحب مردان جنگجو ہین۔ امیرالمومنین حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے۔ قطعہ

السیف والخنجر ریحاننا	اُف علی النرجس والآس
تلوار اور خنجر ہمارے پھول ہین	افسوس ہے نرگس اور آس پر

شرابنا من دم اعدائنا	وکاسنا جمجمۃ الراس
ہماری شراب دشمنون کا خون ہے	اور پیالہ سر کی کھوپڑی

اس کا ترجمہ فارسی مین حسب ذیل ہے۔

گل وریحان ما تیغ است و خنجر	بکار ما نیاید نرگس و آس
شراب ماست خونِ دشمنِ ما	اساس کلہ او بہترین کاس

پس طالب ملک کو چاہیے کہ سنان آبدار اور تلوار جوہر دار سے کام لیا کرے اور جب بادشاہ خود جری اور دلیر ہوگا۔ لشکر مین بھی حوصلہ زیادہ بڑھے گا بزدل بادشاہ کو ملک گیری حاصل نہین ہوتی۔ نصایح الملوک مین بیان ہے کہ جس پیر مرد مین عقل نہین ہے وہ ایک ایسے چشمہ سے مشابہ ہے جس مین پانی نہ ہو اور جس جوان مین ادب نہین ہے وہ ایک ایسے باغ کے مثل ہے جس مین پھول نہ آئے اور جس درویش مین معرفت الٰہی نہین ہے وہ چشم بے نور کے مانند ہے اور عالم بے تقویٰ اسپ بے لگام سے مشابہ ہے اور غیر محسن دولتمند درخت بے میوہ کے برابر ہے اور بے حیا صاحب جمال طعام بے نمک کی طرح ہے اور سلطان غیر منصف ابر بے باران کے مثل ہے اور جس بادشاہ عالمگیر مین شجاعت نہین وہ ایک تاجر کے مثل ہے جس کے پاس کچھ سرمایہ نہین۔

حکایت ہے کہ سلاطین عرب مین سے کسی بادشاہ کو غنیم سے مقابلہ کرنا پڑا جب فوجین میدان جنگ مین صف آرا ہوئین تو امرائے دولت نے بادشاہ عرب سے کہا کہ جنگ کا نتیجہ دو صورتون سے خالی نہین یا فتح یا شکست۔ اگر خدانخواستہ معاملہ دگرگون ہو تو ہم آپ کو کہان تلاش کرین۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر غنیم غالب آئے تو مجھے میدان مین گھوڑون کے سمون کے نیچے تلاش کرنا یعنی یا تو غالب ہون گا یا مارا جاؤن گا ۵

یا برآیم بچرخ گردندہ	
یا شوم زیر پا سر افگندہ	

حکایت ہے کہ اس جنگ میں بادشاہ نے تلوار اٹھا کر بڑی تندی سے غنیم پر حملہ کیا اور بڑی سختی سے لڑائی جاری ہوئی حتی کہ آفتاب نصف النہار پر پہونچ گیا اور سورماؤں پر تشنگی غالب ہوئی کسی غلام نے پانی کا ظرف بھر کر جلدی سے بادشاہ تک پہونچایا اور پینے کے لیے پیش کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ میری تیغ آبدار مجھسے بھی زیادہ تشنہ ہے بخدا جب تک وہ خون دشمن سے سیراب نہ ہولے گی میں اپنی پیاس نہ بجھاؤنگا۔ بوجہ اُسکی بینظیر جرأت و استقلال کے خدا نے اُسے فتح عنایت کی ؎

کسے را کہ ایزد کند یاورے	کہ یارد کہ باوے کند داوری

اسکندر ذوالقرنین سے لوگوں نے دریافت کیا کہ بادشاہ دلیر کی کیا علامت ہی جواب دیا جو نہ پوچھے کہ دشمن کی تعداد کیا ہے بلکہ تلاش کرے کہ دشمن کہاں ہی اور ایسا ہی سرداران فوج کو بھی چاہیے ؎

چو شمشیر ہندی بگیرد بدست	بصف اعادی در آرد شکست
بگرز گران سنگ و شمشیر تیز	روان در جہان افگند رستخیز

نوشیروان نے بزرجمہر سے دریافت کیا کہ شجاعت کیا ہے جواب دیا قوت دل نوشیروان نے کہا قوت بازو کیوں نہ کہا۔ بزرجمہر نے جواب دیا کہ اگر دل قوی نہیں ہے تو ہاتھ میں بھی قوت نہ رہے گی اور میں نے سُنا ہے کہ کسی جنگجو عرب نے باوجود ضعیفی اور پیری ایک دن گھوڑے پر سوار ہونا چاہا۔ لوگوں نے بازو پکڑ کر سوار کرا دیا ایک بے ادب نے آوازہ کسا کہ یہ کس کام کا ہے جبکہ دو آدمی سوار کرانے کو مطلوب ہوں۔ اُس نے جواب دیا بیشک دو آدمی سوار کرانے کو چاہیے مگر ہزار آدمی بھی گرا نہیں سکتا۔ نوشیروان نے کہا بہت صحیح کہتا ہے قوت بازو

قوت دل کے تابع ہوتی ہے ۵				
آدمی را قوت دست از دل ست		ہر کہ او را دل قوی بازو قوی		

جس وقت کہ سکندر عالم کی تسخیر کے لیے نکلا۔ ارسطو کو بلایا اور کہا کہ اے حکیم جس مہم مین مین نے ہاتھ ڈالا ہے اس مین ہر قسم کے لوگ دوست دشمن نکلین گے اُنسے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے ارسطو نے جواب دیا کہ حتی المقدور دشمن انگیزی نہ کرنا اور دوستون کی ذلت وخواری کو روا نہ رکھنا اور اگر کوئی دشمن پیدا ہو تو مدارات و دلنوازی سے اسکو رام کرنا تاکہ وہ بھی دوست بن جائے اور دوست کو عزت وحرمت سے ممتاز کرنا تاکہ وہ دوستی سے کشیدہ خاطر نہ ہوسکے۔ اسکندر نے کہا اور بیان کرو۔ ارسطو نے بیان کیا۔ کار دشمن سے غافل نہ ہونا اگرچہ تھوڑے ہی ہون اور لشکر پر اعتماد نہ کرنا اگرچہ بکثرت ہو۔ تا ختم مہم نرم بولنا اور درشت زبانی نہ کرنا اور جو کام تازیانہ سے نکلے شمشیر نہ نکالنا۔ اسکندر نے پھر کہا کہ اگر دشمن سے جنگ کی نوبت آئے تو کیا کرنا چاہیے اور کس طرح پیش قدمی کرنی چاہیے حکیم نے کہا کہ جنگ کا حال دو صورتون سے خالی نہین یا تو جنگ پر کسی کے مقابلہ پر جائے یا کوئی مقابلہ پر آئے۔ اگر تو جنگ پر آمادہ ہو تو دس باتون کی رعایت کرنی چاہیے۔ اول جنگ سے غرض سوا خیر محض اور طلب دین حق و دفع ظلم و فساد کے اور کچھ نہ ہو۔ دوم خداوند کریم سے مدد طلب کرنی چاہیے دعا اور خیرات وصدقات مین مشغول ہونا چاہیے اور اہل قبور و قلوب سے استمداد کرنا چاہیے۔ سوم حزم واحتیاط کو کام مین لانا چاہیے اور جاسوسون کے ذریعہ سے غنیم کے لشکر کا حال اور تعداد دریافت کرنا چاہیے۔ چہارم ایسا لشکر ساتھ رکھنا چاہیے کہ سب سپاہی یکدل وہم زبان ہون کیونکہ اتفاق سپاہ موجب فتح ونصرت ہے۔ چنانچہ کہتے ہین نظم

کسے را ظفر بر طرف حاصل ست		کہ در پردلے لشکرش یکدل ست	

	بسپہ را کہ فیروزمندی رسد		زیاران یکدل بلندی رسد	

اس کے لیے بزرگون اور اکابر خصوصاً اقربا کے اتفاق کی سخت ضرورت ہے
پنجم لشکر سے اچھے وعدہ کرنا چاہیے اور خوشخبریون سے قوی لپشت بنانا چاہیے
اور ان مواعید کے ایفا کی نیت کرنی چاہیے ششم حتی الامکان خود جنگ مین
شریک ہونا چاہیے تاکہ اگر شکست کے آثار ہون تو فوراً اس کا تدارک ہو سکے
ہفتم لشکر کا سپہ سالار ایسا شخص ہونا چاہیے۔ جو ان تین صفات کا جامع ہو اول
شجاع اور قوی دل ہو اور نام آور ہو تاکہ دشمن پر رعب پڑے دوم راے صائب
اور تدبیر محکم رکھتا ہو۔ جنگ کے مداخل ومخارج کو سمجھتا ہو کہ جہان تدبیر سے کام نکلے
تو شجاعت سے باز رہے اور حیلہ ومکر کو کام مین لائے کیونکہ جنگ مین خدع ناجائز
نہین ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے۔ الحرب خدعۃ۔ دوسرے یہ کہ جنگ مین تجربہ کار
ہو کیونکہ تجربہ کے فوائد بے شمار ہین ہشتم جنگ مین جسنے کارہاے نمایان کیے ہون
اس کو انعام واکرام اور ثنا وصفت سے ممتاز کرنا چاہیے تاکہ دوسرون کو بھی
اس طرف رغبت ہو۔ نہم روز جنگ غفلت سے دور رہنا چاہیے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ فتح قریب ہوتی ہے اور ذرا سی غفلت سے معاملہ دگرگون ہو جاتا ہے دہم
اگر غنیم شکست کھا جائے اُنکے پیچھے نہ جانا چاہیے نہ کسی کو فی الفور تعاقب مین
بھیجنا چاہیے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ منہزم لشکر پلٹ پڑا ہے اور تعاقب کنندگان
کو گرفتار کر لیا ہے اور اگر کوئی غنیم مقابلہ پر آئے تو دو صورتون سے خالی نہین یا تو
تجھ مین تاب مقاومت نہین ہے یا ہے۔ اگر ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی تدبیر سے
دشمن کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہیے اگر وہ باز نہ آئے تو شرائط حرب کی
رعایت کر کے جنگ پر آمادہ ہو جانا چاہیے اگر مقاومت کی طاقت نہین ہے
تو جاسوسون اور نگہبانون سے کام لینا چاہیے۔ راستون اور چوکیون کو

مستحکم کرنا چاہیے قلعون کو محفوظ بنانے اور سامان رسد کے جمع کرنے مین کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ اور حتی الامکان صلح کرنے کے لیے مال وحیل ومکائد سے کام لینا چاہیے اور اگر دشمن صلح کا خواہشمند ہو تو انکار نہ کرنا چاہیے۔ اور ہرگز لڑائی مول نہ لینی چاہیے کیونکہ جنگ مذموم ہے اور طالب صلح آخر مین مظفر ومنصور۔ نظم

ستیزہ مکن زانکہ با دست تیز	کند باغ الطاف را برگ ریز
ستیزہ بجائے رساند سخن	کہ ویران کند خان ومان کہن
کند عاقل اندر رہ صلح سیر	تو این راہ میرو کہ الصلح خیر

سکندر نے اس ہدایت نامہ کو دستور العمل بنایا اور جنگ وصلح کی بنیاد اسی پر رکھی۔ چونکہ صفت شجاعت خصوص اہل دول کے لیے بہترین صفت ہے اسلیے بیان کو اس قدر طول دیا گیا۔ الحمد للہ کہ شہزادہ جوان بخت باتدبیر اور دلیری مین بےنظیر۔

ابو المحسن آن شاہ روشن ضمیر	کز و نوجوان گشت دوران پیر
جہاندار شاہی کہ روز مصاف	فرو ریزد از صولتش کوہ قاف
چو در معرکہ برکشد تیغ تیز	بکوبد کند کوہ را سنگ ریز

قوت بازو کی مساعدت اور بخت بیدار کی معاونت سے علم ظفر پیکر جس طرف بلند کرتا ہے فتح ونصرت استقبال کو آتے ہین اور جس جانب مقصد ہمت ہوتا ہے اقبال وسعادت دست بستہ حاضر ہوتے ہین۔ قطعہ

ہر کجا عزم جہانگیرش گران سازد رکاب	فتح ونصرت را بدان جانب سبک گردد عنان
تیغ دولت پرورش را ملک وملت در پناہ	تیغ نصرت گسترش را دین ودنیا در ضمان

عساکر منصور جب میدان جنگ مین کھڑے ہو جاتے ہین۔ تو ثبات واستقلال مین کوہ البرز معلوم ہوتا ہے۔ مثنوی

یکایک تیغ زن چون نرگس یار	سراسر صف شکن چون زلف دلدار
ولایت گیر چون حسن حبیبان	غبار انگیز چون جور رقیبان
ہمہ چون شعلہاے عشق جانسوز	ہمہ چون غمزۂ دلبر جگردوز
ہمہ چون چشم خوبان فتنہ انگیز	ہمہ چون ہجر مردانداز و خونریز

حق سبحانہ آپ کے سایۂ عاطفت کو جان نثارون پر ہمیشہ دراز رکھے اور اپنے خلاصہ بندگان کی حرمت سے اعانت کرے۔

اکتیسوان باب غیرت کے بیان مین

غیرت اس چیز کی نگہداشت کا نام ہے جس کی حفاظت انسان کو لازم ہو۔ تدابیر سیاست مین سلاطین کو بغیر اس صفت کے کچھ چارہ کار نہین نیز امور ملت واحکام سلطنت مین بھی۔ کیونکہ غیرت کی دو قسمین ہین غیرت دین اور غیرت دنیا اور ہر دونون کی رعایت نہایت ضروری ہے غیرت دین تو یہ ہے کہ امر معروف ونہی عن المنکر کے اجرا مین سعی کرے اور ملازمین ورعایا کو مطیع رکھے معاصی و مناہی سے منع کرے حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص شریعت کے خلاف کرے اُسکو دُرّے سے سزا دینا چاہیے یا شمشیر سے جیسا کہ شریعت کا اقتضا ہو اور یہ منصب اہل اختیار واقتدار کا ہے پس اگر ہاتھ سے نہ دفع کرسکے تو زبان ہی سے منع کرے پہلے نصیحت کرنی چاہیے۔ اگر کچھ متنبہ نہ ہو تو سختی سے کہنا چاہیے اور یہ مرتبہ اہل علم وارباب زہد وتقویٰ کا ہے۔ بعضے علمانے اس حدیث کا تتمہ یون بیان کیا ہے۔ لیس وراء ذلک الاسلام یعنی جو کہ منع کرنے دست وزبان کے عاجز آجائے اور دل سے دشمن نہ رکھے اسکو اسلام سے کچھ حصہ نہین ملا۔ قطعہ

نہی منکر بدست باید کرد بزبان منع کن وگر نتوان		ور میسر نباشدت این کار در دل خویش می کنند انکار	

اور جو بادشاہ اقامت حدود شرع اور اجراے احکام دین مین کوشش کرے وہ نائب حق اور ظل اللہ ہوتا ہے۔ چونکہ بکثرت کارہاے ملک مین مشغولی کی وجہ سے جزوی معاملات کا معلوم کرنا بادشاہ کے لیے نہایت دشوار ہے لہذا محتسب مقرر کرنا چاہیے۔ اور محتسب کو چاہیے کہ اسلام مین سخت ہو غیرت دین وحمیت مذہب ۔عفت پرہیزگاری۔ امانت ۔راستی۔ کم طمعی سے متصف ہو جو کرے تقویت دین کے لیے کرے۔ اور غرض وریا سے کوسون دور ہو تاکہ اُسکے اقوال دلون مین اثر پیدا کرین ؎

	سخن کہ آن زغرض پاک واز طمع خالیست اگر بہ سنگ بگوے دران اثر دارد	

حکایت ہے کہ شیخ ابو الحسن نوری قدس سرہ کی عادت تھی کہ جب کسی امر منکر کو دیکھتے تو اُس سے لوگون کو منع کر دیتے۔ اگرچہ اُس مین قتل کا بھی خوف کیون نہو ایک دن آپ دجلہ کے کنارے بغرض طہارت گئے وہان ایک کشتی نظر پڑی جسمین تیس خم سر بمہر رکھے تھے اور ہر ایک پر لطیف لکھا ہوا تھا شیخ کو نہایت تعجب ہوا کہ لطیف کس چیز کا نام ہے اُنھون نے ملاح سے پوچھا کہ ان مٹکون مین کیا ہے اُس نے جواب دیا آپ سے درویشون کو اس سے کیا علاقہ۔ شیخ نے اسکو اصرار سے ملاح کو بتانے پر مجبور کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ خلیفہ کے لیے شراب کے مٹکے منگائے گئے ہین کشتی مین ایک بڑا لٹھہ پڑا ہوا تھا۔ ملاح سے شیخ نے کہا کہ مجھے اُٹھا دو۔ ملاح غصہ مین آیا اور اپنے کسی شاگرد کو اُٹھانے کا اشارہ کیا چنانچہ اُس نے لکڑی اُٹھا کر دی اور شیخ نے اُس سے ہر ایک مٹکون کو

توڑ پھوڑ ڈالا۔ ملاح خوف کے مارے کانپنے اور فریاد کرنے لگا۔ یونس خلیج کوتوال پل بغداد اپنے سپاہیون کے ساتھ موقع پر آیا اور شیخ کو گرفتار کرکے خلیفہ کے پاس پہونچا دیا۔ اور صورت حال بیان کی۔ خلیفہ معتضد بہ غایت درجہ جبار وظالم تھا ساتھ ہی غیور بھی تھا۔ اُس کی سخت سزائین اہل بغداد نے دیکھی تھین جب اُنھون نے دیکھا کہ شیخ کو خلیفہ نے طلب کیا ہے۔ تو نہایت اندوہگین ہوے کیونکہ شیخ کے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ جب وہ سامنے لائے گئے تو خلیفہ سُرخ لباس پہنے ہوئے تھا اور ہاتھ مین ایک آہنی گرز تھا اور یہ قہر وسیاست کی علامت تھی۔ شیخ سے چلا کر اُس نے پوچھا کہ تو کون ہے جو ایسی گستاخی کا مرتکب ہوا۔ شیخ نے جواب دیا مین محتسب ہون۔ پھر خلیفہ نے پوچھا کہ کس کے حکم سے جواب دیا خدا ورسول کے حکم سے۔ خلیفہ نے سوال کیا کہ تجھے کس نے محتسب بنایا۔ جواب دیا جسنے تجھے خلیفہ بنایا۔ معتضد کچھ دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر سر اُٹھا کر پوچھا کہ ان خمون کو کیون تو نے توڑ ڈالا۔ شیخ نے جواب دیا کہ تیری اور رعایا کی شفقت کی وجہ سے۔ پوچھا میرے حق مین کیا شفقت ہے۔ جواب دیا ایک امر منکر کو مین نے روکا جسے تو روا رکھتا ہے اور تجھے گرفتاری قیامت سے بچایا اور رعیت کے حق مین یہ شفقت ہے کہ تیرے ارتکاب محرمات کی وجہ سے لوگ معاصی پر دلیر ہو جاتے ہین۔ جب تو اس سے باز آئے گا تو دوسرے بھی جراءت نہ کرسکین گے کیونکہ عامۂ خلائق صلاح وسداد مین بادشاہ کے تابع ہوتے ہین۔ اگر اُسے طریق راست پر دیکھتے ہین تو سب وہی طریقہ اختیار کرتے ہین اور بادشاہ کو بھی ثواب ملتا ہے اور اگر فسق وفجور مین مبتلا پاتے ہین۔ تو وہ بھی محرمات کے مرتکب ہوتے ہین اور بادشاہ پر سب کا گناہ راجع ہوتا ہے پس مین نے تیرے اور رعایا کے حق مین مہربانی کی اور اس مین بجز خوشنودی خدا کے اور میری کچھ بھی

غرض نہین خلیفہ معتضد یہ سنکر رو پڑا اور کہا کہ یہ کام تیرے لیے زیبا ہے۔ آج سے تو محتسبی کا کام کرنا اور کوئی تجھے روکنے نہ پائے گا۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب محتسب حقانی ہو تو اُسے کوئی آفت نہین پہونچتی نظم

آن یکے با پیر خود گفتا کہ من	نہی منکر سے کنم اندر زمن
لیک می ترسم کہ از اہل حسد	آسے فتنے در روز گار من رسد
گفت اگر این کار بہر حق کنے	از بلا ہاے دو عالم ایمنے

غیرت دنیا کی تین قسمین ہین اول اشباہ واقران سے نسبت دوم بذات خود نسبت سوم عامہ خلق سے نسبت پہلی نسبت یہ ہے کہ اپنے برابر والون سے مرتبہ مین فوقیت چاہے جس پر کسی کی سرفرازی نہ ہو اور جاہ وصولت قدر وشوکت حشمت وعظمت اقتدار مین سب سے بڑھکر ہو۔ بلا شبہہ اس قسم کی غیرت کا ظہور اور حمیت کی کثرت بڑے بڑے کام کراتی ہے یہ خاصیت اہل ہمت کی ہے۔ اور جس قدر ہمت بلند ہوگی یہ خصلت زیادہ پائی جائے گی۔ حکایت ہے کہ ایک شہزادے سے نے کسی حکیم سے پوچھا کہ میری خواہش ہے کہ مین اپنے اخوان واقران سے بڑھ جاؤن مجھے کیا عادات اختیار کرنا چاہیے حکیم نے کہا کہ اے شہزادہ کوئی شے اکتساب دولت کے لیے ہمت وغیرت سے بڑھکر نہین ہے نظم

کسے کو ز غیرت برافراخت تیغ	سر تیغ را بگذراند ز میغ
ز غیرت بدست آیدش نام وننگ	ز غیرت مراد خود آرد بچنگ
چنین گفت آن مرد بیدار بخت	کہ از غیرت آید بکف تاج وتخت

اور اپنی طرف منسوبہ غیرت یہ ہے کہ اپنے اہل حرم کو چشم نامحرم سے پوشیدہ رکھے اور حدود عصمت وعفت کی محافظت کرے اور عقلاً وشرعاً وعرفاً جو لازم ہو اسکی عادت اختیار کرے تاکہ اسکی برکت سے اہالیان رعیت بھی صلاحیت

سے موصوف رہین اور فساد سے دور بھاگین - اسی باب مین ایک بزرگ نے نصیحت کی ہے - مثنوی

عصمتیان رابمقام جلال	جلوہ حرام ست مگر با حلال
دیدہ بہر روے نباید کشاد	پاے بہر کوے نباید نہاد
این ہمہ آفت کہ بتن میرسد	از نظر تو بہ شکن میرسم
دیدہ فرو پوش چو دُر در صدف	تا نشوی تیر بلا را ہدف
ہر کہ بجز جفت حلالت بود	رنج منما ور ہمہ خالت بود

عامۂ خلائق کی نسبت غیرت یہ ہے کہ جو غیرت اپنے مخدرات کے بارے مین روا رکھے وہ تمام مسلمانون کے اہل حرم سے مرعی رکھے اور اسکی خواہش نہ کرے کہ ملازمان درگاہ کی وجہ سے کسی خاندان کے ناموس پر دھبہ آئے اور مسلمانون کے گناہون کی تفتیش نہ کرے اور رعایا کے عیوب بقدر امکان پوشیدہ رکھے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص مسلمانون کے عیوب چھپائے خداے عزوجل اُس کے عیوب پوشیدہ رکھے گا اور ایک روایت مین ہے کہ اُس کے گناہون کو دنیا اور آخرت مین پوشیدہ رکھتا ہے ۵

مثلے ہست کہ استر اللہ علیک	پردہ کس مدر کس ندر پردہ تو

اور اپنی حفاظت مین غیرت کا برتاو تمیت ہے اور کمال غیرت یہ ہے کہ جب کوئی کسی کی پناہ اور حفاظت مین آئے تو اسے پناہ دے اور حتی الامکان اسے ضائع نہ کرنا چاہیئے - عرب مین ایسا ہی دستور تھا اور اب بھی ولایت حجاز مین ہے کہ جب کوئی اُنکے زیر سایہ دیوار یا خیمہ آتا ہے تو اسے اپنے جوار مین داخل کر لیتے ہین بغیر اس کے کہ وہ کچھ زبان سے کہے نہ اس کو کسی کو دیتے دیتے ہین اور بہ کثرت مال اس مین صرف کرتے ہین بلکہ اکثر خونریزی تک نوبت آجاتی ہے مگر حمایت سے

اپنا ہاتھ نہین اٹھاتے حتی کہ جانورون کو بھی اپنی حفاظت مین لے لیتے ہین جبکہ وہ اُن کے خیمہ یا چراگاہ مین آجاتا ہے -

حکایت ہے کہ بہرام گور کسی وقت مین نعمان بن منذر کے پاس عرب مین تھا اور نعمان اس کے باپ یزدجرد کے ساتھ تربیت کرتا تھا ایک دن ہرن کے شکار کا قصد کیا - ایک ہرن سامنے سے بھاگا اور بہرام گور نے اُس کا تعاقب کیا ہوا گرم ہوئی اور ہرن نہایت تشنگی سے بے طاقت ہو کے کسی قبیلہ عرب کے خیمون کے پاس جا نکلا اور قبیصہ نام عرب کے خیمہ مین جا گھسا قبیصہ نے اسے پکڑ کر رسی سے باندھ دیا - بہرام اتنے مین پہونچا اور تیر کمان پر رکھکر نعرہ زن ہوا کہ اے صاحب خانہ میرا شکار یہان آگیا ہے اسے باہر نکالو قبیصہ نے بہرام کو نہ پہچانا اور کہا کہ اے خوشرو جوان یہ امر مروت سے باہر ہے کہ جانور خیمہ مین پناہ لے اور مین شکاری کو پھیر واپس دون کہ وہ مار ڈالے - بہرام نے سختی سے طلب کیا تو قبیصہ نے کہا کہ زیادہ گفتگو کی حاجت نہین جب تک کہ تو اس تیر سے میرا کام تمام نہ کر چکے گا ہرن مین نہ دون گا اور جس وقت کہ مین مرون گا تو میرے قبیلہ کے لوگ ہرن کے لیے تیری جستجو کرین گے - اپنے حال پر رحم کر اور اس ارادہ سے باز آ اور اگر اس تازی النسل گھوڑے کو مطلا زین و لگام کے ساتھ لینا چاہتا ہے جو خیمہ کے دروازے پر بندھا ہوا ہے تو تجھے دینے مین کچھ تامل نہین ہے اسے لیکر اپنے مقام پر واپس جا - بہرام کو یہ حمایت پسند آئی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ساتھیون سے جا ملا اور جس دن کہ بہرام تخت سلطنت پر متمکن ہوا ہے قبیصہ کو طلب کر کے اسکی پرورش کی اور عربون مین اس کا لقب مجیر الغزلان مشہور ہوا یعنی پناہ دہندہ آہوان - نظم

کسے را کہ آری بزنہار خویش	نگہ دار اندازہ کار خویش

بمردی حمایت از دو ہا لگیر یکے قطرہ آرد بدریا پناہ بصد تربیت نامدارش کند	بمردانگی کار از دو رپذیر زصد در صدف سازدش تکیہ گاہ یکے گوہر شاہوارش کند

بتیسوان باب سیاست کے بیان مین

اور وہ ضبط کرنا اور نظم و نسق کا درست کرنا ہے۔ سیاست دو طرح کی ہے ایک اپنے نفس کی سیاست۔ دوسرے اغیار کی سیاست اپنی سیاست سے مراد اخلاق ذمیمہ کو دور کرنا ہے اور اوصاف حمیدہ کا حاصل کرنا سیاست غیر کی دو صورتین ہین ایک تو خواص و مقربان بارگاہ کی سیاست اور ان کا نظم و نسق اور دوسرے رعایا و عوام الناس کی سیاست۔ صورت اول کا بیان چالیسوین باب مین آئے گا۔ قسم دوم کا یہ حال ہے کہ بدون اور بدفعلون کو ہمیشہ ہراسان رکھنا چاہیے اور نیک اصحاب و نیک کردارون کو امیدوار رکھنا چاہیے۔ بزرجمہر سے لوگون نے پوچھا کہ کون بادشاہ بزرگ ہے اُسنے جواب دیا جس سے بے گناہ امن مین رہین اور گناہگار اُس کی سیاست و خشم سے ترسان رہین اور اس کا انعام مستحق درویشون پر ہوتا رہے۔ نقل ہے کہ ہوشنگ بادشاہ کہتا تھا کہ خدا کی رحمت نیکون اور مصلحون پر ہے اور غضب بدون اور مفسدون پر۔ میرا قہر لطف سے آمیختہ ہے اور ہیبت شکر رحمت سے وابستہ ہے ۵

تریاق و زہر ہر دو مراد رخزانہ است آن را بدوستان دہم این را بدشمنان

حکمانے کہا ہے کہ دنیا کا مدار کار سیاست پر ہے اور اسے کون و فساد کے نام سے تعبیر کرتے ہین اگر سیاست نہ ہو تو دنیا کا انتظام بگڑ جائے اور اگر قانون

تادیب وتعذیب نہ ہو تو اہل جہان کے کاروبار تباہ ہو جائیں ۔ قطعہ

از سیاست نظام یابد ملک	بے سیاست خلل پذیر بود
نسق کارہائے عالم ما	از سیاسات ناگزیر بود

اگرچہ عروس لاملک الا بالعدل ۔ دلپذیر ہے مگر اس کو لاعدل الا بالسیاستہ سے چارہ نہیں ۔ جو بادشاہ کہ آفتہ الریاست ضعف السیاستہ کے مفہوم سے بے خبر ہو جلد تر ارکان مملکت تزلزل پذیر ہو جائیں گے اور سلطنت کی بنیاد ناقص ہو جائے گی کیونکہ ملک وملت کی زینت اور دین ودولت کی مصلحت سیاست میں مضمر ہے ۔ قطعہ

تیغ سیاست ست کہ رخسار ملک را	سازد جہان فروز و درخشان چو آفتاب
معمارئی سیاست اگر نے مدد کند	گردد جہان ز سیل وجفا وستم خراب

بغیر شریعت کے قواعد کے کوئی حق اپنے مرکز پر قائم نہیں رہ سکتا اور بغیر ضابطہ سیاست کے نظام عالم ٹھیک نہیں رہ سکتا پس بادشاہوں کی سیاست مقوی شرع ہے اور احکام شرع مروج ملک ہیں ۔ قطعہ

سرسبزی نہال سعادت بہ باغ دہر	بے چشمہ سار شرع مطہر طمع مدار
لیکن زلال چشمۂ دین کے شود روان	بے سایۂ سیاست شاہان کامگار

اور نفس الامر میں مدار ملت دست پر ہے اور قرار مملکت ہاتھ سے ہے ۔ ؎

گر تیغ سیاست سلاطین نبود	در عالم خاک آب خوش کس نخورد

حدیث میں آیا ہے کہ اگر بادشاہ نہ ہو تو انسان ایک دوسرے کو کھا جائے یعنی لوگ نیست ونابود ہو جائیں ۔ مملکت کا انتظام بغیر سیاست کے نہیں ہو سکتا اور شر وفتنہ کا سکون بجز سیاست کے ممکن نہیں ۔ حکایت ہے کہ کوئی خلیفہ تیغ برہنہ اور مصحف شریف ہاتھ میں لیے ہوئے منبر پر آیا ۔ اثنائے خطبہ میں

کہا اے نیک بند و تمکو یہ کافی ہے یعنی مصحف اور اے بدکردار و تم کو پس ہے یعنی تلوار۔ قطعہ

سیاست آتشی باشد کہ آن را	ز بہر بد سگالان بر فروزند
چو ایشان میفروزند آتش ظلم	ہمان بہتر کہ ایشان را بسوزند

طمغاج خان بڑا بادشاہ گذرا ہے جس نے سیاست ملک کا اچھا انتظام کیا اور اس کی شمشیر ہیبت نے بیداد و ستمگاری کی بنیاد اکھاڑ پھینکی تھی۔ قطعہ

تا حشت از بیم قہر او فتنہ	ز ان سو نیستی بصد فرسنگ
رفت از صیقل سیاست او۔	زنگ ظلم از رخ جہان دو رنگ

ایک دن اس کی خدمت مین کوئی رند اوباش آیا اور پھولون کا گلدستہ لا کر پیش کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کہان سے لایا اُس نے جواب دیا کہ پھلواریون سے چُن لیا ہے۔ پوچھا کیا تیری پھلواری تھی جواب دیا نہین۔ پوچھا کیا اُس کے مالک سے خریدا تھا اُس نے کہا نہین اس شہر مین پھول خریدے نہین جاتے اور بہت کم قیمت ہوتے ہین۔ سلطان نے کچھ دیر تامل کر کے کہا کہ جو بغیر اجازت کسی کے باغ مین جائے اور پھول چنے تو پھل بھی بغیر اجازت توڑ سکتا ہے اور اس صورت مین تو بڑی بدہنگامی ہو گی لہذا حکم دیا کہ اُس اوباش کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے مگر اکابرین کی شفاعت سے صرف ایک اُنگلی کاٹی گئی۔ اسکے بعد طمغاج خان رندون اور بیباکون کے استیصال کی جانب متوجہ ہوا۔ ایک دن اس جماعت نے شہر کے دروازے پر لکھا کہ ہم وہ گیاہ ہین جو کاٹنے سے اور بڑھتے ہین۔ جب یہ خبر سلطان کو پہونچی تو اُس نے حکم دیا کہ اس کے پہلو مین یہ بھی لکھ دو کہ ہم بھی ایسے باغبان ہین کہ سر اُٹھاتے ہی چھانٹتے ہین ۵

ہر خار کہ سر بر زند از گلشن ملک	فی الحال سرش بہ تیغ بر باید داشت

کہتے ہین کہ ہرمزبن نوشیروان نے اپنے عدل کو سیاست کا پیوند کیا تھا اور لطف کو قہر سے منضم کیا تھا۔ نیکون کو سرفراز کرتا اور بدون کو رُسوا کرتا تھا ؎

زدہ سیاست او راہ کاروان ستم	کشیدہ مرحمتش خوان عدل در عالم

کسی وقت اُسکا رکابدار کسی باغ مین گیا اور بغیر مالک کی اجازت کے ایک خوشہ انگور توڑ لیا۔ باغبان نے اس کا گھوڑا پکڑ لیا اور کہا کہ مجھے خوش کرو ورنہ بادشاہ سے فریاد کرونگا رکابدار نے اس کو کچھ دیا مگر وہ راضی نہوا۔ القصہ ہیبت سیاست شاہی سے ہزار دینار اس کو دینے پڑے حکما نے کہا ہے کہ سلطنت بمنزلہ درخت کے ہے اور سیاست بمنزلہ آب پس بیخ درخت کو اس آب سیاست سے تر رکھنا چاہیے تاکہ امن وامان کا ثمرہ حاصل ہو نظم

خوش آن شہریارکہ از روے دانش	تامل کند در کتاب سیاست
سر تیغ او گلشن سلطنت را	تر و تازہ دارد بآب سیاست

اور جاننا چاہیے کہ سیاست اس جمعیت کے لیے ہے جو اس کے سزاوار ہون اور وہ گروہ ہے جو آزار پیشہ اور بداندیشہ اس قدر ہو کہ مار کژدم کی طرح ان کا ضرر عام وخاص خرد و بزرگ کو پہونچے کسی بادشاہ نے ایک حکیم سے پوچھا کہ کون شخص سیاست کا مستحق ہے جواب دیا کوئی شخص سیاست کا مستحق نہین ہے۔ ہان درندون اور جانورون پر سیاست کرنا چاہیے یعنی درندگان وگزندگان بادشاہ نے کہا اس فقرہ کی اور وضاحت کرو۔ اس نے بیان کیا۔ مخلوق ایک ایسی جماعت ہے جو خیر محض ہے اور انسے نفع پہونچتا ہے نہ کہ ضرر اور یہ مثل ملائکہ کے ہین۔ دوسری جماعت ایسی بھی ہے جو محض شر وفتنہ ہے۔ گرگ وپلنگ ومار وکژدم کی طرح ان سے نقصان پہونچتا ہے نہ کہ نفع پس جو لوگ کہ ملکوتی صفات ہین نوع انسان مین افضل ہین اور جو کہ سیرت وخصلت مین درندون اور

گزندون کے مساوی ہون وہ بدترین حیوانات ہین اور یہ سیاست کے مستحق ہین نہ کہ آدمی - مثنوی

سیاست پسندیدہ باشد کسے	ولیکن نہ گویم کہ باہر کسے
بجور مردم آزار را خون و مال	کہ از مرغ بدکندہ بہ پر و بال

حکایت ہے کہ نوشیروان کے عہد مین کسی ظالم نے ایک ضعیف کو طمانچہ مارا وہ نوشیروان کی عدالت مین آکر انصاف خواہ ہوا نوشیروان نے کہا مجرم کی گردن اُڑائی جائے کسی مصاحب نے کہا تعجب ہے ایسی معمولی خطا پر بادشاہ جان لینے کا حکم دیتا ہے - نوشیروان نے کہا غلط کہتے ہو مین آدمیون کو نہین مروانا بلکہ سگ و گرگ کو اور مار و کژدم کو ہلاک کرتا ہون ؎

کسے کو پیشہ کرد آزار مردم	بمعنی بدتر ست از مار و کژدم

حکایت ہے کہ خسرو پرویز نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ طبقات خلق مین سے کون طبقہ لائق سیاست ہے - اُس نے بیان کیا خلقت کے پانچ طبقہ ہین اوّل وہ کہ بذات خود نیک ہین اور اُن سے خلق کو نفع پہونچتا ہے - اُنکی مدد کرنی چاہیے اور صحبت مین رکھنا چاہیے - دوم وہ لوگ جو بذات خود تو نیک ہین لیکن اُنکی نیکی کا اثر کسی تک نہین پہونچتا - اُن کو عزیز رکھنا چاہیے اور خیر و نیکی پر ترغیب و تحریص دلانی چاہیے - سوم وہ گروہ ہے جو متوسط الحال ہے یعنی اُنسے نہ لوگون کو نفع پہونچتا ہے نہ نقصان نہ اپنی ذات مین خیر رکھتے ہین نہ شر - اُنکو راہ خیر دکھلانی چاہیے اور شر و فساد سے ڈرانا چاہیے - چوتھا وہ گروہ ہے جو بذات خود بد ہے مگر کسی کو بدی نہین پہونچاتا ان کو ہمیشہ خوار و ذلیل رکھنا چاہیے - پانچوان وہ فرقہ ہے کہ خود بد ہے اور اُن کی بدی لوگون کو پہونچتی ہے - اُن کی سیاست کرنی چاہیے اور وعید و تہدید سے کام لینا چاہیے پہلے مارنا پھر قید کرنا پھر قتل کرنا مناسب ہے

آتشی را کہ خلق ازو سوزند	جز بکشتن علاج نتوان کرد

سیاست سے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ فتنہ کی آگ بجھ جاتی ہے۔ جب فتنہ پرداز لوگ دیکھتے ہین کہ آتش سیاست کی تیز ہے تو کونون مین چھپتے پھرتے ہین۔ اور اگر کچھ بھی سیاست مین سستی کی جائے تو ہزارون فتنے کھڑے کر دیتے ہین اور ہر طرف سے شورش کا ظہور ہوتا ہے۔ نظم

اگر سلطان نفرماید سیاست	نہ ندہد تا کسے لاف ریاست
بلا برہم زند روے زمین را	نہ دولت را بقا باشد نہ دین را
چو مردم ضبط در کشور نہ بینند	بجز فتنہ رہ دیگر نہ بینند

اسی باب مین یہ قطعہ کہا گیا ہے۔

اگر نہ ہیبت شمشیر بادشاہ بود	چہ شورہا کہ بیکدم زشہر بر خیزد
کسے کہ دست چپ از دست راست نشناسد	ہزار فتنہ چو دستش دہد بر انگیزد

تینتیسوان باب متیقظ و خبرت کے بیان مین

امور مملکت مین متیقظ بیداری کا نام ہے اور احوال رعایا سے خبرت آگاہی کہلاتی ہے ملوک عادل کی یہ مستمرہ عادت ہے کہ معتمد مخبرون کا تقرر کرتے ہین اور امین وگماشتے مقرر فرماتے ہین تاکہ خفیہ طور پر تجسس حالات کر کے صحیح خبرین پہونچائین اور اطلاع کے بعد کوشش کرتے ہین کہ جو خلل و لغزش بنیاد عقل مین واقع ہوئی ہے اس کی تلافی ہو اور پہلے اس کے کہ خرابی بڑھے اس کا تدارک ہو جائے ؎

باول توان کرد اصلاح کار	ازان پیش کز کف رود اختیار

بکثرت ایسے بادشاہ ہو گذرے ہین جو تبدیل لباس کر کے شہر مین گشت

کرتے تھے اور رعایا کے حالات خود معلوم کرتے تھے کیونکہ بہت سی خبرین ایسی ہوتی ہین کہ مقربان بارگاہ نہین سنتے یا سنتے بھی ہین توکسی مصلحت سے بادشاہ تک نہین پہونچاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ رات کو تبدیل لباس کرکے گلی کوچون مین پھرتے تھے اور مسافرون کی طرح ظاہر ہوکر لوگون سے دریافت کرتے تھے کہ داؤد نے کچھ نقصان تو نہین پہونچایا۔ کیا انصاف ہے اور اُس کے خدام وملازمین کا کیا برتاؤ ہے۔ پس اگر کہین نقص سماعت مین آتا تو فوراً اصلاح کرتے۔ سلطان محمود بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ چونکہ یہ صورت خالی از اندیشہ نہین ہے۔ لہذا عقلا اور بزرگون نے مقرر کیا ہے کہ بادشاہ اپنا معتمد نہایت امین مقرر کرے جو بے غرض اور پاک اعتقاد کا ہو اور کسی شخص کو اُس پر اطلاع نہ ہو۔ اُس کی تنخواہ بیش قرار ہو تاکہ وہ جانفشانی سے فرض منصبی ادا کرلے اور نہ کوئی شخص فریب دے سکے۔ اس کو اجازت ہو جس وقت چاہے بادشاہ کے پاس آ آئے شاید فی الفور اطلاع دینے کے لائق کوئی خبر ہو۔ اس طرح جزئی وکلی امور سے بادشاہ خبردار رہے گا اور اعیان وحکام مملکت یہ دیکھکر اپنا کام انصاف و عدل سے کرینگے اور ناشایستہ افعال نہ سرزد ہون گے۔ نظم

چو نیکو نتا عیست کار آگہی زعالم بکسے سر برآرد بلند	گزین نقد عالم مبادا تہی کہ در کار عالم بود ہوشمند

حکایت ہے کہ خوارزم مین ایک عادل بادشاہ تھا التعظیم لامر اللہ کا نقش صفحہ خاطر پر لکھا تھا۔ اور الشفقۃ علی خلق اللہ کا جھنڈا میدان مرحمت مین بلند تھا۔ قطعہ

زعدل او شدہ باز سفید جفت کلنگ نہ آن فراز برد ور ہوا بدان چنگل	زامن او شدہ شیر سیہ رفیق شغال نہ این دراز کند در زمین بدین چنگال

اس کے عہد حکومت مین کسی کی مجال نہ تھی کہ کھُلم کھُلا اعمال ناپسندیدہ مین مبتلا ہو مگر ایک امیر دربار مین تھا جس کے قدیمی حقوق بادشاہ پر تھے اور اس کے برابر کسی کو اختیارات نہ تھے۔ بہ ظاہر وہ خود سلطان کی اصلاح کرتا تھا مگر خفیہ طور پر شراب نوشی۔ گانے بجانے اور طرح طرح کے فسق و فجور مین مبتلا رہتا تھا۔ کسی مین اس قدر ہمت نہ تھی کہ بادشاہ سے شکایت کرے۔ آخر کو اطلاع ہو گئی مگر بادشاہ نے پسند نہ کیا کہ سب کے سامنے تنبیہ کرے کیونکہ اس طرح وقعت جاتی رہتی جو امراے دولت سے وابستہ ہے۔ ایک دن امیر کو طلب کیا اور کہا کہ ایک مرغ لادو اُس کی چونچ سُرخ ہو۔ بازو کے بال سیاہ ہون وغیرہ وغیرہ امیر نے عرض کیا کہ مین کوشش کرون گا تین دن کی مہلت لیکر تلاش کرنے لگا مگر بے سود چوتھے دن بادشاہ سے اپنی ناکامی بیان کی اور کہا اگر حکم ہو تو دوسرا پرند لاؤن بادشاہ نے کہا مجھے تو ایسا ہی پرند مطلوب ہے۔ تعجب ہے کہ باوجود شہر کی حکومت کے تو تلاش نہ کر سکا۔ پھر تین دن کی مہلت لی مگر پتہ نہ چلا۔ آخر کو سلطان نے کہا کہ حالات شہر سے تو بہت بے خبر ہے۔ فلان مقام پر اس طرح کے چار پرند پنجرے مین بند ہین۔ مشرقی بازار کی طرف گذرو۔ جب فلان مسجد کے پاس پہونچو تو ایک محلہ ملے گا اُسکے داہنے بازو ایک گلی ہے اُس کے آگے ایک مکان ہے جسکا دروازہ مغربی سمت ہے۔ دست چپ کی طرف چھوٹا سا ایک کمرہ ہے اُسے کھولکر اندر داخل ہو تو ایک پنجرہ ملے گا جسپر زرد پردہ پڑا ہو گا۔ امیر یہ سُنکر حیران ہوا اور قفس کو حاضر کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اہل حکومت کو چاہیے کہ ملک اور شہر کے حالات سے ایسے ہی باخبر رہین جیسا مین ہون امیر نے دل مین سوچا کہ بادشاہ جب ایسے حالات سے واقف ہے تو کیا عجب کہ میرے حال سے بھی واقف ہو۔ من بعد اس نے اپنے افعال سے توبہ کی اور راہ راست پر آیا۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین کا حالات مردم سے آگاہ ہونا نہایت نافع ہے ۔ نظم

چنین گفت مردے سخن آفرین	ز اخبار شاہان ایران زمین
کہ ہر مرز ہنگام نزع روان	بخسرو چنین گفت کاے نوجوان
جہانی بذات تو وابستہ اند	بفرمان حکمِ تو پابستہ اند
بغفلت مکن خواب بیدار باش	ز احوال گیتی خبردار باش
چو در عہدہ تست عالم تمام	مشو غافل از کار خود و السلام

اور غفلت کا دفع کرنا اس طرح ممکن ہے کہ صاحب خبر لوگون کا تقرر کیا جائے تاکہ ہر صوبہ کے حالات سے خبردار رہا کرین منصور خلیفہ کہتا تھا کہ مین تین چیزون کا کا محتاج ہون اول ایسے عامل کا جو رعیت کا مال مجھے نہ دے اور میرا مال رعیت پر نہ چھوڑے ۔ دوم ایسے کوتوال کی ضرورت ہے جو مظلومون کا انصاف کرے اور بے طمع و غرض حکم دیا کرے یہ کہکر آہ سرد کھینچی اور کہا افسوس ہے ۔ لوگون نے پوچھا تیسرا کون شخص ہے ۔ جواب دیا ایسے شخص کی ضرورت ہے جو رعایا کے صحیح حالات مجھ تک پہونچا دیا کرے اور واقعی بات یہ ہے کہ اگر ایسے تین آدمی بادشاہ کو مل جائین تو سلطنت کا انتظام اچھی طرح سے چلے ۔

حکایت ہے کہ آردشیر اس قدر تفحص حالات کے درپے تھا کہ ہر روز اپنے ملازمین اور عمال سے کہتا تھا کہ کل رات تمنے فلان کام کیا ۔ اُس سے باتین کین اور وہ کام کیا لوگون کو تعجب ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ بادشاہ کو فرشتے خبر دے جاتے ہین حالانکہ یہ خبرداری محض جاسوسون کی بدولت تھی ۔ رباعی

صاحب خبران امین شاہان باشند	مقبول دل جہان پناہان باشند
ہم بہر جگر ستمگران نیش زنند	ہم مرہم زخم دادخواہان باشند

اور اگر بادشاہ کو کوئی خبر بغیر جاسوسون کے معلوم ہو تو اس کا مقتضی یہ نہین

ہے کہ فوراً کوئی حکم نافذ کردے کیونکہ بزرگون نے کہا ہے کہ بادشاہ کا حکم بمنزلہ قضا وقدر کے ہے جو مشیت الٰہی سے وقوع مین آتا ہے اور اس سے احتراز واجتناب ناممکن ہو جاتا ہے ؎

چو از کمان قضا وقدر رسد تیرے	یقین کہ باز نہ گردد بہیچ تدبیرے

لہذا حکمرانان ملک کے لیے لازمی بات ہے کہ امور مصالح جمہور مین بغیر واضح دلائل اور حجت قاطعہ کوئی حکم نہ دین اور جب تک تامل وامعان سے کوئی پہلو یقین کا نہ پائین کسی بات کی اجازت نہ دین۔ حکما نے کہا ہے قطعہ

نباشد پسندیدہ شرع وعقل	کہ بے بینہ شاہ فرمان دہد
کہ ہم چون قضائے قضا حکم او	گہے جان ستاند گہے جان دہد

اور دوسری شرط یہ ہے کہ محض گمان پر بیگناہون کو سیاست نہ کرنی چاہیے کیونکہ بہت سے گمان بد نتیجہ ہوتے ہین چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ بَعضَ الظَّنِّ اِثم اگر گمان پر بے تحقیق وتفتیش حکم دیا جائے اور وہ سراسر خطا پر مبنی ہو تو محل قہر خداوندی کا مستوجب ہے نعوذ باللہ من ذٰلک۔ قطعہ

مکن کس را باندک ظن باطل	عقوبت تا پشیمانی نیاید	
کہ چون شک از یقین گردد ہویدا	پشیمان گردی وسودے ندارد	

حکایت ہے کہ شہریار قباد کے عہد حکومت مین ایک شخص جنگل مین گیا۔ دیکھا کہ ایک شخص پڑا ہوا ہے۔ سر اُس کا علحدہ ہے اور چھری سینے پر رکھی ہوئی ہے۔ یہ حال دیکھکر وہ شخص غایت تحیر سے بیہوش ہو گیا۔ ع نے قوت استادن و نے قوت رفتن اسی اثنا مین اس صوبہ کا کوئی ملازم ادھر آنکلا اور یہ واقعہ دیکھا فی الفور اس شخص کو گرفتار کرکے عدالت مین حاضر کیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حاکم نے درشت آواز مین پوچھا کہ کیون تو نے اس شخص کو قتل کیا اُس نے جواب دیا کہ مین نے قتل نہین کیا جب

اس جنگل مین پہونچا تو اُس کشتہ کو دیکھکر متحیر و متعجب ہو گیا۔ اس اثنا مین یہ شخص پہونچا اور گرفتار کر لیا۔ مین نہ مقتول کو پہچانتا ہون نہ قاتل کو۔ حاکم نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ تو ہی اس کا قاتل ہے اور یہ بیان اپنی رہائی کے لیے کرتا ہے۔ اُس بیچارہ نے کہا کہ صرف گمان پر حکم نہ دیجیے۔ کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِی مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ مگر حاکم نے ایک نہ سُنی اور دار پر چڑھانے کا حکم دیدیا اور ڈھنڈورا پٹوایا کہ اس شخص نے فلان جنگل مین ایک آدمی مار ڈالا ہے۔ تماشائیون مین سے ایک جوان نے آگے بڑھکر جلاد کو کام سے روک دیا اور کہا کہ ٹھہر جب تک کہ مین حاکم تک آجاؤن اور صورت حال بیان کرون کیونکہ یہ شخص بے گناہ ہے اور بیگناہ کا خون بہانا تباہی کی علامت ہے۔ جلاد نے کچھ توقف کیا اور وہ جوان حاکم کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ فلان خون ویرانہ مین مین نے کیا ہے وہ شخص میرا دشمن تھا موقع پا کر مین نے قتل کر دیا اور یہ جوان جو دار پر چڑھایا جا رہا ہے اس واقعہ سے بالکل بے خبر ہے۔ حاکم نے تامل کیا اور عہد کیا کہ بمجرد گمان کوئی حکم آیندہ نافذ نہ کرون گا۔ پس اس جوان کو قید کر دیا اور شاہ قباد کو کل حالات سے اطلاع دی۔ قباد نے علما سے اس مقدمہ مین مشورہ کیا اور فیصلہ ہوا کہ اُس جوان کو بھی قتل نہ کرنا چاہیے کیونکہ اگر اُس نے ایک کو مارا ہے تو دوسرے کی زندگی کا سبب ہوا ہے۔ قباد نے اس جوان کو طلب کر کے سارا حال دریافت کیا اور خلعت عطا کر کے آزاد کر دیا اور فرمایا کہ نصایح نامہ مین یہ درج کر لو کہ بادشاہون کو لازم ہے کہ محض گمان پر کسی کا خون نہ بہائین۔ قطعہ

سیاستی بہ گمان رسم معدلت نبود سپہر دیار کہ حکم از رہ گمان باشد	کر تا یقین نشود خون کس نشاید ریخت بہ زود زود نباید از ان دیار گریخت

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے دربار مین تمام لوگون کو باریابی کی اجازت

وی۔ وضیع۔ شریف۔ خرد و کلان۔ امیر و غریب سبھی اُس کے دربار مین حاضر تھے۔ مصرع دیدن روے سلاطین دیدہ روشن میکند + ایک پیر مرد مجمع مین کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ بادشاہ کی سعادت ملاقات جسے حاصل ہوتی ہے وہ نادر و نفیس تحفہ نذر کے لیے حاضر کرتا ہے لیکن مین بوجہ مفلسی زر و نقرہ کے نذر دینے سے مجبور ہون مگر ہان جواہر حکمت سے ایک دُر شہوار رکھتا ہون اور چاہتا ہون کہ اس مجلس مین اُسے نثار کر دون۔ بادشاہ نے فرمایا کہ بضاعت سخن کا رواج بازار مین زیادہ ہے اُسے بیان کرو۔ پیر مرد نے کہا کہ اے بادشاہ شک اور یقین کے درمیان چار انگل سے زیادہ فاصلہ نہین ہے جو آنکھ سے دیکھتا ہے وہ یقین رکھتا ہے اور جو کان سے سُنا جائے اُس کی صحت مین شک و شبہہ کو مداخلت ہے ممکن ہے کہ باطل ہو مصرع شنیدہ کے بود مانند دیدہ + اور چونکہ بادشاہ کا ہر قسم کا فرمان نافذ العمل ہوتا ہے لہذا جس مقدمہ مین حکم دیا جائے چاہیے کہ اس مین درجہ یقین حاصل ہو نہ کہ ازراہ گمان۔ اگر ناگاہ وہ گمان مرتفع ہو جائے اور یقین نوع دیگر کا ہو یہ سبب دنیا کی بدنامی اور آخرت مین وبال کا ہے۔ بادشاہ نے اُس کی تعریف کی اور اس نصیحت کو اپنا دستور العمل بنایا۔ نظم

ہر حکم کہ از سر یقین است		آرائش ملک و زیب دین ست	
حکمی کہ بناش بر گمان ست		آشوب دل و زیان جان ست	

کسی حکیم سے لوگون نے پوچھا کہ بادشاہون کی غفلت کا کیا سبب ہے۔ جواب دیا تین سبب ہین جو بادشاہ کو مملکت و رعیت سے بے خبر کر دیتے ہین۔ اول شہوت پرستی و خواہش نفسانی کی پیروی کہ جو شخص اس سودا مین گرفتار ہو گیا وہ کسی کی پرواہ نہین رکھتا ہ

ہر کہ از سودا ے شہوت مست شد		کار او یکبار گی از دست شد	

مشہور ہے کہ کسی نے اسکندر سے پوچھا کہ تو بکثرت عورتوں کو نکاح مین کیون نہین لاتا تاکہ زیادہ بچے پیدا ہون اور تیری یادگار صفحہ دنیا پر باقی رہے اُس نے جواب دیا میری یادگار عدل و نیکنامی ہے۔ اگر شہوت غالب آجائے تو بالآخر عورتون کا قیدی بننا پڑے گا۔ دوسرا سبب حرص و آز ہے بادشاہون کی کوئی صفت ناپسندیدہ حرص مال سے بڑھ کر نہین ہے کیونکہ حریص مال کے جمع کرنے مین حرام و حلال کی پروا نہین رکھتا اور ملک و رعیت کا غم نہین کھاتا بلکہ یہ بھی نہین چاہتا کہ کسی اور کے پاس مال و دولت ہو۔ سب اپنے ہی لیے چاہتا ہے پھر بھی آسودہ نہین ہوتا ع

کاسۂ چشم حریصان پر نشد		تا صدف قانع نشد پر در نشد	

حکایت ہے کہ کسی زاہد نے ایک بادشاہ کو نصیحت کی کہ رعیت تو انگر اور دولتمند ہے اور تو انھین کی بدولت تو مالدار ہوتا ہے۔ پس اگر رعیت سے بہت سا مال حاصل کرے گا تو رعایا محتاج ہو جائے گی اور اُس وقت تو محتاجون کا بادشاہ کہلائے گا۔ حکیم فردوسی نے کہا ہے **مثنوی**

اگر بادشہ را بے گنج آورد		دل زیردستان برنج آورد	
چو ناکام باید بدشمن سپرد		پس آن رنج را باد باید شمرد	

کسی بادشاہ سے امراے دولت نے کہا کہ رعیت سے خراج کثیر حاصل کر کے خزانہ کو بھرنا چاہیے۔ اُس نے جواب دیا رعیت سے بہتر کوئی خزانہ نہین ہے جس وقت مین چاہون گا اس خزانہ سے مال حاصل کرون گا۔ تیسرا سبب غفلت شراب نوشی اور ملاہی و ملاعب مین مشغول ہونا ہے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ مستی سے پرہیز کرے۔ کیونکہ جب مست ہوگا تو ملک و مال سے بے خبر ہوگا اور اُسے غافل پا کر ملازمین حسب منشا کارروائی کرین گے۔

بیخبر آن مرد کہ چیزے چشید		کش قلم بیخبرے درکشید	

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حالت مستی مین ایسی صورتین واقع ہوجاتی ہین اور اسقدر نقصان پہونچتا ہے کہ ہشیاری مین اُسکی تلافی نہین ہوسکتی۔ قطعہ

مست بودن نیست از آب پیشہ ارباب ملک	شاہ را در سلطنت آئین ہشیاری خوش ست
شاہ باشد پاسبان ملک و مستی خواب خوش	پاسبان را خواب لائق نیست بیداری خوش ست

الحمد للہ کہ شہزادہ کامگار نے حسب منشاے کلام اللہ توبوا الی اللہ توبۃً نصوحا، عالم توبہ مین قدم رکھا ہے اور باب استغفار استغفر لذنبک کی کنجی سے کھول دیا ہے اور مضمون انیبوا الی ربکم کو خوش آمد کہا ہے اور ساغر شراب کو پٹک کر کلمۂ استغفر اللہ پڑھنا شروع کیا ہے اور بوعدہ وسقٰھم ربھم شرابا طھورا۔ شراب سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اب اس مجلس عالی مین بجاے میخوارون کے شور وشغب کے دینداروں کی دعا ہوتی ہے اور مستون کے ہاہو کے نعرہ تکبیر وتہلیل ہے ؎

بجاے نغمۂ نے صوت دلکش حفاظ	بجاے جرعۂ مے بادۂ محبت دوست

حق تعالیٰ توبہ کی برکت سے آپ کو ہمیشہ کامیاب رکھے۔ قطعہ

ابوالمحسن آن خسرو نامدار	کہ نازد بدو مسند سروری
چو در معدلت ثانی سنجر ست	بدو داد حق مملکت سنجری

چونتیسواں باب فراست کے بیان مین

اور وہ حکومت کے لیے شرط کلی ہے اور اہل اختیار پر واجب ہے کہ ہر ایک معاملہ کی سابقہ اور موجودہ حالت کو بہ نظر بصیرت دیکھین اگر وہ واقعہ بغایت روشن اور واضح ہو تو جو کچھ کہ عدل وشرع کا مقتضی ہو حکم دین اور اگر اسکے مخفی پہلو بخوبی ظاہر نہین ہین تو نور فراست سے اُسپر غور کرنا چاہیے اور نا فلان سخن پر اعتماد نہ کرنا چاہیے بزرگون نے کہا ہے کہ حکومت کی زیبا لیش زیور فراست سے ہے

حکایت ہے کہ دو پیر زن حضرت سلیمانؑ کے روبرو حاضر ہوئین اور ایک بچہ پر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میرا لڑکا ہے مگر دونون ثبوت سے عاجز تھین۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ لڑکے کے دو حصہ تلوار سے کر کے نصف نصف دونون مین تقسیم کر دو جب تلوار منگائی گئی تو ایک ضعیفہ بیقرار ہوئی اور رو کر کہا کہ مین اپنے حق سے در گذری اسے نہ مارو مگر دوسری ضعیفہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت سلیمانؑ نے پہلی ضعیفہ کو لڑکا دلوا دیا کیونکہ فراست کا یہی اقتضا تھا کہ شفقت مادری کی وجہ سے وہ عورت بیقرار ہو گئی تھی۔ فراست ایک نور ہے جسے حق تعالیٰ نے اپنے بندے کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا مضمون یہی بتاتا ہے "اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ" یعنی بچو مومن کی فراست سے کیونکہ وہ دیکھتا ہے نور خدا سے پس کوئی بات اُس پر پوشیدہ نہین رہتی اور مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین "ان فی ذلک لآیات للمتوسمین" توہم کو فراست سے کم درجہ کا ظاہر کیا ہے۔ فراست کی دو قسمین ہین۔ ایک فراست شرعی اور دوسری فراست حکمی۔ فراست شرعی سے مراد یہ ہے کہ تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی وجہ سے حجاب قلب چشم بصیرت سے اُٹھ جائے تاکہ مومن نور یقین سے بینا ہو اور جسے دیکھے فراست حقیقی سے اُس کے حالات پر مطلع ہو جائے ۵

بلکہ گہ از دور نامرت بشنوند	بر ہمہ حالات تو واقف شوند

اخبار مین آیا ہے کہ امام شافعیؒ و امام محمدؒ حرم کعبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوا امام شافعیؒ نے کہا کہ یہ آدمی بڑھئی معلوم ہوتا ہے اور امام محمدؒ نے کہا لوہار ہے۔ الغرض بلا کر پوچھا کہ تیرا کیا پیشہ ہے اُس نے جواب دیا پہلے آہنگر تھا اور اب بڑھئی کا پیشہ کرتا ہون اس سے دونون اصحاب کی فراست معلوم ہوتی ہے۔ قطعہ

ہر دل کہ منظر نظر کبریا بود	پیوستہ جلوہ گاہ کمال فراست ست
گو آئینہ بہ صیقل تجرید پاک ساز	آنرا کہ آرزوے جمال فراست ست

حکایت ہے کہ خواجہ بزرگوار قطب الاخیار خواجہ عبدالخالق غجدوانی ایک دن اپنی مجلس مین معرفت کا بیان کر رہے تھے۔ ناگاہ ایک جوان مجلس مین داخل ہوا۔ زاہدون کی طرح خرقہ جسم پر اور قالین کندھے پر تھی۔ ایک کونے مین بیٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھکر کہا کہ حضرت رسالت مآب نے فرمایا ہے " اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ"، اس حدیث کا کیا منشا ہے خواجہ نے فرمایا کہ اسکا منشا یہ ہے کہ زنار توڑ ڈالو اور ایمان لاؤ۔ جوان نے کہا نعوذ باللہ جو میرے پاس زنار ہو خواجہ نے ایک خادم کو اشارہ کیا کہ اس کا خرقہ اتار لے۔ اُسنے اتارا تو نیچے زنار تھی ؎

ضمیری کہ آن روشن ست از غبار	شود نقش غیبی درو آشکار

جوان فی الفور زنار توڑ کر ایمان لایا۔ خواجہ نے فرمایا اے دوستو اس جدید عہد کی موافقت مین آؤ سب ملکر پوشیدہ زنار کو توڑ دین۔ اہل مجلس مین ایک شور بپا ہوا اور سب نے خواجہ کے قدم پر گر کر عہد کی تجدید کی۔ مثنوی

توبہ باشد چون پشیمان آمدن	بر در حق نو مسلمان آمدن
عام را توبہ ز کار بد بود	خاص را توبہ ز دید خود بود
گفت پیری کاندرین رہ پیشواست	توبہ کن از ہرچہ آن غیر خداست

دوسری قسم فراست حکمی یہ ہے کہ حکما نے تجربہ سے اُسے دریافت کیا ہے اور شکل وہیئت سے معلوم کیا ہے اور غالب حصہ اس کا صحیح ہوتا ہے۔ نوشیروان کے لیے حکماے موجودہ نے فراست کے متعلق ایک رسالہ لکھا تھا جس کو وہ مطالعہ مین رکھتا تھا اور غالب حصہ اس کا صحیح ہوتا تھا اور اسی

کے موافق احکام نافذ کرتا تھا۔ حکایت ہے کہ ایک کوتاہ قامت مجلس مین آکر فریادی ہوا اور کہا کہ مین ستم رسیدہ آدمی ہون نوشیروان نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ علم فراست کی رو سے کوتاہ قامت شخص حیلہ و فریب مین یکتا ہوتا ہے پس تو بیدادگر ہے۔ نہ کہ ستم رسیدہ تفتیش حالات سے اُس کی تحقیق بھی ہوگئی ؎

فراست دیدۂ دل مے کشاید		ہر آن حالے کہ باشد رو نماید	

تواریخ مین مذکور ہے کہ دوسری بار مجلس نوشیروان مین ایک اور کوتاہ قامت دادخواہ ہوا اور کہا کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ نوشیروان نے اُسے جھوٹ بتایا۔ اُسنے کہا اے بادشاہ جس نے مجھپر ظلم کیا ہے وہ مجھ سے بھی زیادہ کوتاہ قد ہے۔ نوشیروان یہ سنکر مسکرایا اور اُس کے مقدمے مین ایک انصاف کیا۔ حضرت مرشد صمدانی میر سید علی ہمدانی نے کتاب ذخیرۃ الملوک مین ایک فصل قائم کر کے فراست کے متعلق اقوال حکما درج کیے ہین۔ مین نے مناسب سمجھا کہ اُسے درج کرون تاکہ سلاطین کے لیے ایک دستور العمل ہو اور امام کی برکت سے اس کتاب کی زیب و زینت ہو ؎

دستۂ گل چو بر گیا بندند		زیور دیگرش بیفزاید	

جاننا چاہیے کہ حکما نے اپنے مقالات مین تحریر کیا ہے کہ مفرد سفید رنگ یا نیلی اور سبز آنکھ دلیل ہے کہ ایسا شخص سخت رو۔ بے شرم خائن۔ فاسق ضعیف العقل۔ رکیک الرائے ہوگا اور اگر ان علامات کے ساتھ ٹھوڑی باریک ہو داڑھی کے بال نہ نکلے ہون تیز نظر فراخ پیشانی ہو اور سر پر بکثرت بال ہون تو حکما کہتے ہین کہ ایسے شخص سے پرہیز کرنا لازمی ہے کیونکہ وہ مار افعی سے بھی بدتر ہے بال سے قیافہ کے بارے مین کہتے ہین کہ اگر بال سخت اور مائل بسرخی ہون تو یہ شجاعت اور صحت دماغ کی علامت ہے اور موے نرم

بزدلی اور خوف کی علامت ہے اور برودت دماغ وکم فہمی کی علامت ہے۔ اگر شانے اور کان میں زیادہ بال ہوں تو یہ جرأت اور حماقت کی علامت ہے سینہ وشکم پر زیادہ بال ہونا وحشت طبع۔ کند فہمی۔ میلان ظلم کی دلیل ہے۔ زرد بال حماقت کا نشان ہے اور ایسا شخص زود خشم ہوگا۔ سیاہ بال عقل وادراک کی علامت ہے اور کچھ سرخ وسیاہ بال معتدل صفات کی دلیل ہیں۔ پیشانی کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر کشادہ ہو اور اس پر خطوط اور شکن نہ ہو تو یہ علامت ہے۔ خصومت۔ حماقت۔ لاف وگزاف کی اور باریک ونحیف پیشانی فرومایگی عاجزی کی نشانی ہے۔ متوسط پیشانی جس پر شکنیں پڑی ہوں صدق محبت۔ فہم ہشیاری اور تدبیر کا نشان ہے اور بڑا کان جہل پر دلیل ہے لیکن ایسا شخص قوی حافظہ اور تند خو ہوگا۔ چھوٹا کان احمقی اور دزدی کی علامت ہے اور معتدل کان نشان اعتدال صفات ہے اور ابرو میں زیادہ بال ہوں تو یہ درشتی کی علامت ہے کنپٹی تک اگر ابرو کشیدہ ہو تو لاف وتکبر کی علامت ہے اور سیاہ ومتوسط ابرو فہم ودیانت کی نشانی ہے اور بدترین آنکھ نیلی ہوتی ہے۔ بڑی آنکھ تیز نظر حسد۔ خیانت۔ بےحیائی۔ کاہلی کی علامت ہے۔ سکون اور قلت حرکت چشم نادانی اور کم فہمی کی علامت ہے اور سرعت حرکت چشم اور تیزی نظر حیلہ ومکر کی علامت ہے۔ سرخی چشم دلیری کی علامت ہے اور اگر پتلی کے گرد زرد نقطے ہوں تو فتنہ انگیزی کا نشان ہے۔ چشم متوسط نہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی نہ زیادہ سرخ نہ سیاہ فہم و راستی ودیانت کی علامت ہے۔ ناک اگر باریک ہو تو چرب زبانی اور نرمی کی علامت ہے۔ ٹیڑھی ناک شجاعت کی دلیل ہے۔ چوڑی ناک شہوت اور دوستی کی علامت ہے۔ ناک کے سوراخ اگر چوڑے ہوں تو یہ غضب کی علامت ہے گندگی میان بینی اور فراخی دروغگوئی اور درشتی کی علامت ہے۔ متوسط ناک..

فہم وعقل کی نشانی ہے۔ فراخ دہنی رائے صواب وشجاعت کی نشانی ہے۔
سوٹے لب حماقت کے نشان ہین۔ معتدل لب سرخی مائل رائے صواب کی
علامت ہے اور ٹیڑھے دانت مکر وحیلہ اورخیانت کی علامت ہین کشادہ اور
ہموار دانت عدالت وامانت وتدبیر کی علامت ہین۔ بھرا اور پھولا ہوا رخسارہ
نشان جہل ودرشت خوئی ہے اور زردی رخسارہ خبث باطن اور قبح سیرت کی
دلیل ہے اور متوسط نشان اعتدال ہے۔ آواز بلند وسخت شجاعت کی دلیل
ہے آواز باریک توہم وبدگمانی کی نشانی ہے اور آواز معتدل حسن کفایت وتدبیر
ہی کی علامت ہے اگر ناک سے آواز نکلے تو حماقت اور کبر کی دلیل ہے۔ آہستہ
بات کرنا خوبی کی نشانی ہے بحالت گفتگو ہاتھ کی حرکت زیرکی وتدبیر کی علامت
ہے کوتاہ گردن نشان مکر وخبث ہے۔ گردن دراز وباریک بزدلی اور حماقت
کی نشانی ہے۔ موٹی گردن نشان جہل ہے متوسط گردن صدق وعدل وتدبیر
کی علامت ہے۔ بڑا پیٹ نشان جہل وخساست وحمق وجبن وفتنہ ہے
لطافت شکم وسینہ حسن رائے اور صفائی عقل پر دلیل ہے۔ پشت اور مونڈھے
کی چوڑائی شجاعت اور خفت عقل کی دلیل ہے اور لاغری نشان قبح سیرت اور
سوے مذہب ہے۔ دراز انگلیاں اور ہتھیلی زیرکی کی علامت ہے اور بدہری
کی موٹی پنڈلی نادانی اور سخت روئی کی علامت ہے اور معتدل اعتدال کی نشانی
ہے،، اسی قدر علامت فراست ایک عقلمند کے لیے احوال خلق کے تفرس مین
ضروری ہین،، یہان تک صاحب ذخیرہ کا بیان تھا اور اس باب مین یہ ضروری
بات ہے کہ مذکورہ اوصاف آن عوام الناس کے لیے ہے جو تبدیل اخلاق
اور صفات بہیمیہ مین انسانیت کے مرتبہ پر نہ پہونچے ہون۔ اور اگر کوئی شخص
ریاضت وتلقین سے اپنے اخلاق درست کرے اور علم وفضل سے صلاحیت

پیدا کرے تو باوجود ان اوصاف کے پائے جانے کے بھی حکم خراب نہ لگانا چاہیے حالات اہل یونان مین مذکور ہے کہ حکیم افلاطون ایک کوہ کی چوٹی پر رہتا تھا اور چڑھنے کی صرف ایک راہ تھی سر راہ ایک مصور بٹھایا تھا جو آتا اُسکی تصویر کھینچ کر افلاطون کے سامنے پیش کرتا اگر وہ اجازت دیتا تو جانے دیتا ورنہ نہین چنانچہ ایک دن کوئی بڑا شخص افلاطون سے ملنے کو آیا۔ اُسکی تصویر دیکھکر افلاطون نے ملنے سے انکار کیا مگر اس شخص نے کہلا بھیجا کہ جو حالات میرے آپ نے معلوم کیے ہین وہ صحیح ہین مگر ریاضت سے مین نے اسکا علاج کیا ہے حکیم نے طلب کیا اور اپنی صحبت مین اُسکو بٹھایا پس بناے کار تمام تر دلائل فراست پر نہ رکھنا چاہیے اور اپنے ذہن وذکا سے تصرفات کرنا چاہیے اور فیض الہام ربانی سے متمتع ہونا چاہیے۔ قطعہ

بردل پاک اہل دولت ودین	فیض الہام میرسد زخداے
دررہِ حق غلط نخواہد کرد	ہر کرا نور اوست راہ نماے

پینتیسوان باب اخفاے راز کے بیان مین

آداب ملک داری مین ایک اخفاے راز بھی ہے اور امور ملکی کے اظہار مین بیشمار خطرات ہین۔ اخبار مین آیا ہے کہ حضرت رسالت پناہی نے بعض سفر کے بیان مین توریہ کیا ہے کہ ارادہ کسی طرف کا ظاہر کیا مگر وقت پر کہین اور تشریف لے گئے اکابرین سلف کا یہی وطیرہ تھا خصوصاً بحالت جنگ مثنوی

چنین باید آئین کردار تو	کہ کس رہ نیابد بر اسرار تو
سکندر کہ با شرقیان حرب داشت	در خیمہ گویند در غرب داشت
درین کار کس با تو انباز نیست	بجز تو ترا محرم راز نیست

اگر جز تو داند کہ رای تو چیست		بران رای و دانش بباید گریست

اس باب مین یہ مقولہ مشہور ہے اُستر ذہبک و ذہابک و مذاہبک۔ تین چیزون کو پوشیدہ رکھنا چاہیے اوّل سفر کو یعنی مقصد و راہ سے کسی کو خبر نہ کرنا چاہیے کیونکہ دشمن اپنی تدبیر مین مصروف ہوگا دوّم دین و معتقدات کو نہ بیان کرنا چاہیے اگر چغلی خور اور حسود بے شمار ہین۔ سوّم اپنے مال کو چھپانا چاہیے کیونکہ اہل طمع بے شمار ہین بلکہ ہر ایک راز مخفی بہتر ہے کیونکہ دنیا مین محرم اسرار لوگ کمتر ہین۔ مثنوی

مئہ سر خود با کسے درمیان		کہ محرم نہ بینی ز اہل جہان
بگشتم در اطراف عالم بسے		نہ دیدم ز یاران محرم کسے

حکما نے کہا ہے کہ آدمی کا مافی الضمیر دو صورتون سے خالی نہین یا نشان نعمت ہے یا بیان محنت یہ ہر دو لائق پوشیدگی ہے اگر عطاے نعمت ہے تو اُسے چھپانا چاہیے کہ چشم حسود اپنا کام نہ کرے اور اہل عالم کی طمع سے محفوظ رہے اور اگر مصائب زمانہ ہین تو اس لیے چھپانا چاہیے کہ دوستون کو ملال نہو اور دشمنون کو شماتت کا موقع نہ ملے اسی باب مین کہا ہے۔ قطعہ

تا توانی سرِ خود با کس مگو		زانکہ آن سر شادی آرد یا ملال
اگر غمی باشد شود دلہا ملول		ور بود شادی رسد عین الکمال
پس درون خلوت اسرار خویش		ہیچکس را رہ مدہ در ہیچ حال

کسی نے ایک حکیم سے پوچھا کہ اگر کوئی راز دل مین کھٹکتا ہو اور کسی سے حفاظت و بھلائی کے لیے کہا جائے تو کیسا ہے جواب دیا جب تک اس راز سے تجھے سروکار ہے اور خود اس کی حفاظت نہ کر سکے تو ایسے شخص سے بیان کر کہ جس کو اس معاملہ سے کچھ تعلق نہ ہو تاکہ وہ اس راز کو سنکر کسی سے نہ کہے ۵

چون تو نتوانی کشیدن بار خود	بار اگر نہ کشد مرنج از یار خود

حکایت ہے کہ اسکندر نے اپنا کوئی راز ظاہر کر دیا اور اُس شخص سے محافظت کا وعدہ لے لیا تھا۔ اُس شخص نے وہ راز کسی سے بیان کر دیا اور اسکندر کو معلوم ہو گیا تو حکیم بلیناس سے دریافت کیا کہ جو شخص کسی کا راز فاش کرے اُس کی کیا سزا ہے۔ حکیم نے کہا کہ اس سوال کی اور تشریح کرو۔ اسکندر نے کہا کہ مین نے فلان شخص سے اپنا راز بیان کیا تھا اور وعدہ لے لیا تھا مگر اُس نے افشا کر دیا۔ حکیم نے جواب دیا کہ جب تو اپنے راز کا بار خود نہ اُٹھا سکا تو دوسرے کو کیا ملامت کی جائے۔ قطعہ

سر خود را ہم تو محرم شو کہ محرم یافت نیست	ہمدم خود باش خود زیرا کہ ہمدم یافت نیست
دوستی یکرو ے و یکدل جستم از پیر خرد	گفت بگذر کانچہ میخواہی بعالم یافت نیست

چھتیسوان باب ۳۶ اغتنام فرصت اور طلب نیکنامی کے بیان مین

عقلا اور اصحاب خبر پر پوشیدہ نہین ہے کہ عمر عزیز برق آسا گذر جاتی ہے اور اوقات زندگانی موج بحر کی طرح ناپائدار ہے جو وقت کہ گذرتا ہے جوہر بے بدل ہو اُسکی قیمت پہچاننی چاہیے اور جو فرصت کہ ملتی ہے غنیمت بے عوض ہے اُسے ضائع نہ کرنا چاہیے۔

دمیکہ می گذرد زان نشان مجوی دگر	چرا کہ ایلچی عمر بے نشان گذرد

زندگانی کا جو حصہ گذر گیا اُس کی واپسی ناممکن ہے اور جو باقی ہے وہ پردۂ غیب مین مخفی ہے۔ ماضی و مستقبل کے درمیان کچھ وقت ہے جسے حال کہتے ہین۔ اپنی عمر اسی وقت کے لیے جاننی چاہیے اور اپنا کام اسی وقت کرنا چاہیے۔ قطعہ

فرصت غنیمت ست غنیمت شمار عمر	زان پیش کو برون رود از دست ناگہان

دل بر زمانہ کے ننہد آن کس کہ عاقل ست
دانا بعمر خود نہ کند تکیہ بر جہان

پس اس گذرندہ روزگار اور اوقات ناپائدار مین صاحب دولت وہ شخص ہے جس کے اظہار مکرمت و آثار رحمت کا نیک ذکر بطور یادگار باقی ہے کیونکہ حیات باقی نیکنامی کا دوسرا نام ہے۔ قطعہ

اے طالب خلود و بقائے دوام عمر
باقی بہ ذکر خیر بود نام آدمی
ہیچ ست قدر و حشمت و مال و منال و جاہ
چون عاقبت فناست سرانجام آدمی
ہر چند ذکر می کنم از ہر چہ در جہان
نام نکوست حاصل ایام آدمی

حکایت ہے کہ بادشاہ کی مجلس مین کسی درویش کی حضار نے بڑی تعریف کی اور اُس کے فضل و کمال کو بے انتہا سراہا حتی کہ بادشاہ کو بھی اُس سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور فی الفور اُس کے حاضر کرنے کا حکم دیدیا وہ درویش مجلس شاہی مین حاضر ہوا اور اداے سلام کے بعد کہا کہ بادشاہ ہزار برس تک سلامت رہے بادشاہ نے کہا پہلے ہی بار تو نے محال امر کی دعا دی جس سے تیرا فضل و کمال معلوم ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ انسان کی حیات صرف بقائے جسم ہی تک منحصر نہین ہے یہ تو سبھی جانتے ہین کہ ہزار برس تک کوئی نہین جیتا مگر حیات نام نکو دوسری زندگی ہے اور یہی میرا منشا تھا کہ نیکنامی آپ کی ہزارون برس تک صفحۂ روزگار پر باقی رہے۔ قطعہ

کسے کو شد بنام نیک مشہور
پس از مرگش بزرگان زندہ دانند
ولے آن را کہ بد فعل ست و بدنام
اگرچہ زندہ باشد مردہ خوانند

اور یہ شعر بھی اسی باب مین کہا گیا ہے ؎

سعدیا مرد نکونام نمیرد ہرگز
مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نبرند

ایک بزرگ نے اپنے رسالہ مین بیان کیا ہے کہ اگرچہ ایوان کسریٰ کی رفعت و مرتبت شہرۂ آفاق ہے لیکن تعجب نہ کنگرہ کی بلندی پر ہے نہ جالی اور غرفہ کی خوبی پر کیونکہ چند اینٹون کا جمانا اور اکھیڑنا چندان دشوار کام نہین ہے منظر عقل یہ ہے کہ ایک گوشۂ تنگ مین پیرزن کا جھوپڑا باقی رہا۔ یہ ماجرا یون ہے کہ جب ایوان کسریٰ بنکر تیار ہوا اور محلات وبھروکے اتمام کو پہونچے تو نوشیروان نے حکما کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ غور سے معائنہ کرو اور اگر کوئی نقص اس ایوان مین نظر آئے تو بتاؤ اُس کا انتظام کیا جائے۔ اُن لوگون نے اطراف و جوانب کو دیکھکر بادشاہ سے عرض کیا کہ اس ایوان کی بلندی برج جوزا سے ٹکر کھاتی ہے اور اس کے کنگرہ کا پایہ عرش ایوان زحل پر قائم ہے۔ قطعہ

چنین بنائے ہمایون فلک ندید بچشم	چنین عمارت عالی جہان ندارد یاد
نخست بارگہ اقبال باز کز در وش	دری ز خلد بروی جہانیان بکشاد

کوئی نقص و خرابی اس محل مین نہین ہے مگر فلان گوشہ کی طرف ایک مختصر سا جھوپڑا ہے اُس کے روزن سے دھوان اُٹھتا ہے اور دیوار کو سیاہ کردیتا ہے اگر اسکا انتظام ہوجائے تو نہایت مناسب ہے اور اس دھبہ کا مٹانا بادشاہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ یہ جھوپڑا ایک پیرزن کی ملکیت ہے جس نے اپنی تمام عمر اسی مین گذرانی ہے جب اس ایوان کی بنیاد ڈالی گئی اور معمارون نے اس کا نقشہ کھینچا تو اس جھوپڑے کی وجہ سے بنیاد ناہموار تھی۔ مین نے پیرزن کو پیغام دیا کہ اس جھوپڑے کو جس قیمت پر چاہے میرے ہاتھ فروخت کردے یا بجائے اس کے دوسرا اچھا مکان دون۔ پیرزن نے جواب دیا کہ مین اسی گھر مین پیدا ہوئی اور اسی سے مانوس ہون۔ اتنے بڑے تیرے ملک کو مین دیکھ سکتی ہون مگر تو میرے اس حقیر آشیانہ کو نہین دیکھ سکتا

میں اُس کے جواب سے متاثر ہوا اور پھر کچھ نہ کہا جب عمارت تیار ہوئی تو دھوئیں
سے دیوار سیاہ ہونے لگی میں نے دریافت کرایا کہ دھواں کیوں کرتی ہے۔ اسنے
جواب دیا کہ کھانا پکاتی ہوں۔ میں نے کچھ نہ کہا اور ایک خوان لذیذ غذا اور
مرغ بریان سے آراستہ کرکے اُس کے پاس روانہ کردیا اور کہلا بھیجا کہ اس
خوان کو روز تیرے لیے میں بھیجا کروں گا تو جھونپڑے میں آگ نہ جلا کہ اس سے
محل کی دیوار سیاہ ہوتی ہے اس نے جواب دیا کہ دنیا میں اسقدر فاقہ کش
اور بھوکے اپنی حالت پر آنسو بہانے والے لوگ ہیں کہ میں بھُنے ہوئے مُرغ
کو نہیں کھا سکتی۔ اپنے خالق سے ڈرتی ہوں کہ ستر سال تک تو نان جویں
حلال کمائی سے کھا کر بسر کی اور اب مرغ بریان اور لذیذ کھانے چکھوں۔ تو
میرے کلبۂ احزان کو درگذر کر کہ یہ ایوان عدل کی زینت ہے۔ جب امرا دیکھیں گے
کہ تو نے کمال عدالت سے اس جھونپڑے کو ہاتھ نہیں لگایا تو املاک رعایا پر
وہ بھی دست تصرف دراز نہ کرینگے دوسرے یہ کہ تیرا ایوان مدت مدید تک
باقی نہ رہے گا اور میرے گھر کا قصہ مدت دراز تک صفحۂ روزگار پر باقی رہے گا
میں نے اس کے جواب کو پسند کیا اور اُسکی ہمسائگی پر راضی ہوا۔

حکایت ہے کہ ایک پیرزن کے پاس ایک لاغر اور چھوٹی سی گائے تھی
ہر صبح کو اُسے جنگل میں لے جاتی اور شام کو گھر واپس لاتی اور دونوں وقت
ایوان کسریٰ کے سامنے جو فرش تکلف بچھا رہتا تھا اسپر سے فرش روندتی ہوئی
گائے کو لیجاتی۔ ایک دن کسی نے کہا کہ اے پیرزن یہ حرکت نہ کر اس سے
بادشاہ کی آبرو بگڑتی ہے اور رعب وداب پر حرف آتا ہے۔ اُسنے جواب دیا
کہ بادشاہ کی آبرو ظلم سے جاتی ہے نہ کہ عدل سے اور سطوت شاہی جہل سے
خراب ہوتی ہے نہ کہ عقل سے۔ میں جو کچھ کرتی ہوں بادشاہ کی نیکنامی کے لیے

اور اس کی نیک انجامی کی مین طلبگار رہون۔ الحق بہت صحیح کہا کیونکہ ہزار برس گذر چکے مگر کلبۂ پیرزن اور ایوان کسریٰ کی حکایت ہنوز دنیا مین برقرار ہے اور تمام زبانون پر جاری ہے ۔

چہ زاے حسن عمل بد کہ روزگار ہنوز	خراب می نکند کارگاہ کسریٰ را

منوچہر کے اقوال مین سے ہے کہ عاقل وہ ہے جو حصول دولت و نعمت پر فریفتہ نہ ہو اور جانے کہ جسے خدا نے بادشاہی دی اس نعمت کا حق اُسپر فرض ہوگیا اور وہ حق اس طرح ہے کہ معاش و معاد کے مصالح مہیا کرے تاکہ دنیا مین نیکنام ہو اور عقبیٰ مین خجستہ فرجام ۔

با فتوت ہمنشین شو با مروت یار باش
وانگہی از تاج و تخت خویش برخوردار باش

حکایت ہے کہ کیقباد نے اپنی استقلال راے سے سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا اور نیکنامی کی بنیا ڈالی اس کے اوصاف مین سے ایک یہ ہے کہ شعرا اور مداحون کو دوست رکھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نام دو چیزون سے باقی رہتا ہے ایک مدح سے دوسرے عمارت سے۔ قطعہ

گر نبودی نظم فردوسی چہ دانستی کسے	بزم کیکاؤس و رزم رستم و اسفندیار
گشت از نظم نظامی نام بہرام بلند	شد ز شعر انوری اوصاف سنجر آشکار

حکایت ہے کہ سلطان محمود نے ایک باغ تیار کرایا تھا روضۂ رضوان کی طرح دلکشا۔ فردوس بریں کے مثل بہجت افزا۔ نزہت و صفا مین بوستان بہشت سے کم نہ تھا۔ اور غایت تر و تازگی اور بہار کی وجہ سے رشک گلستان ارم تھا۔ نظم

بسے گل شگفتہ باطراف باغ	برافروختہ ہر یکے چون چراغ

ریاحین دمیدہ براطراف جوے	صبا عطر بیز و ہوا مشک بوے
درختش ز طوبی دلاویز تر	گیا ہش ز سوسن زبان تیز تر

اور اپنے پدر بزرگوار ناصرالدین سبکتگین کی ایک دن اس باغ مین دعوت کی۔ طعامہاے لذیذ و نفیس دسترخوان پر چنے گئے جو خلد برین کے طعام کا مزہ دیتا تھا اور خوشگوار شربت پینے کے لیے تھا جو حلاوت مین شراب طہور کے ہم پلہ تھا۔ مثنوی

ابا ہاے نوشین عنبر سرشت	خبر داد از خوردہاے بہشت
ز مرغان فربہ تو گوئے بساط	بر آورد پر مرغ وار از نشاط
ز لوزینہا و ز حلواے تر	بہ تنگ آمدہ تنگہاے شکر

فراغت طعام کے بعد محمود نے اپنے باپ سے پوچھا کہ نظر انور مین یہ باغ کیسا معلوم ہوتا ہے ناصرالدولہ نے جواب دیا کہ جان پدر یہ روضہ بغایت دلکشا ہے۔ لیکن ارکان دولت اور ملازمین سلطنت مین سے ہر ایک ایسا باغ تیار کرا سکتا ہے۔ بادشاہون کو چاہیے کہ ایسا باغ تیار کرائین جس کے مثل اور کوئی نہ تیار کرا سکے۔ سلطان محمود نے دریافت کیا کہ وہ کونسا باغ ہے اور کسطرح کا ہے۔ جواب دیا وہ فضلا و حکما اور شعرا کے بوستان مین نہال تربیت و احسان کا لگانا ہے تاکہ اس سے ایسے پھل حاصل ہون جس پر سرما و گرما کی فصل کا مطلق اثر نہین پڑ سکتا۔ نظم

عمارت ہاے عالی ساخت محمود	کہ ہر یک ہمسر چرخ برین بود
نہ بینی زان ہمہ یک خشت بر پاے	ثناے عنصری ماندست بر جاے

اور اسی مضمون کا یہ قطعہ بھی ہے۔

نوشیروان عمارت باغ خیال داشت	بوزرجمہر گفت کہ اے شاہ کامران

آب وزمین مملکت اکنون بدست تو	باغی بساز بر طرف جویبار آن
بیجے نشان کہ دولت باقیت بر دہر	کین باغ عمر گاہ بہار است وگہ خزان

سینتیسوان باب رعایت حقوق کے بیان مین

ہر ایک شخص پر عموماً اور ارباب دولت واصحاب قدرت پر خصوصاً ادائے حقوق لازم ہے کیونکہ یہ صفت علوی نسب وحسب اور طہارت ذات وصفات پر واضح دلیل ہے۔ حقوق نعمائے الٰہی کے ادائگی کے بعد شفقت والدین کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ نے اپنی رضامندی کو انکی رضامندی سے وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی مین آیا ہے۔ من رضی عنہ والداہ فانا عنہ راض یعنی جس سے اس کے والدین خوش ہونگے مین بھی اس سے راضی ہون گا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا ایک قسم کی عبادت ہے وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی تیرے پروردگار نے حکم دیا کہ نہ پرستش کرو مگر اسی کی اور احسان کرو والدین کے ساتھ۔ یہ بات ثابت ہے کہ خوشنودی پدر دنیا مین موجب دولت ہے اور آخرت مین سبب نجات وسعادت ہے۔ مثنوی

چو ہرمز ز پرویز خوشنود بود	لبسے دولت وحشمتش رونمود
چو شیرویہ تعظیم خسرو نہ کرد	از و باد نکبت بر آورد سر

حکایت ہے کہ مالک دینار رحمہ اللہ ایک سال حج کو گئے تھے۔ جب لوگ عرفات سے لوٹے تو ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کس شخص کا حج قبول کیا گیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ تمام زائرین کا۔ مگر احمد بن محمد بلخی کا نہین قبول ہوا

حالانکہ وہ مشقت بسیار اُٹھا کر حج کو آیا ہے مصرع

بیچارہ کسے کو شد از کوی تو محروم	

مالک بیدار ہوئے اور اسی اندیشہ مین صبح تک نہ سوئے علی الصباح اُٹھکر قافلۂ خراسان کو تلاش کیا اور احمد بلخی کی جستجو کی ناگاہ ایک بڑے خیمہ مین آپ داخل ہوئے۔ دیکھا کہ دامن خیمہ مین ایک خوشرو جوان موٹا کپڑا پہنے ہوئے بیٹھا ہے اور پاؤن مین بیڑی گردن مین طوق ہے۔ مالک کو دیکھکر سلام کیا اور کہا مین وہی ہون جس کو آپ نے خواب مین دیکھا ہے کہ اس کا حج قبول نہین ہوا اور یہ موٹا کپڑا اور طوق و بند میری محرومی کی علامت ہے۔ مالک دینار فرماتے ہین کہ مین اُس کی روشنضمیری اور صاف باطنی پر حیران رہگیا اور پوچھا کہ اس محرومی کی کیا وجہ ہے۔ جواب دیا میرا باپ مجھسے ناخوش ہے مین نے پوچھا کہ تیرا باپ کہان ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اسی قافلہ مین ہے۔ الغرض ایک آدمی کو ساتھ لیکر اُس تک مین گیا۔ دیکھتا ہون کہ ایک سائبان عالیشان ہے اور شاہانہ فرش بچھا ہوا ہے اور ایک پیرمرد خوش بیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے بکثرت لوگ اُس کے داہنے بائین کھڑے ہوئے ہین۔ آگے جا کر مین نے سلام کیا اور کہا کہ اے شیخ تیرے کوئی بیٹا بھی ہے جواب دیا ہان ایک ناخلف بیٹا ہے جس سے مین ناخوش ہون مین نے کہا اے شیخ آج وہ دن نہین کہ کسی دل مین کسی کی طرف سے آزار باقی رہے۔ آج کا دن مظالم کی معافی کا دن ہے یہ مناسب نہین ہے کہ تو اپنے فرزند کو عذاب مین مبتلا کرے۔ مین مالک دینار ہون اس قسم کا خواب دیکھکر تیرے پاس آیا ہون اور خدا اور رسول کی شفاعت لایا ہون کہ اسے معاف کردے۔ یہ سنکر پیرمرد کھڑا ہوگیا اور کہا معاف کرنے کی میری نیت نہ تھی لیکن آپ کی سفارش سے معاف کرتا ہون اس کے بعد

مین خوشخبری دینے کو جوان کے خیمہ مین آیا تو دیکھا تو بند و طوق علیحدہ کردیا ہے اور پاکیزہ لباس پہنے ہوے ہے۔ مجھے دیکھکر کہا کہ اے مالک جزاک اللہ خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ میرے اور والد کے درمیان صلح کرادی اور اُن کی خوشنودی کی برکت سے میرا حج قبول کیا گیا۔

آنکہ تنت پارۂ از جان اوست	قطرۂ از چشمہ حیوان اوست
خدمت او کن کہ بجاے رسی	برگ دہشتی تا بنواے رسی

مان کی دعا اور خوشنودی اس سے بھی زیادہ نتیجہ پیدا کرتی ہے اور اس کی دعا جلد تر قبول ہوتی ہے حدیث مین آیا ہے کہ بہشت ماؤن کے قدمون کے نیچے ہین جو شخص اُن کی خدمت کرے اور اُن کی شفقت کی خدمتگذاری کرے بہشت مین داخل ہوے ؎

جنت کہ رضاے مادران است	اندر تہ پاے مادران ست

دوسرے حقوق اقربا کی بھی رعایت کرنی چاہیے اور صلۂ رحم کو پورا کرنا چاہیے اور یہ منجملہ واجبات کے ہے۔ صلۂ رحم سے عمر بڑھتی ہے اور روزی مین فراخی ہوتی ہے۔ احادیث قدسی مین بیان ہے کہ مین رحیم ہون اور اشتقاق رحم میرے ہی نام سے ہے جو کہ اسے پیوند کرے مین اپنے نام سے ملا لیتا ہون اور جو اسے قطع کرتا ہے مین اپنی رحمت سے اُسے جدا کرتا ہون۔ حکایت ہے کہ حق تعالٰی نے موسی علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنے اقربا کے ساتھ نیکی کر۔ آپ نے التجا کی کہ الٰہی کیا کرون مین جو تیری رضا حاصل ہو۔ خطاب ہوا احسان کر اگر غائب ہین تو سلام و دعا سے اور اگر حاضر ہین تو محتاجون کو صلۂ رحم و عطا سے اور دولتمندون کی ملاقات و زیارت سے ؎

بر خویش گشادہ کن رہ وصلت خویش	تا از ہمہ بیش باشی واز ہمہ بیش

اور دوسرا حق استاد معلم کا ہے جو شخص انکا حق پہچانے اور انکی حرمت و توقیر بجا لائے دنیا و عقبیٰ مین سعادت کا مستحق ہو۔ کہتے ہین حرمت استاد سیرت اوتاد کی ہے اور اوتاد یعنی جماعت اولیا کی برکت سے دنیا کا قیام وابستہ ہے۔ نظم

فراغش مکن حق استاد علم	کہ بر ہمت اوست بنیاد علم
اگر دولتِ مہر استاد نیست	بدستِ امیدِ تو جز باد نیست
مر استاد را ہر کہ محکوم شد	بسے بر نیاید کہ مخدوم شد

دوسرے حقوق ہمسایگان کی ادائگی بھی لازم ہے یعنی جن کے مکانات قرب وجوار مین واقع ہون۔ حدیث مین آیا ہے کہ جو خدا اور روز قیامت کو دوست رکھتا ہے اُس سے کہو کہ اپنے ہمسایہ کو عزیز رکھے اور انکو عزیز رکھنا اس طرح سے ہے کہ حتی المقدور انکو نفع پہونچاوین اور اُس کے نقصان کی تلافی کرین اگر درویش بینوا ہو تو حالات ہر وقت دریافت کرنا چاہیے۔ حکایت ہے کہ ایک درویش کسی تونگر کی ہمسائگی مین رہتا تھا۔ ایک دن دولتمند کا لڑکا درویش کے گھر مین آیا اور دیکھا کہ درویش مع اپنی عیال واطفال کے کھانا کھا رہا ہے تھوڑی دیر تک وہ کھڑا رہا۔ اُسے بھوک لگی تھی مگر کسی نے پوچھا بھی نہین۔ چنانچہ لڑکا روتا ہوا اپنے گھر آیا۔ مان باپ نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ مین ہمسایہ کے گھر گیا تھا اور اس نے کھانا نہین دیا۔ باپ نے طرح طرح کے کھانے لا دیے مگر وہ چپ نہ ہوا اور کہا کہ وہی کھانا لا دو۔ آخر کو اُس کا باپ درویش کے گھر آیا اور اُس سے کہا کہ تجھے ایسا چاہیے کہ تیری وجہ سے ہمکو رنج پہونچے۔ درویش نے جواب دیا کہ حاشا وکلا بھلا مین آپ کو رنج پہونچاؤن گا۔ اس نے کہا اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ میرا لڑکا تیرے گھر آیا اور تو کھانا کھا رہا تھا۔ مگر اُسے نہ دیا وہ کہتا ہے کہ مین وہی کھانا لون گا

تھوڑی دیر کے بعد درویش نے جواب دیا کہ ایک راز ہے وہ نہ دریافت کرو کہ میرا پردہ چاک ہوتا ہے۔ قطعہ

اے کہ بر مرکب نازندہ سواری ہشیار	کہ خر خارکش مسکین در آب و گل ست
آتش از خانہ ہمسایہ درویش مخواہ	کانچہ بر روزن او میگذرد دود دل ست

خواجہ نے اصرار سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ جو کھانا میں کھا رہا تھا میرے لیے حلال تھا اور تمھارے لڑکے کیلیے حرام، میں نے نہ چاہا کہ حرام کھانا دون خواجہ نے کہا واہ ایسا کھانا بھی ہے جو ایک پر حلال ہوا ور دوسرے پر حرام درویش نے کہا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا۔ فمن اضطر فی مخمصۃ یعنی جو تنگدستی میں مجبور ہو جائے تو مردار اُس پر حلال ہے اور جو تنگدست نہ ہو اُسپر حرام ہے تین روزے میں مع عیال و اطفال کے بھوکا تھا کسی قسم کا کھانا میسر نہ ہوا آخر فلان جنگل میں ایک گدھا مردار پڑا تھا قدرے گوشت نکال کر پکایا اُسی وقت تمھارا لڑکا آیا اصل حال یہ تھا جو میں نے عرض کیا ؎

ترا شب بعیش و طرب می رود	چہ دانی کہ بر ما چہ شب می رود

خواجہ یہ سُنکر رو پڑا اور کہا افسوس اگر خدا نے قیامت میں مجھ پر عتاب کیا کہ اپنے ہمسایہ کے حال سے تو بے پروا رہا تو میں کیا جواب دون گا یہ کہکر درویش کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لایا جسقدر مال و متاع تھا اُس کا نصف اُسے دیدیا۔ اُسی شب آنحضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے خواجہ جو شفقت تو نے ہمسایہ پر تو نے کی ہے اُس کی وجہ سے تیرے گناہ معاف کیے گئے اور تیرے مال میں برکت دی گئی اور کل قیامت کے دن تو میرا ہمنشین ہوگا۔ شعر

دستگیری گر کنی ہمسایہ درویش را	با پیمبر در جنان ہمسایہ بینی خویش را

اور چونکہ دار السلطنت بادشاہ کے لیے بمنزلہ گھر کے ہے پس ہر ایک

محتاج وبے نوا کا حق اُس پر ثابت ہے۔ جو اس شہر مین رہتے ہین اور سلطان کو اُن کے حالات سے باخبر ہونا واجب ہے۔ یہ خبر مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایام قحط مین جبکہ وہ عزیز مصر تھے روز بروز ضعیف وناتوان ہوتے جاتے تھے لوگون نے آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ اصرار کرنے پر جواب دیا کہ ایک پوشیدہ مرض مین گرفتار ہون۔ طبیبون نے کہا آپ بیان کرین تو ہم علاج کرین۔ آپ نے فرمایا کہ سات برس ہوئے مین تخت پر متمکن ہوا اور تمام اختیار میرے ہاتھ آلئے۔ اس اثنا مین میری یہ خواہش رہی کہ نان جو ین پر گذر کرون حالانکہ اس پر مین نے عمل نہین کیا۔ انھون نے کہا اسقدر مشقت آپ کیون برداشت کرتے ہین۔ فرمایا بھوکون اور محتاجون کی موافقت کے لیے۔ ڈرتا ہون کہ ولایت مصر مین کوئی آدمی کسی رات کو بھوکا رہے اور مین سیر ہون اور قیامت کے دن گرفتار ہون۔ شیخ العالم نے قحط بخارا مین لکھا ہے ؎

اے کردہ شکم سیر ز انواع طعام	یاد آر از ان گرسنۂ بے آرام
تو شب ہمہ شب بخواب و او نالہ کنان	خود گو کہ چنین روا بود در اسلام

کہتے ہین شام کا بادشاہ ملک صالح ایک غلام کے ساتھ رات کو مساجد و مقابر مین پھرتا تھا اور تفحص حالات کرتا تھا۔ ایک رات کو موسم سرما مین ایک مسجد مین داخل ہوا۔ ایک درویش کو دیکھا کہ برہنگی سے کانپ رہا ہے اور کہتا ہے کہ الٰہی شاہان دنیا تیری نعمت کو حظوظ نفسانی مین صرف کرتے ہین اور ہم ضعیفون اور محتاجون کے حال سے غافل رہتے ہین۔ اگر یہ لوگ کل قیامت کے دن بہشت مین جائینگے تو تیرے عزت و جلال کی قسم ہے کہ مین بہشت مین قدم بھی نہ رکھون گا۔ ملک صالح یہ سنکر مسجد مین داخل ہوا اور گرم لباس اور ایک تھیلی اشرفیون کی درویش کے سامنے رکھکر رویا اور کہا کہ مین نے سنا ہے کہ درویش بہشت کے بادشاہ ہونگے

آج کہ مین یہان کا بادشاہ ہون تم سے صلح کرتا ہون تاکہ جب تم بادشاہ ہو تو مجھسے دشمنی نہ کرو اور حمایت کرو۔ مثنوی

من امروز کردم در صلح باز	تو فردا ابر و یم مکن در فراز
من آن کس نیم کز غرور حشم	ز بیچارگان روے درہم کشم
تو ہم بامن از سر بنہ خوی زشت	کہ تا سازگاری رود در بہشت

دوسرے مہمانون کے حقوق کی رعایت بھی لازم ہے۔ کیونکہ مہمان خدا کی طرف سے ایک تحفہ ہوتے ہین اور حدیث مین آیا ہے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت کے دن پر بھی اُس سے کہو کہ مہمان کو عزیز رکھے اور مہمان کی عزت یہ ہے کہ اُسے عزت سے رکھین اور اس کے ساتھ سلوک کرین کہ اس کی آبرو کا سبب ہو اور جو کچھ ہو سکے اُس کے لیے تکلفات کرین۔ قطعہ

چون مشرف شوی بہ مہمانی	ہر چہ داری فدائے مہمان کن
در رہ مردمی و دلداری	ہر چہ دلخواہ او بود آن کن

حکما نے کہا ہے کہ مہمان کو نہ دیکھو کہ وہ کون ہے اپنے کرم پر نگاہ رکھو کہ اسکا کیا مقتضی ہے۔ یہ حکایت مشہور ہے کہ طلحہ ایک مرتبہ تنہا قبیلہ بنی قیس مین آیا اس قبیلہ کا سردار مالک بن عوف تھا۔ اس نے طلحہ کو نہ پہچانا اور اُسکی عزت بزرگی اور مرتبہ پر اطلاع نہ پائی جس کی وجہ سے مہمانداری اور خاطر و تواضع مین کمی ظاہر ہوئی۔ طلحہ نے اس مذلت کو گوارا کیا اور اپنی عالی حوصلگی اور جبلی حسب و نسب کے اثر سے اس بے وقری کو برداشت کیا۔ جب قبیلہ سے وہ رخصت ہوا تو مالک کو معلوم ہوا کہ اسکا مہمان کسقدر تعظیم کا مستحق تھا۔ نہایت شرمندہ ہوا اور معذرت نامہ لکھا کہ مین نے آپ کو پہچانا نہ تھا اور خدا امان والا کے لیے حسب مرتبہ خدمتگاری مین کوتاہی واقع ہوئی۔ اب میرا دل زخمی ہے اور خجالت سے سر نیچے ہے

چگونہ سر ز خجالت بر آورم از پیش		کہ خدمتے بسزا بر نیامد از دستم	

امید ہے کہ جو تقصیر مجھسے سرزد ہوئی بمقتضائے شیوہ کرم اُس سے درگذر کیجیے ۵

اگر در خدمتت تقصیر وارم		بفضل شاملت امید وارم	

طلحہ نے جواب دیا کہ جو تم نے توقع کی ہے۔ قبول عذر سے تم اندیشہ نہ کرو کہ میری مروت کا یہی اقتضا ہے اگر ہزار گناہ اسی طرح ہوتے تو ایک عذر خواہی درگذر کرنے کے لیے کافی ہے۔ ۵

چون پرتو عذر از افق روے نمود		ناپید شدہ چو سایہ ہر جرم کہ بود	

لیکن تمھارا یہ لکھنا کہ مجھے پہچانا نہین عذر لنگ ہے اور شیوہ کرم سے بعید ہے کہ مہمانی مین اشراف و بزرگون کے لیے رسم و اعزاز کا منحصر کرنا مروت سے باہر ہے۔ شرط میزبانی یہ ہے کہ جس طرح آفتاب ہر جگہ اپنی روشنی پہونچاتا ہے اور جس طرح کہ ابر ہر جا برستا ہے اسی طرح وہ بھی ہو اگر مہمان بڑا شخص ہے تو حق بزرگی ادا کرو اگر فرومایہ ہو تو اس کے ساتھ احسان کرو کیونکہ بزرگون کی خدمت مین کوتاہی ہونی موجب خجالت و شرمندگی ہے اور غیر مستحقین کا اعزاز بدنامی اور پشیمانی کا سبب نہین ہے۔ قطعہ

میہمان را عزیز باید داشت		از رہِ مردی و جوان مردی	
گر بزرگ ست و لائق خدمت		کہ چرا با وی این کرم کردی	
ور بود سفلہ کس نخواہد گفت		خود حق او بجائے آوردی	

ایسے لوگ بھی ہو گذرے ہین جنھون نے اپنے دشمن کی بھی خاطر و تواضع اور مہمانداری مین کمی نہین کی چنانچہ تواریخ مین لکھا ہوا ہے کہ کرمان مین ایک بادشاہ نہایت کریم و سخی تھا۔ ہر وقت اسکا دسترخوان مہمانون کے لیے عام و خاص پر کھلا ہوا تھا حتی کہ جو شخص شہر مین آتا۔ اسکے خوان کرم پر حضور رحاضر

اور جبتک کہ وہ شہر مین مقیم رہتا دن اور رات کا کھانا اس کے مکان پر بھیجا جاتا
ایک مرتبہ عضد الدولہ نے شاہ کرمان پر فوج کشی کی۔ بادشاہ کو غنیم کے مقابلہ کی
طاقت نہ تھی۔ محصور ہو گیا۔ روز عضد الدولہ کا لشکر حصار مین آتا اور جنگ کرتا
اور ہر شب ملک کرمان عضد الدولہ کے پاس اسقدر کھانا بھجواتا جو اس کے
لشکر کیلیے کافی ہوتا عضد الدولہ نے پیغام بھیجا کہ دن کو جنگ کرنا اور رات کو
ضیافت کھانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جنگ کرنا اظہار مردی ہے
اور ضیافت اظہار مردمی۔ اگرچہ تم دشمن ہو مگر پھر بھی ہمارے ملک مین ہو۔ میری
مروت نے گوارا نہ کیا کہ میرے مکان پر لشکر آئے اور اپنا کھانا کھائے۔ یہ سنکر
عضد الدولہ متاثر ہوا اور کہا ایسے ذی مروت شاہ سے جنگ کرنا بے مروتی ہے
چنانچہ لشکر کو لے کر واپس گیا اور پھر حملہ کا قصد نہ کیا ؎

مردمی کن بجائے دشمن و دوست	کز مروت زیان نہ کرد کسے

مہمان داری کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر مہمان سے گناہ سرزد ہو یا اس سے
پہلے اس نے کوئی جرم کیا ہو جب وہ اُس کے خوان احسان سے تناول کرے
تو گناہ سے درگذر کرنا چاہیے۔ چنانچہ منقول ہے کہ معن بن زائدہ کے تین سو
دشمن امیر اسکے پاس حاضر ہوئے معن نے چاہا کہ ان کے سزا کا حکم دے ایک
لڑکا قیدیون مین سے اُٹھا اور کہا کہ اے امیر تجھے خدا کی قسم مجھے پانی پلا دے
اور پیاسا نہ قتل کر معن نے پانی لانے کا حکم دیا اور پیالہ لڑکے کے ہاتھ مین دیا۔
اُسنے پھر کہا کہ اے امیر میری کل قوم پیاسی ہے مروت سے دور ہے کہ مین پانی
پی لون اور وہ دیکھتے رہین معن نے سب کو پانی پلایا۔ جب معن فارغ ہوا تو لڑکے
نے کہا کہ اے امیر ہم سب تیرے مہمان ہوئے اور مہمان کی تکریم واجب ہے اور
مہمان کا مار ڈالنا اہل کرم کی رسم سے باہر ہے۔ معن اسکی فصاحت پر متعجب ہوا

اور سب کو رہا کردیا اسی طرح دوسری حکایت ہے کہ کسی امیر کا ایک شخص پر مال خطیر قرض تھا اور وہ شخص اُس کی ادائگی سے قاصر تھا اُسنے مدیون کو تحصیلدار کے سپرد کردیا کہ قرضہ وصول کرے۔ تحصیلدار اپنے گھر لے گیا اور سختی کرنے لگا قرضدار نے بڑی آہ وزاری کی اور لجاجت سے کہا کہ مجھے امیر کے پاس لے چلو مین ایک ضروری بات اُس سے کہون گا۔ چنانچہ اسپر حاکم کو رحم آیا اور امیر کے گھر اُسے لے گیا۔ قضارا دسترخوان بچھا تھا تحصیلدار بھی دسترخوان پر بیٹھ گیا اور مدیون بھی جب کھانے سے فراغت ہوئی تو امیر کی آنکھ اس مدیون پر پڑی اور کہا کہ یہ مرد جب ہمارا مہمان ہوا اور ہمارے دسترخوان سے کھانا کھایا تو اسے رنجیدہ کرنا مروت سے بعید ہے۔ مین نے اپنا قرض معاف کردیا اور چھوڑدیا قطعہ

اندر آئین میہماں داری	حرمت میہمان بباید داشت
بر لب جوئبار مہمانے	جز نہال کرم نشاید کاشت

دوسرے سائلون کے حق کی رعایت بھی لازم ہے خواہ وہ کنایۃً مانگے یا صراحۃً اُن کا محروم واپس کرنا بقول حق تعالیٰ "اما السائل فلا تنہر" اور حدیث مین آیا ہے "للسائل حق وان جاء علی فرس" اور اس قدر مبالغہ وتاکید اسلیے ہے کہ حق سوال ضایع نہ ہونے پائے۔ حضرت عیسیٰ کے کلمات مین آیا ہے کہ جو شخص سائل کو نا امید کرتا ہے۔ ایک ہفتہ تک فرشتگان رحمت اُس کے گھر مین نہین جاتے۔ سلطان ابراہیم ادہم اپنے عہد حکومت مین فرماتے تھے کہ کس قدر سائل نیک دوست ہین کہ گھرون پر آتے ہین اور جو ہو مانگتے ہین تاکہ تمھارے لیے وہ سرمایہ آخرت مین جمع رکھین اور وہان اُس کے معاوضہ مین دس دس حصہ زیادہ ملے قطعہ

گر ترا شادی ہردو کون آرزوست	باحسان دل سائلان شاد کن

ور آزادیت باید از ہر بلا		تفیری زبند غم آزادکن	

دوسرا حق سفارش کنندگان کی درخواست کا بھی ہے کیونکہ مقرر ہے کہ شفاعت ایک قسم کا بہ تضرع سوال ہے اور ظاہر ہے کہ شفیع اشراف اور اعیان سے ہوگا ۔ پس انکے کلام کا احترام کرنا اور عفو جرائم کرنا اہالیان سعادت کی عادت مین داخل ہے ۔ حکایت ہے کہ کسی اکابر نے خلیفہ معتضد سے کسی مجرم کی سفارش کی معتضد نے کہا کہ اس شخص نے بہت بڑا جرم کیا ہے اسنے کہا کہ مین بھی عفو گناہ عظیم کی درخواست کرتا ہون ۔ کیونکہ معمولی جرائم تو بے سفارش بھی معاف کردیے جاتے ہین ۔ خلیفہ نے اس کا جواب پسند کیا اور اس مجرم کو آزاد کر دیا اور کہا کہ اگر کوئی شخص سفارش کرے تو ایسا ہی کرنا چاہیے ؎

آن را کہ چنین شفیع باشد		قدرش ہمہ جا رفیع باشد	

نگارستان مین لکھا ہوا ہے کہ خداوندان قدرت کے لیے زبردستون کی خطاؤن کا معاف کرنا رفعت قدر کا نشان اور بلند ہمتی کی علامت ہے حکایت ہے کہ لوگون نے کسی کو خیانت کا مجرم بنایا آخر کار حاکم کے پاس مقدمہ آیا اُس نے قید کا حکم دیا ۔ ایک عرصہ دراز تک اُسے کسی نے بھی نہ یاد کیا مگر ایک بزرگ تھا جس کو قیدی سے بڑی محبت تھی ۔ اُس نے والی کو ایک رقعہ لکھا اُس کا مضمون یہ تھا ۔ مجرمون کی لغزشون سے درگذر کرنا اہل اختیار کی معمولی عادت ہے فلان فقیر عاجز اور مسکین محبوس ہے اور نزدیک بہ ہلاکت پہونچگیا ہے اور مین جانتا ہون کہ آنجناب کا کرم عمیم گرفتارون کی رہائی کے لیے بہانہ جو ہے ۔ اگر اس قیدی کا دامن عصمت اس گناہ سے بے لوث ہے تو اس کی آزادی کا حکم دینا ضرور ہے اور اگر غبار گناہ دامن طہارت پر پڑگیا ہے تو اسے

آپ کرم و عفو سے دھونا چاہیے اور اگر ان دونون صورتون کے علاوہ کوئی تیسری بات ہے تو سفارش کنندہ کے لحاظ سے معاف کرنا چاہیے۔ قطعہ

بجود شامل و انعام عام بر ہمہ کس	تراست فضل چو خورشید و فیض چون باران
ستہ ور آتش اندیشہ بیگناہان را	بآب عفو بشو نامہ گنہگاران
دگر جز این دو صفت ہست حالتی دیگر	بود براے چنین کس شفاعت یاران

جب یہ رقعہ والی کے پاس پہونچا اور لطف کلام و حسن شفاعت کو ملاحظہ کیا تو جواب مین لکھا ؎

آن را کہ ز روے لطف درخواست کنی	کارش بصلاح آری و راست کنی

تمھاری شفاعت اور لطیف و پر از صدق کلام سے مین نے قیدی کو آزاد کردیا اور اسکی سزادہی سے درگذرا ؎

بفرماند توان از جا گزشتن	ز جرم کس چرا نتوان گزشتن

ظاہر ہے کہ اجراے حدود شرعی مین شفاعت کو کچھ دخل نہین ہے بلکہ اہل ایمان و ارباب دیانت کو اس مین شفاعت کرنا ہی نہ چاہیے۔ قرآن مجید مین آیا ہے "ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ" سیاست طمغاج خانی مین مذکور ہے کہ ایک جوان بجرم سرقہ اس کے پاس لایا گیا حسن و جمال مین وہ صورکم فاحسن صورکم کا مصداق تھا صانع الٰہی نے خاص اپنے ہاتھ سے اُسے بنایا تھا اور لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اُسی کے لیے کہا گیا تھا ؎

ہر چہ بر صفحہ اندیشہ کشد کلک خیال	شکل مطبوع تو زیبا تر از ان ساختہ اند

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ ارکان دولت نے یہ حکم سُنکر نہایت افسوس کیا اور سبھون نے ملکر کہا کہ اے بادشاہ اس کا گناہ معاف کر دینا چاہیے اور ملازمان دیرینہ کی شفاعت کا لحاظ کیجیے بادشاہ نے فرمایا

مجھے اس حکم میں مداخلت نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ دزد کا ہاتھ کاٹو سبھوں نے کہا کہ ایسے ہاتھ کا کاٹنا تو ہمکو بے چین کر رہا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ چور کے دست نازک پر افسوس بلکہ تم اس دل پرخون پر نظر کرو جس کا مال و اسباب اس نے چرایا ہے تو یہ غم تپر سہل ہو جائے گا۔ اور اس شخص کے حق کی رعایت کرنی چاہیے جس سے معمولی شناسائی ہو یا کبھی اس نے کچھ خدمت کی ہو۔ اگرچہ یہ ذریعہ بہت کم ہے لیکن نظر کرم کے لیے اس قدر بھی زیادہ ہے تاکہ اسی بہانہ سے فقیر کی سرفرازی ہو۔

حکایت ہے کہ ایک آدمی کسی کا مکان کرایہ پر لیے ہوئے رہتا تھا۔ کچھ دن وہیں ٹھہرا رہا اور پھر کہیں جا کر ایک ملک کا وزیر ہو گیا۔ جس شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا۔ جب اسکو یہ معلوم ہوا تو وہ بھی اسی شہر میں پہونچا اور غبار آلود ایوان وزارت کی طرف روانہ ہوا۔ جب محل میں پہونچا تو ایک دربان کھڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ تو کون ہے جو اس حالت میں بجراٴت تمام بارگاہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ اسنے کہا کہ میں وزیر کا ملاقاتی ہوں اور قدیم شناسائی اس جراٴت کا باعث ہے۔ دربان نے شناسائی پوچھی تو کہا کہ ایک زمانہ میں اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا اب میں اسکے پاس آیا ہوں کہ میری غریبانہ حالت پر رحم کرے اور قعر مذلت سے مجھے نکال کر بلند درجہ پر پہونچا لے۔ دربان نے کہا تو نہایت بے وقوف آدمی ہے یہ تو نہایت سہل وسیلہ ہے کہ مکان کرایہ پر دیا تھا اور اس کا حق قائم کر دیا۔ اس بنا پر تم امداد کے منتظر نہ ہو اور جو کام کہ تمھارا ہے اس میں مشغول ہو۔ پس پردہ وزیر نے تمام باتیں سن لیں اور دربان کو طلب کر کے پوچھا کہ تم کیا بات کر رہے تھے اس نے تمام ماجرا بیان کیا تو وزیر نے کہا کہ وہ میرا ملاقاتی ہے اس کو فوراً میرے پاس بھیج دو۔ الغرض وزیر نے بکمال شفقت سے مال و دولت سے

مالامال کرکے واپس کیا۔ مثنوی

نو رودہ از مہر و وفا سینہ را	سہل مدان صحبت دیرینہ را
روی مگردان ز رفیقان خویش	یاد کن از خدمت یاران خویش

حکایت ہے کہ عبداللہ طاہر نے عام طور پر اجازت دی تھی کہ اُسکے دربار مین سب لوگ آکر اپنا مطلب بیان کیا کرین چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا اور لوگ بامراد واپس ہوتے تھے۔ ایک آدمی ایک دن آیا اور کہنے لگا کہ مجھپر ایک تو نعمت کا حق ہے اور ایک حق خدمت ہے۔ امید کہ دونون حقوق کی رعایت کرکے مجھے سرفراز کرے۔ عبداللہ نے پوچھا کہ وہ حق نعمت و خدمت کیا ہے اُس نے جواب دیا کہ فلان دن بغداد مین جب آپ میرے مکان کے سامنے مع ہمراہیان دولت گذرے تھے تو مین نے مکان کے دروازے پر اور اسکے سامنے پانی چھڑکا تھا تاکہ گرد آپ پر نہ پڑے۔ وہ نعمت پانی ہے جسے آپ کیلیے مین نے بہایا تھا اور اسی کا حق مین چاہتا ہون ؎

کسے کو بر تو دارد حق آبے	فراموشش مکن در ہیچ بابے

عبداللہ نے پوچھا اور حق خدمت کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ایک دن جب آپ سوار ہو رہے تھے تو مین نے آپ کا بازو پکڑکر سوار کر دیا تھا۔ امیر نے کہا بے شک تو سچ بولتا ہے تیرے دونون حق ثابت ہین پس اُس کی اعانت کی ؎

بزرگانے کہ اہل اقتدارند	ہمہ سکین نواز و حق گذارند
ز جاہ بیہوشی نہ نیکوست	ز ہمراہان فراموشی نہ نیکوست
اساس مکرمت بر حق شناسی	بصورت ناشناسی ناسپاسی ست

دوسرا حق ذی ہمت اصحاب کا اپنے کرم کا بھی از قبیل فرائض ہے اور اسکی

یہ صورت ہے کہ کوئی شخص جس کو وہ نہ پہچانتا ہو حصول مقصد کے لیے اپنا کوئی جھوٹا حق ثابت کرے تو غایت کرم و رعایت یہ ہے کہ اُس کی حاجت براری اس طور پر کر دے کہ وہ شخص جانے میرا بھید اسپر نہین کھلا ۔ یہ نہایت مروت و مردمی کی علامت ہے ۔

حکایت ہے کہ ایک مجرم زیاد بصری کے سامنے لایا گیا اور اُنھون نے قتل کا حکم دیا جلاد نے اُس کو سامنے سے کھینچا بیچارہ آہ و فریاد کرنے لگا اور تضرع و زاری کی مگر بے سود ۔ توبہ و استغفار کیا مگر بے نتیجہ ۔ جب سب سے عاجز ہوا تو کہا اے امیر آپ کے ذمہ میرا حق ہمسائگی ہے اور شرع مین مروت و ادائے حقوق لازم ہے ۔ اگر آپ مجھ پر اس حق سے رعایت نہ کرین گے تو لوگ طعن و تشنیع کی زبان دراز کرین گے کہ امیر نے ہمسایہ کو پامال ظلم کیا ۔ امیر نے سوچا کہ بیشک یہ صحیح کہتا ہے ۔ قطعہ

مرا سہل ست از جان دست شستن	چہ غم گر جسد چو من نابودہ گردد		
چہ خواہی گفت پیش نکتہ گیران	ترا گر آستین آلودہ گردد		

دور افتادہ افکار مین گھر گیا مگر خیال مین نہ آیا کہ یہ کہان کا ہمسایہ ہے آخر کار دریافت کیا کہ کس محلہ مین تو میرا ہمسایہ ہے اس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا گھر بصرہ مین امیر کے محل کے روبروہی تھا اور میرا باپ امرائے دولت کے ساتھ اکثر رہتا تھا ۔ زیاد نے پوچھا تیرے باپ کا کیا نام ہے ۔ اُسنے کہا کہ اے امیر ہول جان سے مین اپنا ہی نام بھول گیا ہون چہ جاے کہ اپنے باپ کا نام بیان کرون ۔ زیاد یہ سنکر ہنسے اور اُسے رہا کر دیا ؎

لئیم نیم گنہ با ہزار عذر نہ بخشد	بیک لطیفہ کریمان ہزار بہ بخشد

دوسرے یہ کہ حقوق کی رعایت عدل و احسان سے ہوتی ہے ۔ ادائے امرا-

وزرا - وغیرہ کے حقوق کا بیان آخر باب مین انشاء اللہ کیا جائے گا -

اڑتیسوان۳۸ باب صحبت اختیار کے بیان مین

عقلا اور صلحا کو اپنی مجلس مین رکھنا دولت سرمدی کا رہنما اور سعادت ابدی کی کیمیا ہے - مثنوی

مہرپاکان درمیان جان نشان	دل مدہ الا بمہری سرخوشان
نارخندان باغ را خندان کند	صحبت مردانت از مردان کند
سنگ گر خارا و گر مرمر بود	چون بصاحبدل رسد گوہر شود

شاہان فارس کا یہ قاعدہ تھا کہ ہرگز ان کی صحبت حکما اور فضلا سے خالی نہ ہوتی تھی اور کوئی حکم بغیر انکے مشورہ کے نافذ نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے انکی سلطنت چار ہزار سال سے بھی کچھ زیادہ قائم رہی اور سلطان سنجر حکیم خیام کو اپنے تخت پر بٹھاتا تھا اور خلفاے عباسی باوجودیکہ خود دانشمند تھے مگر تمام مہمات کا حل وعقد اہل علم وتقوی پر منحصر تھا -

خلافت نامہ الٰہی مین مذکور ہے کہ بادشاہ اُس شخص کو کہ سکتے ہین جو صاحب شوکت ہو اور اُس کا حکم حکمت کے مطابق ہو پس لازم ہے کہ اصحاب قدرت کاملہ حکمت بالغہ سے متصف ہون تاکہ بخوبی تدبیر کرے - بریں تقدیر حکما علما کو صحبت مین ضرور رکھنا چاہیے - جاہلون - بدکردارون سے احتراز کرنا چاہیے - نظم

ہمنشینی کو لطیف و کامل است	راحت روح است آرام دل است
وانکہ نادانی وغفلت وصف اوست	صحبتش مانند زہر قاتل است

یونان مین دستور تھا کہ حاکم ایسا ہوتا تھا جو حکمت مین ممتاز ہو یا جو حکما کا تابع ہو - کیونکہ صحبت کا اثر خوب ہوتا ہے ہمنشین نیک مثل عطار کے ہے اگرچہ

تھیں کچھ عطر نہیں دیتا مگر اُس کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتا ہے اور ہمنشین بد مثل آہنگر کے ہے گو اُس کی آگ سے نہ جلو مگر دھوئیں سے تو ضرور تکلیف پہونچے گی ۵

در گذر از کورۂ آہنگران	رو بہ دعطار کہ پہلوے او
تا کنش و دودی رسد از ہر کران	جامہ معطر شود از بوے او

اور جماعت علما میں سے جن کو صحبت میں رکھنا ضرور ہے ایک فقیہ اور عالم متدین کا بھی ہونا ضرور ہے جو اصل و فرع احکام سے بخوبی واقف ہو تاکہ بوقت مجلس بادشاہ کو حلال و حرام سے آگاہ کرتا رہے اور فرائض آداب و سنن وغیرہ کو بعبارت رائقہ بیان کرتا رہے تاکہ مسائل فقہ اور فتاوی سے دولت سلطنت میں برکت اور افزونی ہو۔ ۵

گر بنیاد نکتہ ہا از فقہ و فتوی درمیان
منہدم گردد اساس شرع و ملت درجہان

اور دوسرا ناصح امین ہونا چاہیے جو حسب موقع افعال شنیعہ سے خبردار کرتا رہے اور موقع بموقع کا خیال رکھے تاکہ بادشاہ کی ناگواری خاطر نہ ہو۔ زمانۂ قدیم میں خلفا اور بادشاہ علما سے سخت و سست بھی سن لیتے تھے چنانچہ لکھا ہے کہ ہارون رشید نے شقیق بلخی سے کہا کہ آپ مجھے نصیحت کریں۔ شیخ نے کہا خدا کی ایک سرا ہے جس کو دوزخ کہتے ہیں۔ اس نے تجھے دربان کیا ہے اور تین چیزیں دی ہیں تاکہ تو خلق کو دوزخ میں جانے سے بچالے مال۔ شمشیر۔ تازیانہ۔ ان تینوں کو حسب موقع کام میں لا تاکہ تو بھی نجات پائے اور خلقت بھی نجات پائے۔ یہ سنکر ہارون رویا اور شیخ کے ہاتھ پر بوسہ دیا ۵

نصیحت کان رہ صدق گویند	بگوشش ہر کہ آید در پذیرد

روان اندر دل و جان جای گیرد	چو جان دارد حدیث صافِ دل

اس کے علاوہ ایک طبیب حاذق بھی ہونا چاہیے جو قانون علاج سے بخوبی واقف ہو اور ازالۂ امراض میں ید طولی رکھتا ہو۔ دست شفا میں دم عیسوی اور ید بیضای موسوی کا اعجاز دکھلائے ؎

روح را راحت رسد از مقدمش	تازہ گردد جان بیمار از دمش

تا کہ بادشاہ کے مزاج مبارک کو دیکھکر حفظ صحت کا پابند بنائے اور فی الفور تدارک میں مشغول ہو۔

دوسرے ایک کامل اور محقق منجم کا ہونا بھی ضرور ہے جو رموز صحائف جنتری و تقویم سے آگاہ ہو اور اُس مرض میں کامل دستگاہ رکھتا ہو ؎

محاسبِ قلمش دور میکند تصویر	دوائر کرہ سپہر و نقش زیج سپہر

تا کہ بادشاہ کے طالع پر نظر کرے اور نحوست و آفات سے اطلاع دیتا رہے جس وقت علامت اقبال ہو تو بادشاہ کو شکرگزاری کی جانب مائل کرے اور اگر خطرات کا گمان ہو تو دفع کیلیے خیرات و مبرات کی طرف متوجہ کرے جیسا کہ کہا گیا ہے "الصدقۃ ترد البلاء و تزید فی العمر" مثنوی

جانِ خود را در تضرع آوری	اے کہ خواہی کز بلا جان واخری
تا خجالت غصہ برخیزد ز پیش	یا باحسان برکشائی دست خویش

اور ایک شاعر شیوا بیان بھی ایسا ہونا چاہیے جو فصاحت و بلاغت کے میدان میں اپنے ہمعصروں پر سبقت لے گیا ہو ؎

صحن گلزار بلاغت را ز شعرش رنگ و بو	رونق بازارِ فصاحت را رواج از نظم او

تا کہ رشتۂ نظم میں بادشاہ کے جواہر صفات کو پرو کر عام منظر کے روبرو پیش کرے اور ممدوح کا نام اشعار آبدار سے باقی رکھے ؎

کہ از ایشان بقا پذیرد نام	شاعران را عزیز باید داشت

شعر سلمان نگر کہ تازہ از دست		نام سلطان اویس در ایام	

ایک بذلہ سنج اور خندہ رو مصاحب بھی رکھنا چاہیے جو اپنے لطائف وظرائف سے مجلس میں انبساط کی روح پھونک دیا کرے ۵

طبع را لذت از ظرائف او		روح را بہجت از لطائف او	

اور بہترین ہمنشین اکابر اور بزرگوں کی کتابیں ہیں مصرع ع خیر جلیس فی الزمان کتاب نہ پڑھنے والے کے دل کو اس سے ملال ہوتا ہے نہ دل رنجیدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ غیر معمولی طور پر مصاحبت کرتی ہیں اور بغیر ناز و کرشمہ مجالست کرتی ہیں

مثنوی

ہمنشینے بہ از کتاب مخواہ		کہ مصاحب بود گہ و بیگاہ	
بہجت افزاے جان وراحت دل		ہر چہ دلخواہ تست ازو حاصل	
این چنین ہمدم لطیف کہ دید		کہ نہ رنجید وہم نرنجاند	

بزرگوں نے کہا ہے کہ تمام خلق کو عقل کی ضرورت ہے اور عقل تجربہ کی محتاج ہے۔ کیونکہ تجربہ عقل کا آئینہ ہے کہ اس میں مصالح امور کا مشاہدہ کرتی ہے اور تجربہ کے لیے ایک مدت چاہیے اور جب حکما نے دیکھا کہ عمر مستعار تجربہ کیلیے کافی نہیں ہے تو انھوں نے اس کا علاج سوچا تا کہ بغیر مرور ایام تجربہ حاصل ہو سکے لہذا انھوں نے سلاطین۔ امرا۔ وزرا کے حالات اور علما و حکما کے اقوال کتاب میں درج کیے اور گذشتہ زمانہ کی تاریخ و حکایات آنے والوں کی رہنمائی کے لیے منضبط کر دیے تا کہ اصحاب دولت اور ارباب تمکنت اس کو اپنا دستور العمل بنائیں اور ہر ایک شخص بقدر استعداد مطالعہ کتب سے فائدہ اٹھائے تا کہ حسب مضمون "السعید من وعظ بغیرہ" دوسروں کے تجربہ سے فائدہ حاصل کرے اور نصائح سے نصیحت پائے نظم

حکایائے احوالِ شاہنشہان	روایات واخبار کارآگہان
دل و دیدہ را روشنائی دہد	بعلم وخرد آشنائی دہد
زہر گونہ بابے سخن گفتہ اند	بالماس تحقیق دُر سفتہ اند
بدوران بسے تجربہ کردہ اند	بہر کار بس تجربہ بردہ اند
ہمان بہ کہ بر قول ایشان ویم	سخنہائے پیشینگان بشنویم
درختے کہ کشتند در روزگار	بسے آورد میوۂ نغز بار
بیاتا بدان باغہاپے بریم	دہا دم ازان میوہا برخوریم

انتالیسوان (۳۹) باب دفع اشرار کے بیان مین

جس طرح کہ اخیار وابرار کی صحبت واجب ہے اسی طرح اشرار وفاجرونکی صحبت سے احتراز لازم ہے کیونکہ صحبت اپنا اثر ضرور ڈالتی ہے پس جس طرح کہ نیک خواصحاب سے فائدہ کلی حاصل ہوتا ہے اسی طرح بدون کے میل جول سے برے نتائج پیدا ہوتے ہین نیکون کی صحبت ازدیاد دولت کا سبب ہے اور بدون کی مخالطت ملال وندامت کی موجب ہے نظم

بادولتیان نشین کہ خارے	در صحبت گل شود بہارے
باہر کہ نہ مقبل ست منشین	کز سر کہ گشت کام شیرین

اشرار دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ جنکا دفعیہ واجب ہے، دوسرے وہ جنکا منع کرنا واجب ہے جنکے دفع کرنے سے لوگون کا نفع متصور ہے اور رفاہ عام کا کام ہے۔ یہ تین گروہ ہین اول چور، ان کا دفع کرنا حکام پر لازم ہے، ہوشنگ کی تیسری نصیحت یہ تھی کہ اسے فرزند ارباب فسق کو تنگ اور لاچار رکھنا چاہیے اور شریر ومفسد کو نگونسار از مقہور راہزنون چورون فتنہ گردنکو

دور رکھنا چاہیے تاکہ راستے پُرامن رہین اور اطراف وجوانب ملک مین بےخوف وخطر سوداگر آمدورفت کرسکین جس سے خلق ورعیت کی آسودہ حالی متصور ہے۔ قطعہ

تانکوشی بہ معدلت نشوی	ہرگز از ملک وسلطنت شادان
راہ ہارا ز دزد امین دار	گر تو خواہی ممالک آبادان

امیرالمومنین حضرت عمرؓ کی حکایت جواہر الامارۃ مین نقل کی گئی ہے، کہ آپنے بیان کیا، ایام جاہلیت مین تجارت کی غرض سے مدائن کی جانب مین روانہ ہوا اور چالیس چادرین یمنی میرے پاس تھین۔ نواح مدائن مین پہونچا تو چورون نے سرراہ مجھے گھیر لیا اور لوٹ کر سب چادرین لے گئے اور مین بصد مشقت مدائن پہونچکر نوشیروان کی عدالت مین دادخواہ ہوا جب نوشیروان تمام وکمال حالات سے آگاہ ہوا تو ایک دربان کو بھیجا جسنے میرا ہاتھ پکڑکر دوسرے مکان مین بٹھادیا اور کہا اب تم یہین ٹھہرو جب تک تمھاری چادرین نہ ملین یہین وہین ٹھہرا رہا اور روز شاہی باورچیخانہ سے ایک خوان میرے لیے آتا تھا اور مین روزانہ بارگاہ کسریٰ مین جاکر اُسکے عدل وانصاف کا نظارہ کرتا تھا۔ چالیس دن کے بعد جب مین اپنے مقرر قیامگاہ مین پہونچا تو دیکھا کہ میری کل چادرین رکھی ہوئی ہین اور ہاتھ کٹے ہوے پڑے ہین۔ اور چالیس اشرفی کے ساتھ ایک کاغذ رکھا ہوا ہے جس مین لکھا تھا کہ چالیس دن تک واپسی مال کے انتظار مین تو ٹھہرا رہا۔ لہذا یہ اُس کی اُجرت ہے۔ جب تو اپنے ملک مین پہونچنا تو ہماری شکایت نہ کرنا اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم اور رفیع القدر شہنشاہون کو راہزنون اور چورون کے دفعیہ مین بڑا اہتمام کرنا پڑتا تھا۔ پس حاکم عادل کو چاہیے کہ رعایا کے گذرگاہون کو چورون اور ٹھگون کے خوف سے اپنے سطوت وسیاست

کے ذریعہ سے بے خوف رکھین اور جو کہ راستہ مین رہروون کے آزار کا باعث
ہو اسکو سزا دیکر دوسرون کو عبرت دلائین ۔ نظم

بہر دست دزد و سر راہزن	کہ ایمن شود راہ بر مرد و زن
چو رہ گشت ایمن شود کاروان	ز بہر تجارت بہر سو دوان
ازان سو بسے نفع یابند خلق	دما دم بہر سو شتابند خلق
شود شہر معمور و دہ نیز ہم	ز آئینۂ دل رود زنگ غم

دوسرے رندون اور خونریز اوباشون اور فتنہ انگیزون سے لوگ ڈر کر
معترض نہین ہوتے حالانکہ وہ تند خوئی اور خیرہ روئی سے شہرون اور قصبات
مین لوٹ مار اور فساد مچاتے رہتے ہین سوا حکام کے اور کوئی اُنکو روک نہین
سکتا ۔ پس اُن کا قلع و قمع نہایت ضرور ہے ۔ اخبار مین آیا ہے کہ شہر حلب مین
رند اوباش بہ کثرت ہو گئے تھے اور لوگ اُنسے تنگ آکر سلطان مصر کی عدالت
مین دادخواہ ہوئے سلطان نے ایک حاکم مصلح نامی کو انسداد کے لیے روانہ
کر دیا ۔ مصلح جب حلب آیا تو بعض مفسدون کو عبرتناک سزائین دین مگر وہ
جماعت خوفزدہ نہ ہوئی اور اسی بے پروائی سے افعال ناپسندیدہ مین مبتلا
رہی ۔ انجام کار اُنکی جرأت کا یہ حال ہوا کہ خاص شاہی جامع مسجد کی محراب پر
اُنھون نے لکھا کہ اے مصلح تو اپنے کو عذاب مین مت ڈال کیونکہ ہم وہ لوگ
ہین کہ ایک آدمی کے قتل کرنے سے دس آدمی سر اُٹھاتے ہین اور قتل پر
ہمکو بجائے افسوس و عار کے فخر ہے ۔ نظم

ما عاشقیم کشتہ شدن اعتبار ماست	شمشیر عشق تیز ز سنگ مزار ماست
بے زخم تیغ عشق ز عالم نمی روم	بیرون شدن ز معرکہ بے زخم عار ماست

ممکن ہے کہ تو ہمارے قتل کرنے سے تنگ ہو جائے مگر ہم عاجز نہین ہو سکتے

مصلح نے یہ دیکھکر سوچا کہ حیلہ و تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ آخر کو اُسنے اسی تحریر کے نیچے لکھوا دیا کہ مین نے تمھاری مردانگی اور فرزانگی جان لی اور باہمی اتفاق و یکجہتی کا حال معلوم ہوا ؎

در جگرداری و سربازی شمار امثل نیست
بر چنین مردان یکدل آفرین بادا آفرین

اب مین اپنے کیے پر پشیمان ہون اور معذرخواہ ہون اور تمھاری پرورش اور تقویت کی جانب متوجہ ہوتا ہون،، حاضرین نے اس کی تحریر پر تعجب کیا اور مصلح خلا و ملامین اوباشون کی تعریف کرنے لگا اور اُن کے قید و قتل سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ دوسرے دن اعیان شہر جمع ہوکر آئے کہ اوباشون کے بارے مین کچھ عرض و معروض کرین مصلح نے سبقت کرکے کہا کہ اے عزیزو مین ان جوانون کے قتل سے پشیمان ہون چالاک و دلیر آدمیون کا مرنا افسوسناک امر ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ مین یہ گروہ کمتر پیدا ہوتا ہے اور مین آج کے دن ان کا محتاج ہون کیونکہ اہل قلعہ روم باغی ہوگئے ہین، اُن کے دفعیہ کے لیے ایسے ہی جوان مردون کی ضرورت ہے۔ اگر تم میرے ہوا خواہ ہو تو اس جماعت کے سردار کو میرے پاس لاؤ تاکہ مین انکی تربیت و تقویت کرون ؎

ازین نامداران باہوش و تنگ	کسے را کہ ہنیم سزاوار جنگ
وہم مرکب و جوشن و مغفرش	بگردون گردان رسانم سرش

اکابرین حلب نے کہا کہ ان کا سردار ایک پیرمرد ہے جو چار فرزند رکھتا ہے جو آپ کے خوف سے کسب و کار مین مصروف ہوکر گوشہ گیر ہوگئے ہین مصلح نے انکو طلب کیا اور بڈھے کی بڑی تعظیم کی اور خلعت دیکر مع بیٹون کے ملازم رکھ لیا چند دنون کے بعد جب فریقین کا باہمی اعتبار ہوگیا تو مصلح نے کہا کہ مجھکو ایک

دلیر وخونخوار جماعت کی ضرورت ہے تاکہ اُن کی مدد سے مین قوی ہون تم اس جماعت سے خوب واقف ہو جو جنگ وجدل کے قابل نظر آئے میرے سامنے لاؤ مین خلعت دے کر اُن کو ملازم رکھون گا بڈھا اور اُس کے بیٹے شادان و فرحان بدمعاشون کے جمع کرنے مین مہیا ہو گئے اور دوسرے دن تیس ہزار کی جمعیت کثیر مصلح کے روبرو لا حاضر کی مصلح نے کہا کہ ان کو کل میرے روبرو لا کر حاضر کرو تاکہ مین ہر ایک کے خلعت کا انتظام کرلون اور شہر کے درزیون کو بلا کر تیس ہزار خلعت کا لباس تیار کرنے کا حکم دیا۔ ملازمین اور اعیان شہر خوفزدہ تھے کہ سلطان مصر نے اِسے اُن کے دفعیہ کے لیے بھیجا تھا اور وہ بجلاف اس کے اُنکو اور قوی بناتا ہے ؎

	بجاے خار گلبن سمے نشاند	بجاے زہر شکر می چشاند	

جب رات ہوئی تو تیس ہزار دلاوران نبرد آزما اور قوی ہیکل پہلوانون کو اُسنے حکم دیا کہ ہتھیار سے مسلح ہو کر فلان مکان مین جہان کپڑے رکھے ہین موجود رہین۔ جب کل اوباش اس مین داخل ہون تو بلا انتظار سب کو قتل کر ڈالو الغرض صبح ہوئی اور تیس ہزار مصلح کے دست بوس ہوئے مصلح نے حکم دیا کہ فلان کمرے مین جا کر لباس پہن کر حاضر ہو وہان تو ان کے قتل کا انتظام ہو ہی چکا تھا۔ بید ریغ سب قتل کر دیے گئے اور وہ بڈھا اور اُسکے بیٹے بھی کیفر کردار کو پہونچے۔ ان کے سرون کو نیزہ مین لٹکا کر شہر مین گشت کرایا اور اسطرح ملک شر وفساد سے پاک وصاف ہوا ؎

	بد اندیش مردم سر افکندہ بہ	درخت بد از بیخ بر کندہ بہ	

سہم ستمگاران دل آزار جو تیرگی مین حسب قول اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ
مسلمانون کا مال واسباب ظلم سے لوٹتے ہین اور الا لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین

کی تہدید کی پروا نہین کرتے نہ عقوبت الٰہی سے ڈرتے ہین نہ سیاست سلطان سے خوفزدہ ہوتے ہین - ان لوگون کا دفع کرنا بادشاہ پر واجب ہے تاکہ اُن کی اثر شامت ملک پر موثر نہ ہوسکے اور کوئی نتیجہ بد نہ پیدا ہو جو ظالمون اور بدکردارون کا لازمی نتیجہ ہے ۔ مثنوی

کار ظالم ملک ویران کردن است	عالمی را دیدہ گریان کردن است
اے نہادہ تیر ظلم اندر کمان	کے ز شمشیر بلا یابی امان

دوسری قسم کے لوگ جو واجب المنع ہین وہ گروہ ہے جو اوصاف ناپسندؐ اور سیرت ناستودہ سے موصوف و معروف ہے - انکی ملاقات وہمکلامی اہل دولت کے نقصان کا باعث ہے - انہین سے ایک سخن چین ہین جو جھوٹ سچ ملاکر لوگون کو لڑوا دیتے ہین حدیث مین آیا ہے کہ سخن چین بہشت مین نہ جاویگا اور حق سبحانہ تعالی توریت مین فرماتا ہے کہ اے موسیٰ قیامت کے دن ہر سخن چین کو تو دیکھے گا کہ اُس کی پیشانی پر لکھا ہوگا" آئس من رحمۃ اللہ" اور قرآن مین سخن چین کے لیے فاسق کا استعمال ہوا ہے - جہان فرمایا ہے اِن جاءکم فاسقٌ بنبإٍ اور اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے - بزرگون نے کہا ہے کہ جب کوئی آدمی تمھارے پاس خبر لائے کہ فلان شخص نے ایسا کہا ہے یا تیری جگہ پر ایسا کیا ہے تو تجھ پر چھ چیزین واجب ہین اول یہ کہ اُسے راست گو نہ جانے کیونکہ حق سبحانہ تعالےٰ نے اُسے فاسق کہا ہے اور فاسق کی بات سچی نہین ہوتی - دوسرے چغلی سے منع کر کیونکہ نہی منکر واجب ہے - سوم یہ کہ اسے دشمن رکھ اس لیے کہ خدا اُسے دشمن رکھتا ہے چنانچہ بیان کرتے ہین کہ دشمن ترین وہ شخص خدا کے نزدیک ہے جو سخن چینی سے دوستون مین نفاق ڈالتے ہین - چہارم مسلمانون کے ساتھ گمان بد نہ کر کیونکہ بعضے گمان وبال ہین - پنجم یہ کہ اُس خبر کی تجسس نہ کر کیونکہ تجسس کی ممانعت ہے

ششم جو کہ سخن چین ہے اُس کے موافق عمل نہ کر اور اصل تو یہ ہے کہ سخن چین کو اپنے نزدیک راہ نہ دے اور اُس کی گفتگو پر مطلق کان نہ دھرے۔ نظم

سخن چین را مدہ در نزد خود جای	کہ در یکدم کند صد فتنہ برپاے
سخن چین را مکن نزدیک خود رام	کہ بدگو ید ترا ہم در سر انجام

حکایت ہے کہ اصفہان کا ایک امیر غلام خرید رہا تھا اُس کے مالک نے کہا کہ اس مین عیب یہ ہے کہ سخن چین ہے۔ امیر نے کچھ پروانہ کی اور اسکو خرید لیا جب چند مدت گذر گئی تو غلام نے امیر کی بیوی سے کہا کہ تمھارا شوہر دوسری عورت پر فریفتہ ہے۔ بیگم یہ سُنکر نہایت غمگین ہوئی۔ غلام نے دیکھا کہ میرا جادو اثر کر گیا تو پھر کہا کہ اگر امیر کو قابو مین لانا چاہتی ہو تو محبت کا ایک افسون میرے پاس ہے اگر تیز اُسترے سے امیر کی ڈاڑھی کا بال مونڈ کر مجھے لادو تو مین عمل مین لاؤن ادھر عورت کو رضامند کیا اور اُدھر مالک سے جا لگایا کہ آپ کی عورت آپ کو قتل کرنا چاہتی ہے امتحاناً آج سوئیے گا نہین چنانچہ امیر آنکھین بند کیے رہا۔ اُس کی عورت نے اُسترہ سے ڈاڑھی کا بال مونڈنا چاہا خواجہ تو جاگ ہی رہا تھا فوراً اُٹھا اور اُسی اُسترے سے عورت کا گلا کاٹ ڈالا اولیاے زن نے قصاص کا دعوی کیا اور خواجہ بھی قتل کیا گیا۔ یہ سخن چینی کی بدبختی تھی جو یہ نتیجہ ہوا۔ نظم

میان دو کس جنگ چون آتش ست	سخن چین بدبخت ہیزم کش است
سیہ چاہ و مرد اندرون بستہ پاے	بہ از فتنہ بردن زجاے بہ جاے

دوسرے غمازون کی جماعت ہے جن کا دیکھنا اور گفتگو کا سننا نارواہے۔ ۵

نہ دیدم زغماز سرگشتہ تر	نگون طالع و بخت برگشتہ تر

آثار مین آیا ہے کہ غماز حلال زادہ نہین ہوتا۔ حکایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک مرتبہ خشک سالی پڑی اور قحط کے آثار ظاہر ہوے۔ حضرت موسیٰ ؑ

نماز استسقا کے لیے قبیلہ کے ساتھ باہر تشریف لائے اور شبانہ روز دعا مانگا کیے مگر قبول نہ ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے رو کر عرض کیا کہ الٰہی چار شبانہ روز سے مین دعا کر رہا ہون اور میری دعا قبول نہین ہوتی۔ خطاب ہوا۔ اگر چالیس دن بھی دعا مانگے گا جب بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ قوم مین ایک غماز ہے کہ اُس کی بدبختی دعا کو محل اجابت مین نہین آنے دیتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یا الٰہی تو بتا کہ وہ کون شخص ہے تاکہ مین اُس سے توبہ کے لیے کہون خطاب ہوا کہ اے موسیٰؑ مین غماز کا دشمن ہون کس طرح غمازی کرون تو اپنی تمام قوم سے کہہ کہ وہ غمازی سے توبہ کرے اس مین وہ شخص بھی آجائے گا۔ الغرض ایسا ہی ہوا اور پانی برسا۔ بیدار مغز سلاطین غمازون کو ہرگز دوست نہین رکھتے نہ اُسکو مُنھ لگاتے ہین۔ حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کسی شخص کی تربیت کرتا تھا اس سے کہا کہ اگر تو چاہے کہ روز بروز تیرا مرتبہ بلند ہو اور ساعت بساعت تیری قدر بڑھے اور تمام ملازمون سے زیادہ مقرب ہو تو تین باتون سے گریز کر اول یہ کہ جھوٹ نہ بول کیونکہ دروغ گو چشم مردم مین ذلیل و خوار رہتا ہے۔ دوم میری تعریف میرے سامنے نہ کر کیونکہ مین اپنے کو تجھ سے اچھا جانتا ہون سوم غمازی نہ کرنا اور اس سے دور رہنا اور میری سپاہ و رعیت کی بدی میرے سامنے نہ کرنا کیونکہ مین اُن کی بُرائی سُنکر بدگمان ہون گا اور جب یہ حال فوج و رعایا کو معلوم ہو گا تو وہ ہراسان ہو گی اور دوسرا بادشاہ طلب کریگی جس کی وجہ سے مملکت مین خلل واقع ہو گا۔ نظم

برآید ز غماز عالم بہم	خلل راہ یابد بخیل و حشم
ز غماز گردد جہان سرنگون	کہ ناپاک جانست و تیرہ درون
چون غماز را دیدی اندر زمان	بہ تیغ سیاست ببرش زبان

حکایت ہے کہ نوشیروان نے ایک دن دربار مقرر کیا ایک ملازم نے کسی

شخص کی چغلی کھائی نوشیروان نے کہا اس بات کی مین تحقیقات کرون گا اگر صحیح ہے تو بوجہ غمازی تجھے گرفتار کرون گا اور اگر جھوٹ ہے تو دروغ گوئی کی سزا دون گا اور اگر توبہ کرے گا تو خطا معاف کردون گا اس نے فی الفور توبہ کی اور بادشاہ نے اس کی خطا معاف کی نظم

ہر کہ غمازی کند نزدیک شاہ عالمی در آتش عدو داندازو	ہم نبرد شاہ گر دد روسیاہ نے خدا نے خلق خوشنو دند ازو

حکایت ہے کہ خلیفہ معتصم کو کسی عامل نے رقعہ لکھا کہ ایک دولتمند رقم خطیر چھوڑ کر مرا ہے صرف ایک نابالغ بیٹا ہے اگر حکم ہو تو حسب ضرورت چھوڑ کر باقی رقم خزانہ مین داخل کی جائے تاکہ توفیر ہو اور جب وارث بالغ ہوگا تو اس کی رقم واپس دیدی جائے گی خلیفہ نے رقعہ کی پشت پر لکھا کہ متوفی کو خدا بخشے اور اس کے مال و میراث مین برکت دے یتیم کی پرورش کرو اور غماز پر خدا کی لعنت ہو۔

مشو غماز کس نزدیک شاہان کہ آہ بیگناہان سخت گیرد	بترس آخر ز آہ بیگناہان بسے کس را ز تخت و بخت گیرد

دوسرا گروہ صاحب غرض لوگون کا ہے وہ ہر کلام مین غرض رکھتے ہین ملک ہوشنگ نے وصیت کی کہ اصحاب غرض کی موافقت سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ نیک کرداری کو قبیح صورت مین پیش کرتے ہین نظم

مدہ راہ صاحب غرض پیش خویش کہ او جملہ تزویر و مکر و فن ست	ز صاحب غرض ہشو دسینہ ریش برون دوست و اندرون دشمن ست

اور جب معلوم ہو جائے تو بغیر تحقیق و تفتیش اُن کے معروضون پر کچھ حکم نہ دینا چاہیے۔ مثنوی

جو ارباب غرض لب بر کشایند بکلی تا سخن روشن نہ گردد	نکوئے را برشتی می نمایند کسے باید کہ پیرامن نہ گردد

اسکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ شاہی ملازمت کے لیے موزون اور غیر موزون کون فرقہ ہے جواب دیا کہ خدمت کے لائق امین ہے نہ کہ خائن کیونکہ امانت عزت اور خیانت ذلت کا سبب ہے اور قانع ہو نہ کہ طامع کیونکہ قناعت گنج بیکران ہے اور طمع رنج بے پایان ہے

مرد قانع بزرگوار بود	طامع البتہ خوار و زار بود

دوسرے یہ کہ نیک گو ہو نہ عیب جو کیونکہ نیک گوئی سے آدمی محبوب و مقبول رہتا ہے اور عیب جوئی سے مخذول و مردود۔ کارکن ہو نہ کہ لاف زن اول محروم دوم متہم ہوتا ہے۔ نیز موافق ہو نہ کہ منافق کیونکہ اول کا نتیجہ مہر و وفا اور دوم کا جور و جفا ہے۔ سنت کی راہ پر چلتا ہو نہ کہ بدعت پر کیونکہ تائید سنت روضۂ جنان مین اور تائید بدعت قعر مذلت مین پہونچاتا ہے۔ سات گروہون کو اپنے پاس نہ آنے دینا چاہیئے۔ اول حاسدون کو کیونکہ زہر حسد کا کسی تریاق سے علاج نہین ہو سکتا اور رنج حاسد لاعلاج ہے

حسد رنجیست سوزندہ کزد آتش بجان افتد چہ جائے جان کہ از حساد آتش درجہان افتد

حسد کا مرض جبلی ہوتا ہے۔ جو زوال نعمت کا سبب ہے۔ خدا کہتا ہے ومن شر حاسد اذا حسد۔ حدیث مین آیا ہے کہ حسد نیکیون کو کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے حقیقت مین ذلیل ترین صفت اور خوار ترین خصلت ہے اصل مین دنائت اور خساست سے جو ہوتا ہے جہل کا نتیجہ ہے۔ اظہار حسد نقصان عقل پر واضح دلیل ہے۔ حساد کو ہمیشہ غیرون کی راحت سے مشقت

مین تم دیکھو گے ؎

درین غصه جان می دہد مرد کے	که بهر چه دارد وجود آن یکے

اور ایک ایک گھڑی مین ہزارون پیالے غم وغصہ کے پیتا ہے - خوش وخرم کو دیکھکر دست حسرت ملتا ہے "کفی للحسود حسده" نظم

حسود را حسد او بس است در عالم	که در بلا وغم و رنج دارد دش ہر دم
حسود بر دگران آتشی بر افراز د	چون نیک درنگری خود دران میان سوزد

ایک حاسد کی ہلاکت کا حال یون بیان ہوا ہے کہ اسکندر کے زمانہ مین ایک جانور ظاہر ہوا جس پر اُس کی نظر پڑی وہ ہلاک ہوا سخت پریشانی ہوئی آخر ارسطو اسکے دفعیہ پر مستعد ہوا پس ایک آئینہ بنانے کا حکم دیا اس قدر بڑا کہ اُسکے پیچھے چھپ سکے - ایک گاڑی کے سامنے اُسکو لگا کر پس پشت آپ بھی بیٹھا اور جہان جانور تھا روانہ ہوا - جانور بو پا کر پلٹا تو اپنی صورت آئینہ مین دیکھی جب گاڑی قریب پہونچی تو گر کر مر گیا - اسکندر نے تعجب سے پوچھا کہ اس مین کیا حکمت تھی - ارسطو نے بیان کیا کہ بخارات متعفنہ جو زیر زمین محتبس رہتے ہین اُسی سے یہ جانور پیدا ہوا ہے اس کی آنکھ مین زہر قاتل ہے - جب اسکی نظر آئینہ پر پڑی تو اس کا عکس پھر اسی کی طرف پلٹا اور زہر سرایت کر گیا جس سے گر کر مر گیا - اسکندر نے حکیم کی بڑی تعریف وتوصیف کی - اسی طرح شر حسد حاسدون کی طرف پلٹتا ہے چنانچہ مشہور ہے "النار تاکل نفسها ان لم یجد حطبا" دوسرے لوگ جو لائق خدمت نہین وہ بخیل وممسک ہین - جس طرح سخاوت عیوب کو چھپاتی ہے اسی طرح بخل ہنر کو چھپا لیتا ہے - نظم

مرد ہر چند در ہنر کوشد	بخل آن جملہ را فرو پوشد
از لئیمان تیره دل بگریز	در کریمان پاک جان آویز

جامع الاحکام میں ہے بخیل آدمی ملازم نہ رکھنا چاہیے تاکہ خجالت نہو حکایت ہے عمرو بن لیث کا وکیل بخیل تھا عمرو نے کہا موسم سرما کے میوے خرید کرو ایک دن دربار منعقد کیا جس میں اطراف واکناف کے سفرا موجود تھے ۔عمرو نے کہا کہ دسترخوان پر میوہ کم نظر آتا ہے ۔حالانکہ بہت منگایا گیا تھا وکیل نے کہا میوہ بدبودار ہوگیا ہے حکم ہو تو حاضر کروں ۔عمرو بغایت منفعل ہوا۔ اُس کو معزول کیا اور کہا کہ اس سے جو ندامت ہوئی اس کچھ تلافی نہیں ۔

نزدیک اکابر بسر و ر		عیبی نبود ز بخل بدتر	

سوم پست ہمت لوگ ہیں کیونکہ سلاطین کی ہمت بلند ہوتی ہے ۔ انکے پاس ایسے لوگوں کا کیا کام جو بخیل سے بدتر ہوتے ہیں کیونکہ بخیل وہ ہے جو کرم نہ رکھے مگر اپنے مال سے تو تمتع اٹھائے اور ممسک وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ دوسرے کو دے اور سفلہ وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ کسی کو دے اور نہ چاہے کہ کوئی شخص کسی پر کرم کرے ۔حکایت ہے کہ ایک سخی بادشاہ نے اپنے ایک مصاحب سے کہا کہ دس لاکھ درم ایک شخص کو دینا چاہتا ہوں ۔تیری کیا رائے ہے ۔اُس نے کہا مقدار مال بہت زیادہ ہے ۔اس کا نصف اور ثلث حصہ بھی بہت زیادہ ہے ۔ہاں دسواں حصہ کسی کو آپ دے سکتے ہیں ۔بادشاہ نے فرمایا میں چاہتا تھا اس قدر روپیہ تجھ ہی کو دوں افسوس کہ تو نے مجھ کو روکا اور اپنے کو محروم رکھا ۔اس نے بڑی خوشامد درآمد کی بادشاہ نے فرمایا کہ تو سفلہ ہے لائق عقوبت نہ کہ لائق عطیہ مجھے تو نقصان میں رکھا اور اپنے کو بھی ۔میرا نقصان یہ ہے کہ اگر اسقدر مال تجھے دیتا تو کرم وعطا میں شہرت ہوتی اور تیرا یہ ہے کہ اس سے محروم رہا ۔اسوقت سب تجویز دسواں حصہ لے اور پھر میری مجلس میں کبھی ایسی سفلگی کا اظہار نہ کرنا نظم

سفلہ نخواہد دگرے را بکام	حسن نگذارد مگسے را بجام
سفلہ سیہ رو بود و بدنہاد	خاک سیہ بر سر ہر سفلہ باد

تیسرا گروہ غیبت کرنے والون کا ہے۔ جو ہر شخص کے ذکر مین بولنا چاہتے ہین اگر اُن کا بیان صحیح ہے تو غیبت مین داخل ہے ورنہ بہتان ہے۔ بیان ہے کہ عذاب غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ چاہیئے کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو آیا کوئی شخص دوست رکھتا ہے کہ اپنے برادر مردار کا گوشت کھائے۔ اور یہ نہایت تہدید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کنندگان مثل مردار خوار کے ہوتے ہین اور جو انسانیت کی بو رکھتا ہے وہ مردار سے پرہیز رکھتا ہے ٥

از غیبت مردمان بپرہیز	وز مردم عیب جوے بگریز

حکایت ہے کہ ایک غیر مرسل پیغمبر تھے۔ خواب دیکھا کہ حکم ہوتا ہے۔ صبح کو اُٹھ کر فلان جنگل مین جاؤ۔ پہلے جو چیز نظر آئے اُسے کھا جاؤ۔ دوسرے جو چیز نظر پڑے اُسی سے چھپا دو۔ تیسری چیز جو دیکھو اُسکی حفاظت کرو۔ چوتھے کو ناامید نہ کرنا۔ پانچوین سے گریز کرنا صبح اُٹھکر روانہ ہوئے پہلی چیز جو دکھائی دی وہ ایک بلند پہاڑ تھا۔ آپ حیران ہوئے کہ اسے کس طرح کھاؤن مگر خدا کا حکم تھا روانہ ہوئے۔ جب قریب پہونچے تو دیکھا کہ وہ پہاڑ ایک لقمہ خود بن گیا ہے۔ آپ نے کھایا تو شہد سے زیادہ شیرین اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ خدا کا شکر بجالا کر آگے بڑھے۔ ایک طشت زرین راستہ مین پڑا ہوا دیکھا۔ گڑھا کھود کر اُسے چھپا دیا اور آگے بڑھے، دو قدم چلکر پیچھے دیکھا کہ وہ طشت اوپر آگیا ہے۔ پھر پلٹ کر اس کو گاڑا۔ پھر باہر آگیا غرض کئی مرتبہ ایسا ہوا پیغمبر نے سوچا کہ مجھے چھپانے کا حکم ہوا تھا۔ یہ کام تو مین نے کر ہی دیا۔ یہ سوچ کر آگے بڑھے دیکھا کہ ایک

چڑیا باز کے خوف سے ہراسان ترسان اڑ رہی ہے پرندے نے کہا کہ اے نبی میری حفاظت کر کہ دشمن میرے پیچھے ہے آپ نے اسے اپنے گریبان مین چھپا لیا۔ اتنے مین خشم آلود باز آپہونچا اور کہا اے نبی آج دن بھر اس شکار کے مین پیچھے رہا اور آپ نے چھپا لیا مین بہت بھوکا ہون۔ مجھے نا امید نکر۔ آپ نے سوچا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ نا امید نہ کر۔ تھوڑی دیر سوچ کر اپنی ران سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر سامنے پھینک دیا۔ وہ گوشت لے کر اڑ گیا اور پرند کو نجات ملی۔ اب آپ آگے بڑھے ایک مردار دیکھا جو بدبودار اور متعفن تھا۔ آپ وہان سے بھاگے ۔ جب رات ہوئی تو آپ نے مناجات کی کہ الٰہی جو حکم تو نے مجھے دیا تھا مین بجا لایا۔ اب اسکی حکمت ظاہر کر۔ خطاب ہوا کہ کوہ عظیم جسے کھایا تھا وہ غصہ ہے جو پہلے بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مگر کھا جاؤ تو نہایت شیرین معلوم ہوتا ہے۔ اور طشت زرین جو ہرچند چھپائے سے نہ چھپا وہ نیکی ہے۔ کہ کوئی لاکھ چھپائے مگر چھپ نہین سکتی۔ تیسرے سے یہ مراد ہے جو تیرے پاس پناہ لے اُس کی حفاظت کر اور جو امین بنائے اُسکی امانت مین خیانت نہ کر۔ چوتھے سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص تجھ سے جو چیز مانگے تو حاجت روائی مین کوشش کر۔ پنجم جو مردار دیکھا تھا وہ غیبت ہے۔ اس سے محفوظ رہ کیونکہ غیبت کردار نیک کو باطل کر دیتی ہے۔ نظم۔

مران غیبت ہیچکس از زبان	کہ طاعت ز غیبت فتد در زیان
بہسر غیبتے طاعتے کم شود	ز غیبت گرے کار بر ہم شود

صحبت ملوک کے لیے زیبا ہے کہ گرد غیبت سے پاک و صاف ہو جس طرح غیبت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح اس کا سننا بھی حرام ہے۔ کہنے اور سننے والا دونون عذاب مین برابر ہین ؎

گوش و زبان در رہِ غیبت مدہ	از بد کس گوش و زبان پاک نہ

پانچوین وہ لوگ ہین جو ناحق شناس ہین۔ ولی نعمت کے حقوق نہین پہچانتے اور کفران نعمت کرتے ہین۔ اور ہمیشہ یہ جماعت سرنگون اور مقہور رہتی ہے نہ بخت اُن کا بیدار ہوتا ہے۔ نہ اُن کی دولت پائدار ہوتی ہے۔ قطعہ

کسے کو می کند نعمت فراموش	از وکردن فراموشی صواب ست
ازان کو حق نمے داند بپرہیز	کہ روح از صحبت او در عذاب ست

نقل ہے کہ خلیفہ معتضد نے کہا کہ جو تیغ زبان شکر گذاری مین کند ہو اُسے زبان تیغ سے سزا دینا چاہیے۔ نظم

حق نان و نمک تبہ کردن	بشکند مرد را سر و گردن
با ولی نعمت ار بر دن آید	گرسپہر ست سرنگون آید
حق شناسی بزرگوار کند	ناسپاسی ز پاے در فگند

چھٹا دروغ گو ہے کیونکہ کذب کسی کے نزدیک پسندیدہ نہین ہے۔ اور مرد دروغ گو سلاطین کے پاس بے آبرو رہتا ہے۔ اخلاق حکما مین بیان ہے کہ وزیر فضل کی مجلس مین دو ندیم تھے۔ ایک نصیر دوسرا ثاقب جو نہایت خوش طبع اور با مذاق تھا۔ ایک دن مذاق مین نصیر سے بگڑ گئی اور کشتی کی نوبت آگئی نصیر کا عمامہ گر گیا تو اسے نہایت غصہ آیا اور چہرے کا رنگ سُرخ ہو گیا وزیر نے کہا اس قدر خفگی کی کیا بات ہے۔ ایسی باتین تو بکثرت ہوا کرتی ہین۔ ثاقب نے کہا کیون نہ مجھے غصہ آئے کہ آپ کی ایسی مجلس مین میری بے آبروئی ہوئی فضل نے کہا کہ اس واقعہ کو زیادہ دقیع نہ بنا اور خفا نہ ہو کیونکہ تیری آبرو میرے نزدیک اُسی دن جا چکی ہے جب تو نے مجھسے کہا تھا کہ میرے خچر نے ایک شب مین مرو سے نیشاپور پہونچا دیا۔ نظم

میفروز ہرگز چراغ دروغ	چراغ دروغ ست بس بے فروغ

تو از کذب تعظیم و حرمت مجوے	کز ان آبروے شود آبجوے

سا تو ین وہ لوگ بھی قابل خدمت نہین ہین جو بسیار گو ہوتے ہین - ایسے شخص کی قدر باقی نہین رہتی کیونکہ طول کلامی مین غلط سلط باتین زیادہ آجاتی ہین بزرجمہر نے کہا ہے کہ جو شخص زیادہ بات کرنے پر حریص ہو اُس کی نسبت یقین کر لو کہ دیوانہ ہے - مثل ہے المکثار مہذار یعنی بسیار گو بیہودہ ہے - نقل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریون نے خواہش کی کہ آپ ہمین نصیحت کیجیے جس پر ہم کاربند ہون اور بہشت مین پہونچین - آپ نے فرمایا ہرگز بات نہ کرو، جواب دیا یہ کیسے ممکن ہے - آپ نے فرمایا کہ جب بات کرو تو سوا کلمہ خیر کے اور کچھ نہ کہو کیونکہ زیادہ گوئی دل کو تاریک کرتی ہے - مثنوی

اے بلے از حرفہ زرمی کنی	صرفہ از گفتار کن ار می کنی
چند زیاس درم اُفتے بسنج	پاس سخن دار کہ این ست گنج
گفتن بیفائدہ ترک حیاست	قول موجہ صفت انبیاست
ہر چہ بہنگام نگوید کسے	خامشی از گفت نکو تر بسے
نے ہمہ گفتار ز انسان خوش است	ہر چہ پسندیدہ بود او خوش است

حکایت ہے کہ ایک مرتبہ تین بادشاہ نوشیروان کی مجلس مین موجود تھے - قیصر روم - خاقان چین - ملک ہند نوشیروان نے کہا کہ زمانہ چاہیے جب ایسی صحبت کہین نصیب ہوتی ہے - آؤ ہر ایک ایک بات کہین کہ بادشاہون کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے - جو بطور یادگار باقی رہے سہ

درین سراے کہ ہر خوے کن بخوش سخنے	کہ بہتر از سخن خوب یادگاری نیست

سبھون نے نوشیروان سے کہا کہ آپ ابتدا کیجئے - نوشیروان نے کہا کہ ہرگز ناگفتہ سخن پر مین پریشان نہین ہوا - بلکہ بعض بولے ہوئے سخن پر نہایت

نادم ہوا ہون - قیصر روم نے کہا جو مین نے نہین کہا اُس پر کہنے کی قدرت ہر وقت حاصل ہے - اور جو کہہ چکا وہ اختیار سے باہر ہوگیا - یعنی جب بات مُنھ سے نکل گئی تو وہ واپس نہین ہو سکتی - اور جو بات کہی نہین گئی اُسکا ہر وقت کہا جانا ممکن ہے -

خاقان چین نے کہا جب تک مین بات نہ کرون تو گفتگو میرے تابع رہتی ہے - اور جب کہہ چکا تو وہ مجھپر غالب ہو جاتی ہے یعنی جب تک گفتگو کوئی شخص نہ کرے اسے اختیار حاصل ہے کہے یا نہ کہے اور اگر کہہ چکا تو پھر اس کے حیطۂ اختیار سے باہر ہو گئی -

ملک ہند نے بیان کیا کہ ہر ایک بات جو کہی جائے یا تو جھوٹ ہوگی یا سچ اگر صحیح ہے تو اُس کا کہنے والا اس کا ذمہ دار بن جاتا ہے - تاکہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو اور اگر غلط ہے تو کچھ فائدہ نہین ہے - پس دونون حالتون مین خاموشی اولیٰ ہے - قطعہ

بہ پیری رسیدم در اقصای یونان	بدو گفتم اے آنکہ با عقل و ہوشی
ز مردم چہ بہتر بہر حال گفتہ	خموشی خموشی خموشی خموشی

حکمائے متاخرین نے کہا ہے کہ سخن بد سے خاموشی بہتر ہے اور سخن نیک خاموشی سے بہتر ہے - قطعہ

نظر کردم بچشم عقل و دانش	ندیدم بہ ز خاموشی خصالے
نگویم لب بہ بند و دیدہ بر دوز	ولیکن ہر مقامے را مقالے

چالیسوان باب خدم و حشم کی تربیت کے بیان مین

اور یہ باب دو قسمون پر منقسم ہے - قسم اول مین بادشاہون کی تربیت کا بیان

ہے جو انھین اپنے ملازمین ومتعلقین کے ساتھ کرنی چاہیے۔ دوسرے حصہ مین ملازمین سلاطین کے آداب کا ذکر ہے۔ یہان قسم اول کا بیان کیا جاتا ہے۔

حکما کا قول ہے کہ سلاطین کو ارکان دولت اور اعیان مملکت کے بغیر چارہ نہین۔ بوجہ اس کے کہ ہر ایک شخص کے زیر تسخیر ایک حصہ ملک ہوتا ہے اور رعایا اُس کے قابو مین رہتی ہے، لہذا بادشاہ کے لیے نہایت ضروری بات ہے، کہ سلطنت کے جزئی کلی امور کو نگاہ مین رکھے اور اپنے حکام کی کارروائیون کا نگران ہو، اس کے لیے صرف دو آنکھ اور دو کان کافی نہین ہین بلکہ بہت سی آنکھین اور کان درکار ہین۔ پس چاہیے کہ ایک جماعت ہوشمند۔ نیک سرشت بے طمع۔ بلند ہمت ملازم رہے جس کے گوش وچشم کا وہ مالک ہو جس کے ذریعہ سے حکمرانی کرے۔ اور اس مخبر جماعت کی رعایت کرنی چاہیے تاکہ وہ مستعدی سے کام کرے کیونکہ اس سے بدتر کوئی بات نہین کہ مملکت کے حالات بادشاہ تک نہ پہونچین سراج الملوک مین بیان ہے کہ نوشیروان نے ایک حکیم سے پوچھا کہ زوال مملکت کے کیا اسباب ہین۔ اُس نے کہا تین۔ اول یہ کہ بادشاہ سے خبرین پوشیدہ رکھی جائین، دوم فرومایہ لوگون کی پرورش، سوم حکام کا ظلم،، نوشیروان نے دلائل مانگے تو بیان کیا کہ جب ملک ورعایا کے حالات بادشاہ تک نہ پہونچ سکین گے اور بادشاہ دشمن سے غافل ہو تو ہر شخص جو چاہے کرے گا۔ اور فتنہ وفساد گوشہ ملک سے اُٹھے گا۔ مملکت ضعیف ہوگی دوسرے جب فرومایہ اور دنی الطبع لوگون کی پرورش ہوگی تو وہ اپنی دناءت سے مال جمع کرنے پر راغب ہون گے اور ہر ایک شخص سے طمع کرین گے۔ اکابر واشراف کی قدر نہ پہچانین گے اور مردم بزرگ کی حرمت کا لحاظ نہ رکھینگے لوگ انکے حرکات سے رنجیدہ ہون گے تو رعایا بادشاہ سے خلاصی پانے کی

فکر کرے گی اور اسی موقع کی نسبت کہا گیا ہے "زوال الدولۃ بارتفاع السفلۃ" یعنی جب کمتر درجہ کے لوگ ترقی کریں گے تو ملک زوال پذیر ہوگا۔

گر سفلہ بجاہ دست یابد دونان نہ سزائے جاہ باشند	بازار ملک شکست یابد بل در خور بند و چاہ باشند

دوسرے جب حکام رعایا پر ظلم کریں گے تو اُن کی نیت بادشاہ کی طرف سے بد ہوگی اور زراعت و امارت سے ملول و متفکر ہوگی جس سے سلطان کی آمدنی کم ہوگی لشکر کے لیے رسد نہ پہنچے گی۔ فوج بھی سرتابی کرے گی مقابلہ غنیم پر بے وفائی کریں گے اور ملک ہاتھ سے نکل جائے گا۔ نظم

ظلم عامل جہان خراب کند اندر آرد بکار ملک شکست	دل مظلوم را کباب کند دامن عافیت رود از دست

نوشیروان نے بڑی تعریف کی اور اس کے کلمات کو آب زر سے لکھنے کا حکم دیا" دوسرے کہتے ہیں کہ قصر سلطنت کے چار ستون ہیں، اگر اُن میں سے ایک نہ ہو تو خلل پڑے گا اوّل امیر ہے جو اطراف مملکت کی خدمت کرتا ہے اور دشمنوں کے شر و فساد کو مٹاتا ہے دوئم وزیر جو سلطان اور ملازمین کا انتظام کرتا ہے اور موقع سے مال حاصل کر کے موقع پر خرچ کرتا ہے۔ سوم وہ حاکم جو بادشاہ کی طرف سے احوال خلق کی تحقیق کرے۔ بدوں کو دبائے نیکوں کو بڑھائے چہارم معتبر مخبر جو مفصل حالات سے بادشاہ کو اطلاع دے۔ وہ جماعت جسکے بغیر کوئی چارہ نہیں اہل سیف ہیں۔ اُن کی نسبت اجمالی بیان یہ ہے کہ ہر ایک کو عنایت و مہربانی سے دیکھے اور جس چیز کی ضرورت ہو مہیا کرے، جو کار مفوضہ خاطر خواہ انجام دے اس پر نوازش کرے، ورنہ پہلے نصیحت کرے پھر گوشمالی دے مگر ہرگز اظہار عیوب ملازمین روا نہ رکھے اُن کی خوشی اور رنج پر خوش

رنجیدہ ہو حسد و کینہ ملازمین میں نہ پیدا ہونے دے اور جدال و نزاع کا فوراً دفعیہ کرے تاکہ خصومت کا مادہ نہ قائم ہو حکما کا قول ہے کہ امرا کے نزاع سے ملک ابتر ہوتا ہے۔ نظم

چو یک دل نباشند اعیان شاہ	شود کار شاہ و رعیت تباہ
ز ارکان دولت نہ زیبد نزاع	کہ ستیزہ آرد علی الانقطاع
ستیزہ بجائے رساند سخن	کہ ویران کند خاندان کہن

ملک بہمن نے ایک حکیم سے پوچھا کہ ملازمین کی تربیت کس بنیاد پر رکھنی چاہیے جواب دیا دو چیزوں پر۔ ایک لطف۔ دوسرا قہر ہمیشہ قہر و لطف کی نظر کا اثر خدام سلاطین پر ظاہر کرنا چاہیے۔ سختی سے کام لے تاکہ وہ دلیر نہ ہو جائیں اور نرمی سے پیش آئیں تاکہ مایوس نہ ہوں۔ نگارستان میں لکھا ہے کہ تربیت میں حکمت کی بات یہ ہے کہ نرمی سے کام نکلے تو سختی نہ کرے، اور اگر تشدد کی ضرورت ہو تو نرمی نہ برتے کہ زخم پر نشتر کی ضرورت مرہم سے پہلے ہوتی ہے۔ قطعہ

ہمیشہ رہ لطف نتوان گرفت	در ابرو فگن چین بہنگام خویش
نہ بینی کہ مرہم نباید بکار	چو گردد جراحت سزاوار نیش

حکما نے کہا ہے کہ جس شخص کو بادشاہ تربیت دینی چاہے۔ جب تک کہ اسکا بخوبی امتحان نہ کرے اور اس کے عادات و اطوار کی آزمایش نہ ہو ہرگز تربیت نہ کرے کیونکہ بسا اوقات نامستحقین کو نظر سے گرانا پڑتا ہے اور جلدی کسی کو گھٹانا اور بڑھانا دبدبۂ سلطنت کے لیے مضر ہے۔

ہر کرا میل تربیت داری	امتحان کردہ بایدش یکچند
اگرش ہست قابلیت آن	علم دولتش بر آر بلند
ورنہ قابل بود بلند مساز	تا بزودے نبایدش افگند

جس طرح اُٹھائے ہوئے کو جلد پھینکنا مناسب نہیں اسی طرح کسی سے

جلد خوش اور ناخوش ہونا خفت اور سبکی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس کے لیے زمانہ چاہیے تاکہ بادشاہ کا عزم وثبات ظاہر ہو۔ حکایت ہے کہ ایک دن کوئی خلیفہ اپنے مصاحب سے باتیں کر رہا تھا۔ اثنائے سخن میں مصاحب نے ایسی بات کی جو مناسب نہ تھی خلیفہ نے اُسے مجلس سے باہر نکلوا دیا وہ بیچارہ زندگی سے مایوس گھر میں بیٹھ رہا اور ناکام شربت تلخ صبر وتحمل پیتا رہا اور خود کہتا تھا۔

دلا از حال بد خود جزع مکن زنہار	صبور باش کہ نیکو شود بآخر کار

جب مدت مہاجرت کو عرصہ ہوا تو اُس نے اپنے حالات کا معروضہ لکھ کر کسی کے ہاتھ خلیفہ تک پہونچایا۔ اُس نے موقع پاکر پیش کیا تو خلیفہ نے ہنسکر کہا کہ اس نے ایسی خطا نہ کی تھی جو محرومی کا باعث ہو۔ مصاحب نے کہا تو پھر دربار میں آنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ خلیفہ نے کہا۔ لکل اجل کتاب، ہر ایک کام ایک وقت پر ہوتا ہے جب تک وقت نہیں آتا جد وجہد بے فائدہ ہوتی ہے۔

تا در نہ رسد وعدہ ہر کار کہ ہست	سودی نہ کند یاری ہر یار کہ ہست

ایک سال کے بعد اس کو طلب کیا اور خلعت دے کر کہا کہ جب سلطان کسی کو بزرگ کرتا ہے تو ہر طرح سے پہلے دیکھ لیتا ہے کیونکہ جب مال ومنال اور اختیار واقتدار اُس کو دے چکتا ہے تو پہلی حالت پھر پلٹا نہیں سکتا اور اگر گرانا چاہے تو بتدریج ورنہ انتظام میں خلل ہوگا۔

بر اتش میاور بہ یکبارگی	کہ جان رابہ کوشد بہ بیچارگی

نوشیروان نے بزرجمہر سے پوچھا لائق تربیت کون شخص ہے جواب دیا جو ادب بانسب رکھتا ہو اور جو کہ ادنی نسب رکھتا ہے بحکم کل شئی یرجع الی اصلہ، اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حکایت ہے کہ ایک مرد کمی نام بزرگ خاندان

سے تھا اور نسب عالی رکھتا تھا اُس نے ایک کنیز رومی نوشابہ کو خرید کیا جو بدخو اور بہانہ جو تھی جھگڑالو بھی تھی۔ ذکی ملک یمین سے اپنے تصرف مین لایا اور اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ایک دن ذکی کے پاس ایک حکیم بیٹھا تھا۔ اُسکا بیٹا آیا۔ ذکی نے اُسے کسی کام کے لیے کہا وہ اُٹھکر چلا گیا اور چند قدم جاکر واپس آیا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ لوگ اُس کی حرکت پر متعجب ہوئے حکیم نے ہنسکر کہا کہ ذکی نے فرمانبرداری چاہی مگر نوشابہ خلاف ہوئی اور دونون جوہر ولد کا اثر ظاہر ہوا جس طرح رنگت مین فرزند باپ سے مشابہ ہوتا ہے ویسے ہی رذالت و نجابت مین بھی۔ فردوسی

درختیکہ تلخ است وی را سرشت	گرش در نشانے بباغ بہشت
ور از جوی خلدش بہنگام آب	بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سر انجام گوہر بکار آورد	ہمان میوہ تلخ بار آورد

اور کہتے ہین کہ نفس خبیث کی پرورش کرنا اپنی آبروریزی کرنا ہے۔ کیونکہ جو نطفہ خبیث سے وجود مین آیا ہے اُسے نیک خو کی جگہ پر مقرر کرنا حرام ہے ۔ س

بد اصل را چگونہ کسے تربیت کند	در جیب خود چگونہ کسے مار پرورد

اور دوسرا نکتہ ملازمین کی تربیت مین یہ ہے کہ ایک شخص کو دو کام نہ دے بلکہ ہر ایک شخص کو ایک ایک منصب پر مقرر کرے نیز ایک کام پر دو ملازمین کا تقرر نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب شرکت ہوگی تو حسب مراد کام نہوگا۔ قطعہ

نہ یک کس تواند کہ سازد دو کار	کہ آخر اپسند ارباب ہوش
دو کس نیز در یک عمل ضائع اند	کہ دیگر بہ شرکت نیاید بجوش

اب اجمال بیان کے بعد تین نکتے مفصل بیان کیے جاتے ہین۔ سب سے مقدم تربیت اولاد ہے۔ ذخیرۃ الملوک مین لکھا ہے۔ کہ والدین کے لیے فرزند

حق کی امانت ہے۔ عرصۂ محشر مین اس امانت کے حقوق کا مطالبہ کیا جائے گا
چونکہ یہ امانت ایک آئینہ ہے۔ کہ تمام کمالات کے قابل ہے۔ اور اس کے جوہر
حقیقت کو جس طرف مائل کرو مڑے گا۔ پس اُس کی تربیت مین بڑی کوشش
کرنی چاہیے تاکہ پسندیدہ صفات سے متصف ہو اور بُرے عادات سے پرہیز
کرے اور دایہ خوشخو اور نیک ہو۔ اخبار مین بیان ہے کہ دودھ طبیعت مین اثر پیدا
کرتا ہے۔ جب مدت رضاعت ختم ہو تو پاک طینت آدمی کا تقرر کرنا چاہیے تاکہ
اُس کی طبیعت اس کے اوصاف سے متصف ہو جائے اور چونکہ بچون کی طبیعت
لہو و لعب اور اکل و شرب کی طرف مائل ہوتی ہے۔ تو اس مین قانون اعتدال کی
رعایت ہو اور دیندار متقی معلم مقرر ہون، قرآن اور احکام شرعی تعلیم دے اور جو
علم دین و دنیا کے مفید ہو اُسے بھی بتائے اور بہترین تربیت یہ ہے کہ اُسے
کج طبیعت اور شریر صحبتون سے بچایا جائے۔ خوش فکر و ذہین نیک مصاحب
رکھنا چاہیے۔ ہمیشہ اُس کے سامنے علما اور فضلا کی تعریف کرنی چاہیے۔ تاکہ
اُنکی محبت دل مین راسخ ہو۔ اور بدکردارون اور بدمعاشون کی مذمت کرنی چاہیے
تاکہ اُنکی نفرت دل مین جاگزین ہو۔ جب سن تمیز کو پہونچین تو مرد بزرگ عالی ہمت
صاحب تجربہ کو مقرر کرنا چاہیے۔ کہ آداب نشست و برخاست سکھائے۔ اور اسمین
کوشش کرے کہ ادب و حیا اور علوی ہمت مین اخلاق ملوک سے متصف
ہوجائے اور جب وقت آئے تو دلیر سپاہیون کو آئین سواری و سلحداری اور
ضروری فنون حرب کے لیے مقرر کرنا چاہیے۔ اور جب وہ اس سے فارغ ہو تو
مشائخ و علما کی صحبت مین رکھنا چاہیے تاکہ بزرگان دین کی صحبت سے مستفیض
ہو جس کا اثر کلی ہمت پر پڑتا ہے **نظم**

ہر کہ زدولت اثرے یافت ست	از دل صاحب نظری یافت ست

ہمت مردان چو در آید بکار	برگ گل تازہ برآید ز خار
ہر نظرے کز رہ صدق و صفاست	چون بحقیقت نگری کیمیاست

دوسرے امراے دولت جو رکن سلطنت ہین اُن کی تربیت ایسی کرنی چاہیے کہ اُن کی عظمت مین کوئی فرق نہ پڑے اور ملکی و مالی مہمات مین ان کو مداخلت کی اجازت دے تاکہ کوئی مہم بغیر ان کی راے و تدبیر کے نہ ہو اور ملک کے مصالح مین جو عرض و معروض وہ کرین اُسے بغور سننا چاہیے - اور اُن کی امور مفوضہ مین بڑی التفات چاہیے، خصوصاً امور ایلچی گری مین جو کہ سلاطین کی زبان ہوتے ہین اور ایلچی کے اطوار سے بادشاہ کی حالت کا اندازہ کیا جاتا ہے پس ایلچی دانشمند - سخن گو - نیک رو - صاحب جود بزرگ ہمت بھیجنا چاہیے - تاکہ وہ فرستندہ کی آبرو نہ ڈبوئے - اور جو رسول بھیجے انھین صفات کا بھیجنا چاہیے - چنانچہ حکیم نے کہا ہے ؎

رسول توانا توانا فرست	بدانا ہم از جنس دانا فرست

حکایت ہے کہ جب مہلب نے خوارج کو شکست دی اور بہ کثرت مال غنیمت اُس کے ہاتھ لگا - تو اُس نے ایک قاصد مالک نام حجاج کے پاس روانہ کیا حجاج نے پوچھا کہ مہلب کو کس حالت مین تو نے چھوڑا ہے، جواب دیا ایسی حالت مین کہ اُسکے دوست مسرور اور دشمن مقہور ہین - حجاج نے پوچھا کہ فوج کے ساتھ اس کا کیسا سلوک ہے - جواب دیا شفقت پدرانہ سے پیش آتا ہے - پھر دریافت کیا کہ اُس کے بیٹون کا کیا حال ہے - جواب دیا سب خوش ہین - پوچھا لڑائی کے لیے کیسے ہین - جواب دیا - جان کا انھین کچھ اندیشہ نہین - پوچھا بزم مین کیا حالت ہے جواب دیا مال کی کچھ قدر نہین - پوچھا عقل و فضل کی حالت کیسی ہے - جواب دیا ایسا دائرہ ہے جس کی ابتدا

وانتہا۔ اوّل و آخر کا پتہ نہین۔ حجاج نے کہا اس شخص نے سخن کو حد کمال پر پہونچا دیا ہے۔ اور مہلب کی وقعت میرے دل مین قائم ہوگئی رسول کے آداب وعقل سے فرستندہ کے عقل و اسلوب کامین نے اندازہ کیا قطعہ

رسول از فرستے حکیمی فرست	کہ کار ترا باشد ازوے بہی
شنیدی کہ آن مرد دانا چہ گفت	فارسل حکیماً ولا توصہ

لشکریون کی تربیت بھی جملہ ضروریات سے ہے اور اُن سے چار قسم کا فائدہ ہے۔ اوّل قوت وہیبت شاہ دوّم دفع غنیم سوم امن رعایا چہارم دفع رہزن ان کو چار شرطین بجالانی چاہیے۔ اول یہ کہ فرمان سلطانی سے بیرون نہ ہون اور بغیر اُس کے حکم کے کوئی کام نہ کرین۔ دوم یہ کہ بادشاہ سے یک دل وہم زبان ہون سوم یہ کہ باہمدیگر متفق ہون۔ چہارم یہ کہ میدان کارزار مین مردانگی اور فرزانگی کا لحاظ رکھین۔ سلطان کو بھی انکے ساتھ چار طرح کا سلوک کرنا چاہیے اوّل یہ کہ ہتھیار اور سواری مہیا کرے۔ دوّم ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ رکھے۔ سوم جوانمردکی اچھی تربیت کرے اور لشکر مین سرفراز کرے۔ چہارم غنیم سے جو غنیمت ہاتھ آئے اُسے اُنہین بھی تقسیم کرے۔

قباد نے اپنے کسی آتش پرست عالم سے پوچھا کہ لشکر سے کیسا سلوک کرون۔ اُس نے جواب دیا کہ جس قدر وقت ملے اُن کے تفحص حالات مین صرف کر جس طرح کہ باغ کا مالی درختون اور پودون کی حفاظت کرتا ہے۔ بیکار لوگون کی تربیت نہ کرنی چاہیے اور جو کام کے ہون اُن کو خوب سامان رسد مہیا کرنا چاہیے ورنہ ممکن ہے کہ تنگی معاش سے گھبرا کر کام مین سستی کرین اور دوسری جگہ رجوع کرین۔ حکیم نظامی کہتا ہے نظم

سپہ را بانداز دہ پایہ نگاہ	مدہ بیشتر مال از خرچ آہ

شکم بندہ را چون شکم گشت سیر	کند بزدلی گرچہ باشد دلیر
نہ سیری چنان دہ کہ گردند مست	نہ بگذارشان در خورش تنگدست
سپاہی کہ خوشدل نباشد ز شاہ	ندارد حدود ولایت نگاہ

دوسرے وزرا جو ملک و خزانہ کی زیبائش ہین۔ اگر بادشاہ کا کام بغیر وزیر کے نکل سکتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے نہ چاہتے کہ اہل بیت سے میرے لیے ایک وزیر مقرر کر اور وہ میرا بھائی ہارون ہے اور اس سے مجھے قوی بنا۔ پس معلوم ہوا کہ وزرا استحکام بنائے سلطنت و انتظام امور مملکت کا سبب ہین بجا لیکہ وہ پسندیدہ عادات و خصائل سے متصف ہون ؎

از وزیرے کہ او نکو سیرت	ملک را زیب و زینت دگر ست

اور انکی تربیت یہ ہے کہ شرف التفات و عنایت سے خاص و عام مین معزز کرین انکا قول قابل نفاذ اور حکم قابل اعتبار ہو اور کسی کو مہمات مالی مین بغیر انکے استصواب کے دخل نہ دینے دین اور انکی تدبیرون کو کارہائے مناسب مین اصل جاننا چاہیے کیونکہ ممکن ہے قلم سے ایسا کام ہو جو تلوار سے نہ ہوسکے ؎

قلم رخت جائے تواند کشید	کہ شمشیر نتواند آنجا رسید

ایک دن ایک وزیر اور ایک امیر کے درمیان تقدیم و تاخیر مین جھگڑا ہوا امیر نے کہا مین خداوند تیغ آبدار ہون اور تو صاحب قلم ہے۔ اور ملک تلوار سے حاصل ہوتا ہے نہ قلم سے۔ وزیر نے کہا کہ ملک کا کام قلم سے درست ہوتا ہے۔ نہ کہ شمشیر سے، یہ ماجرا بادشاہ نے سنکر دونون کو اپنی خدمت مین طلب کیا اور وزیر سے کہا کہ ہمیشہ اہل قلم اہل سیف کے خدمتگار رہے ہین تو اہل قلم کو کیون ترجیح دیتا ہے۔ وزیر نے جواب دیا کہ تلوار دشمنون کیلیے کارآمد ہے نہ کہ دوستون کے لیے اور قلم دونون کے کام آتا ہے۔ دوسرے

اہل سیف ملک داری کی ہوس رکھ سکتے ہین اور بادشاہ سے بغاوت کر سکتے ہین مگر اہل قلم سے ایسی جرأت ہرگز سرزد نہین ہوتی ۔ دوسرے یہ کہ اہل سیف خزانہ کو خالی کرتے ہین اور اہل قلم بھرتے ہین اور آمدنی خرچ سے زیادہ عزیز ہوتی ہے قطعہ

	در جویبار ملک نہالیست بہرہ ور آن شاخ راکہ میوۂ او ہست معتبر		درخامۂ وزیر بحرمت نگر کہ آن حقے بموقع است اگر تربیت کند

اور مقربان سلطنت سفیرون اور حکامون کی تربیت یہ ہے کہ ہر ایک کو ایک خاص کام کے لیے نامزد کرین اور دوسرون کے کام مین مداخلت نہ کرنے دین اور ہر شخص کی قدر خدمت جانین ۔ لائق لوگون کے حال پر مہربانی ظاہر کرے اور انکو اسقدر دلیر نہ کرے کہ جو چاہین کہین ، سطوت وہیبت کا پردہ درمیان سے نہ اٹھائے اور ہر ایک کو مقام ادب وحیا سے متجاوز نہ ہونے دے اور اگر کوئی انسے بموقع گفتگو کرے تو اسے نہ سنین ۔ اور جو امین وتجربہ کار نہ ہو اُسکو اپنا معتمد نہ بنانا چاہیے ۔ اور چونکہ ملازمین ایک دوسرے سے رشک وغبطہ کرتے ہین ۔ لہذا کسی کا کلام دوسرے کے بارے مین نہ سننا چاہیے اور سب کو باہم اتحاد ویکجہتی پر مائل کرنا چاہیے اور منازعت ومخالطت سے ڈرانا چاہیے کیونکہ امور سلطنت مین انکو بڑی مداخلت ہوتی ہے جیسا کہ کسی قدر اوپر بیان کیا جا چکا ہے قطعہ

	مہم مملکت ومال برقرار بود اساس جملہ مہمات بے مدار بود		ملازمان سلاطین چو یکجہت باشند وگر نفاق نمایند ومکر وحیلہ کنند

اور غلام وبندگان زرخرید اپنے مالک کے لیے بمنزلہ دست وپا اور تمام اعضائے جسم کے ہین کیونکہ کوئی شخص ہاتھ سے جو کام کرنے کا ہو وہ دوسرے شخص سے کرائے تو وہی آدمی بمنزلہ ہاتھ کے ہے ۔ اسی طرح پاؤن اور نگاہ کا کام کرنیوالا بمنزلہ ان اعضا کے ہے پس ان ملازمون کے وجود پر شکر گذاری کرنی چاہیے اور

انواع انواع لطف وکرم سے انکی دلدہی کرنی چاہیے تاکہ وہ کاروبار مین سستی وکاہلی کو دخل نہ دین۔ لہذا انکے ساتھ رعایت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اسلیے کہ وہ خوشدلی سے کام کرین۔ بیان ہے کہ ملازم کی ہر خطا پر تنبیہ نامناسب ہے۔ ورنہ وہ جان نثاری سے کام نہ کرینگے۔ ملازمین وخدام مین حیا و دانائی کی صفت ہونی چاہیے اور یہی صفت تمام کامون کے لیے درکار ہے اور اگر خادم سے مکر و فریب کے آثار ظاہر ہون تو فوراً اُسے علیحدہ کرنا چاہیے۔ جب کوئی غلام خیانت فاحش مین مبتلا ہو تو اُسکی تادیب یہی ہے کہ اُسے نکال دیا جائے تاکہ دوسرے خدام اُسکی صحبت سے تباہ نہ ہون اور اسکا فساد دوسرون مین متعدی نہو۔ قطعہ

صحبت مفسدان و بدفعلان	مردم نیک را تباہ کند
ہر کہ با دیگ ہمنشین گردد	جامۂ خویش را سیاہ کند

اور اگر کوئی ملازم اپنے مالک کی شکایت جو بادشاہ کا ملازم ہو بادشاہ کی خدمت مین کرے تو فی الفور اسکا منع کرنا لازم ہے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی کی نسبت بیان ہے کہ ایک دن وہ نماز جمعہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے مین ایک خوشرو اور حسین غلام کھڑا ہوا تھا۔ جب سلطان وہان پہونچا تو غلام نے زمین چومی۔ سلطان نے ازروے مہربانی اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا مقصد ہے۔ اُسنے عرض کیا کہ اے بادشاہ مجھے ترکستان سے ایک شخص اس وعدہ پر لایا تھا کہ بادشاہ کی خدمت مین تجھے پہونچا دونگا اور تو انعام واکرام سے مالا مال ہوگا اسی بشارت اور خوشی مین تمام مصائب برداشت کرکے مین یہان پہونچا ہے

گرم ہزار غم از روزگار پیش آید	چو روے شاہ ببینم دلم بیاساید

اب کہ مین شہر مین پہونچا تو خواجہ حسن نے مجھے دیکھا اور ہزار دینار پر خرید لیا اور مدت ہوئی کہ مجھے گھر مین چھپائے ہوئے ہے۔ اسوقت مجھے موقع ملا کر سرراہ

پہونچ کر اپنی آرزو بیان کرون اب جو خداوند حکم فرمائین ۔
سلطان نے اس غلام کی تادیب کی اور ایک شخص کو سپرد کر کے کہا کہ اسے حسن کے پاس لیجاؤ اور اس سے کہو کہ ہزار دینار ایک غلام کے لیے جب تو نے دیا ہے تو سو دینار پر ایک دربان کیون نہین مقرر کرتا تاکہ وہ غلام کو بغیر اجازت باہر نہ نکلنے دے ۔ سلطان سے ایک مصاحب نے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کیون کیا سلطان نے جواب دیا کہ اگر خواجہ حسن کے ہزار دینار ضائع نہ ہوتے تو مین اسکو قتل کر دیتا کیونکہ اگر غلامون کو جرات دلائی جائے تو ہر غلام اپنے مالک سے ناراض ہوکر یون ہی شاکی ہوگا اور اسطرح بندگی اور مالکیت کے مہم مین ابتری ہوگی ۔ مثنوی

چو از خواجہ خود برنجد غلام	بدا او دہد شرح با خاص و عام
بہ بہتان و غیبت کشاید زبان	کہ تا خواجہ را افگند در زبان
غلامی کز منیسان بود خوے او	مبینا د چشم کسے روے او

بیان قسم دوم

اس باب مین ارکان دولت و اعیان بارگاہ نیز نائبان و عہدہ داران حکومت کے آداب کا بیان ہے ۔ جو دولت سلاطین سے وابستہ ہونے کی فکر کرتے ہین جاننا چاہیے کہ جو شخص کار شاہی مین ہاتھ ڈالے اُسے چاہیے کہ اپنی سیرت کو ایسے قانون کے مطابق رکھے جو نیکنامی سلطان اور رونق مملکت کا سبب ہو اور یہ بغیر چار باتون کی رعایت کیے ہوے حاصل نہین ہو سکتی ۔ اول امر حق کی رعایت ۔ دوم رعایت بجانب بادشاہ ۔ سوم رعایت جانب خود ۔ چہارم رعایت بجانب رعایا
رعایت حق کے لیے پانچ شرطین ہین اول یہ کہ نعمت و فضل الٰہی کا شکر بجالائے

جو اسکے شامل حال ہے تاکہ اسکی نعمت زیادہ ہو ہ

	شکر نعمت نعمت افزون می دہد		مفلسان را گنج قارون می دہد

دوم یہ کہ مراسم طاعت کو فروگذاشت نہ کرے بلکہ اُسے خدمت شاہ پر بھی مقدم رکھے تاکہ ہر ایک کے نزدیک ہر دلعزیز ہو اور تمام دلون مین مقبول ومحبوب ہو۔ حکایت ہے کہ ابومنصور وزیر شاہ طغرل نہایت عاقل مرد تھا۔ اسکی عادت تھی کہ نماز صبح سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب تک وظائف مین رہتا بعد ازان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوتا۔ ایک دن کوئی ضرورت پیش آئی اور بادشاہ نے اُسے علی الصباح طلب کیا۔ لوگ اُسکے بلانے کے لیے پے در پے آئے مگر جاے نماز سے اُسنے سر نہ اُٹھایا۔ حاسدون کو موقع مل گیا۔ اُنھون نے سلطان سے جاکر بیان کیا کہ کسقدر وزیر مغرور ہے کہ قول سلطان پر اعتبار نہین کرتا۔ اسی طرح کے اور کلمات کہے جس سے بادشاہ غصہ مین آیا جب خواجہ وظائف سے فارغ ہوا تو سلطان کی خدمت مین آیا۔ سلطان نے باواز غضب پوچھا کہ کیون آنے مین دیر کی۔ اُسنے جواب دیا کہ اے بادشاہ مین خدا کا بندہ اور تیرا نوکر ہون جب تک بندگی سے فارغ نہ ہون نوکری پر نہین آسکتا سلطان رو پڑا اور اسکی بڑی تعریف کی نظم

	مدہ رشتۂ خدمت حق زدست		خداوند را بندگی کن کہ ہست
	سر پادشاہان گردن فراز		بدرگاہ او بر زمین نیاز

سوم یہ کہ خدا کی رضامندی کو بادشاہ کی رضامندی پر مقدم رکھے کیونکہ جب حق سبحانہٗ تعالیٰ بندہ سے خوش ہو گا تو دوسرون کی خفگی کچھ نقصان رسان نہو گی اور اگر عیاذاً باللہ خدا اُس سے ناخوش ہوا تو تمام خلق کی خوشنودی سے اُسے کچھ نفع نہین حاصل ہو سکتا ہ

چون خداوند از تو خوشنود است	خشم دیگر کسان ضرر نہ کند

مشہور ہے کہ ایک بزرگ کسی خلیفہ کی مجلس مین تھے نماز کا وقت تنگ ہوا اور خلیفہ کسی کام مین مشغول تھا نماز کا خیال اُسکے دل سے بھول گیا وہ بزرگ نماز پڑھنے کے لیے اُٹھے تو ایک شخص نے کہا کہ ذرا صبر کرو کہ خلیفہ بھی نماز کے لیے اُٹھین اُنھون نے جواب دیا کہ خدا کے حکم کو دوسرون کے حکم پر موقوف نہ رکھنا چاہیے۔ اُسنے پھر کہا کہ بیٹھ جاؤ ورنہ خلیفہ تم سے ناراض ہوگا جواب دیا جب خدا کی رضامندی حاصل ہو تو غضب مخلوق کی کیا پروا ہے خلیفہ یہ سُنکر اس بزرگ سے بہت خوش ہوا۔ اور نکتہ چین کی تادیب کی۔ شرط چہارم یہ ہے کہ بادشاہ سے زیادہ خدا سے ڈرے۔ اخبار مین آیا ہے کہ جو شخص خدا سے زیادہ ڈرتا ہے۔ سب اُس سے ڈرتے ہین۔ پنجم یہ کہ خدا کا امیدوار بادشاہ سے زیادہ رہے کیونکہ جو کچھ دیتا ہے وہی دیتا ہے۔ ایسے شخص کے کرم کا امیدوار ہونا چاہیے جسکی رحمت سے مایوس ہو کر کوئی امیدوار نہین لوٹتا ہے

محال ست گر سر برین درنہی	کہ باز آیدت دست حاجت تہی

اور بادشاہ کی رعایت کی پچیس شرطین ہین۔ اوّل خواری وزاری اور اظہار عجز و خدمتگاری کیونکہ بادشاہون کی ہمت عظیم اور حالت بزرگ ہوتی ہے جس مین غیرون سے ممتاز ہوتے ہین اور یہ اس سبب سے ہے کہ وہ مظہر سلطنت الٰہی واقع ہوے ہین اور اسی وجہ سے ظل اللہ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہین۔ پس اس وجہ سے وہ خلق سے اظہار عبودیت و استخدام چاہتے ہین اور اپنے کو اسکا سزاوار سمجھتے ہین اور جو کچھ کرتے ہین اُسمین اپنی یکتائی اور استقلال کی رعایت رکھتے ہین۔ اور جسقدر کہ سلطنت کی بنیاد زیادہ مستحکم ہوگی یہ صفت بھی زیادہ ہوگی برین تقدیر انکا استغنا اس کا مقتضی ہے کہ محتاج و مسکین لوگ اپنے حاجات

اُسکے پاس لے جائین ٥

چہ آورم بتو چون جملہ ہر چہ ہست تو داری	
مگر شفاعت و عجز و نیازمندی و زاری	

دوم محنت و مشقت کو برداشت کرنا اور مکروہات پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ خدمت ملوک زحمت پر مبنی ہوتی ہے۔ کتب حکما مین مرقوم ہے کہ مردم و آسائش کے مابین ملازمت سلطان حائل ہے۔ طلب راحت و لذت خدمت ملوک مین محالات سے ہے۔ سوم یہ کہ جو سوچے اور کہے یا کرے اُسمین بادشاہ کی رعایت ملحوظ رکھے دنیا کی جہت سے بھی اور آخرت کی جہت سے بھی اور طرف آخرت کو مقدم رکھے چہارم ملایمت و تلطف سے ظلم کو نظر انداز کرے اور عدل کو تعریف و توصیف کے ساتھ اُسکے دل مین نقش کرے اور جو مصلحت مناسب سمجھے ظلم سے باز رکھے کیونکہ اگر بادشاہ ظلم سے راضی ہوگا تو وہ بھی ظلم مین شریک ہوگا اور جب عرصۂ حشر مین احشروا الذین ظلموا و ازواجہم" کی ندا ہوگی تو وہ بھی موردِ عتاب مین لائے جائینگے۔ تاریخ مین مذکور ہے کہ یحییٰ واسطی ایک خوشنویس یکتائے فن تھا۔ خلفا کے لڑکے اُس سے خط مشق کرتے تھے۔ ایک دن وزیر کے سامنے اُنھون نے تعریف کی کہ یحییٰ قلم خوب بناتا ہے۔ وزیر نے قلم بنانے کے لیے اُسے طلب کیا۔ چنانچہ یحییٰ نے باحتیاط قلم بنا دیا وزیر نے اُس قلم سے جو احکام لکھے تو اسکا خط بہ نسبت پہلے کے اچھا تھا اُس صلہ مین یحییٰ کو خلعت اور دو ہزار دینار نقد انعام مین دیا۔ یحییٰ خوش خوش انعام لیکر واپس ہوا۔ جب دربار شاہی مین آیا تو فی الفور واپس گیا اور وزیر سے کہا کہ ایک ترکیب قلم بنانے کی مین اسوقت بھول گیا تھا اگر اجازت ہو تو بناؤن۔ وزیر نے وہی قلم دیدیا اور یحییٰ نے قلم کا قط چاقو سے کاٹ ڈالا اور خلعت و زر نقد وزیر کے سامنے رکھ دیا

وزیر نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے جواب دیا جب مین دربار مین داخل ہوا تو یہ آیت یاد آئی ''احشروا الذین ظلموا و ازواجھم'' یعنی ظالمون اور اُنکے مددگارون کو جمع کرو۔ مین خوف کھاتا ہون کہ تو قلم سے کسی پر ظلم و ستم کے لیے لکھے اور مین بھی قلم تراش کر اُس مین شریک ہون اور عتاب الٰہی مین گرفتار ہون ۵

یار ستمگار مشو اے عزیز		تا کہ از ان قوم نباشی تو نیز	

پانچوین یہ کہ بادشاہ کو نیکی کی طرف مائل رکھے اور ایسا کرے کہ اُسکی نیکی سے سب مستفیض ہون کیونکہ بہترین انعام وہ ہے جو عام ہو جیسے شعاع آفتاب کہ ہر جگہ چمکتی ہے۔ اور قطرات ابر کہ ہر جا برستے ہین۔ کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ نیکی کسطرح کرنی چاہیے۔ جواب دیا کہ نیکی عام ہونی چاہیے اور بہترین نیکی وہ ہے جو تازہ بتازہ ہو اور اُسکے ہمراہ منت و احسان نہ ہو۔ حکایت ہے کہ معن بن زائدہ کا کرم عام تھا اور کرم کے وقت بغایت خندہ رو اور بشاش بشاش رہتا تھا کسی سے پوچھا گیا کہ ابر سخی تر ہے یا معن بن زائدہ۔ جواب دیا معن کی بخشش ابر سے زیادہ اور بہتر ہے باین وجوہ کہ جو کچھ ابر دیتا ہے روکر دیتا ہے اور جو معن دیتا ہے ہنسکر دیتا ہے۔ قطعہ

تازہ روے و انبساط و نشاط		در سخاوت عظیم معتبر است	
مرد بخشندہ را بوقت سخا		تازہ روے سخاوت دگر است	

ششم جب تک کہ کسی پر پورا اعتماد نہ رکھتا ہو اور اُسکے صفات کو آزما نہ چکا ہو اُسکی تعریف بادشاہ کے روبرو نہ کرے تا کہ آزمایش کے وقت شرمندہ نہ ہو۔ حکایت ہے کہ ایک شخص مکار اور دروغگو سلطان سنجر کے عہد مین کسی حاکم کے پاس آیا اور اُسکے گیسو دراز تھے اور خانہ کعبہ کا کچھ کپڑا بھی ساتھ رکھتا تھا۔ اُسنے کہا کہ مین اہل بیت رسولؐ سے ہون۔ امسال حج کے لیے گیا تھا اور سلطان

کی طرف سے حج کرکے روضۂ حضرت رسالتؐ پر شاہ وارکان دولت کے لیے قافلہ حجاج کے روبرو مین نے دعاے خیر مانگی اگر آپ سلطان تک مجھے پہونچا دیجیے تو احسانمند ہون گا اور اس بشارت کے ساتھ مجھے بھی نوازش کیجیے۔ حاکم نے اسکی گفتگو کی تحقیق نہ کی اور سلطان کے پاس اُس حاجی کی بڑی تعریف کی۔ چنانچہ سلطان نے مشتاق ہوکر اُسے اپنے روبرو طلب کیا۔ حاجی آیا اور سلطان کا ہاتھ چوما اور فرش کے کنارے بیٹھ گیا۔ سلطان نے دریافت کیا کہ کہان سے آنا ہوا۔ اُسنے جواب دیا اصفہان سے پھر پوچھا کب حج کیا۔ جواب دیا امسال۔ قضارا حاکم اصفہان کا ایلچی سلطان کی خدمت مین حاضر تھا جب اصفہان کا نام سُنا تو اُسے دیکھا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ مین اُسے پہچانتا ہون یہ سید نہین ہے۔ بلکہ گھرون کا گداگر۔ یہ لوگ بہشتی کا کل چھوڑتے ہین مین اسے اس سال ہمیشہ اصفہان مین دیکھتا تھا۔ اور عید اضحی کے دن میرے گھر پر آکر قربانی کا گوشت طلب کیا تھا۔ سلطان بغایت متاثر ہوا اور اُس حاکم کی طرف مُنھ کرکے کہا کہ تم بڑے نیک سید کو ہمارے حضور مین لائے ہو۔ حاکم نہایت شرمندہ و خجل ہوکر دربار سے باہر نکلا اور بقیۃ العمر سلطان کی خدمت مین نہ حاضر ہوسکا اگر پہلے ہی اُسنے تحقیق حال کی ہوتی اور خوب چھان بنان کرلیتا تو خجل ہونے کی نوبت نہ آتی اور نظر شاہ سے نہ گرتا۔ قطعہ

مگو وصفِ کسے نزدیک شاہان	مگر وقتیکہ اورا نیک دانی
کہ گر نبود بران وصفی کہ دانی	بسے در انفعال آن بمانی

ہفتم۔ جس چیز کی طرف بادشاہ کی رغبت ہو جیسے گھوڑا۔ نوکر۔ سازوسامان وغیرہ اسے اپنے لیے حاصل نہ کرے۔ بلکہ بطریق استدعا بادشاہ کی خدمت مین پیش کرے۔ ہشتم یہ کہ جب بادشاہ اُس سے کہے تو ہمہ تن گوش دل سے متوجہ ہوکر

سنے اور ایسا نہ کرے کہ بے توجہی سے کچھ بات نہ سُنے نہ دوسری طرف دیکھے نہ کسی سے بات مین مشغول ہو گو کہ ضروری گفتگو کرنی ہو۔ کیونکہ سلاطین بغایت غیور ہوتے ہین۔ جب دیکھتے ہین کہ کوئی شخص دوسری طرف متوجہ ہے یا اورون سے بات کر رہا ہے۔ غیرت سے اُس پر خفا ہوتے ہین۔ اگرچہ اُسی وقت اپنا غصہ نہ ظاہر کرین مگر پھر کبھی ضرور ظاہر ہو گا جسکا انجام بُرا ہو گا۔

نوین یہ کہ بادشاہون کی مجلس مین کسی سے سرگوشی نہ کرے کیونکہ اس طرح بادشاہ کو اسپر طرح طرح کے خیال گذرینگے اور اغلب ہے کہ اس کا بدلہ لے۔ بادشاہون کی مجلس مین اسکا بیشتر خیال ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاسدین اور اہل فساد بادشاہ کے گوش گذار کرین کہ فلان فلان شخص آپ سے کینہ رکھتے ہین اور اُنکی ہوا خواہی مین فتور آگیا ہے۔ اور موقع کے منتظر رہتے ہین اور جب اُنکو سرگوشی کرتے ہوے بادشاہ دیکھتا ہے تو اہل غرض کی بات متاثر ہو جاتی ہے۔ قطعہ

سخن پوشیدہ گفتن در محافل	نباشد شیوۂ دانا و عاقل
کہ از طرز ادب بسیار دور است	نشان غفلت و مکر و غرور است

دسوین اسکا لحاظ رکھے کہ جب سلطان کسی دوسرے سے سوال کرے تو وہ جواب دینے مین سبقت نہ کرے جب تک کہ وہ جواب نہ دے لے۔ کیونکہ دوسرے کے ذمہ کے سوال کا جواب دینا سبکساری اور بے توقیری کی علامت ہے ایک شخص نے کسی حکیم سے دریافت کیا کہ اگر مین مجلس سلطان مین ہون اور بادشاہ کسی دوسرے سے پوچھے تو مجھے جواب دینا جائز ہے یا نہین۔ اُسنے کہا کہ ہرگز نہ جواب دو کیونکہ اسمین سائل کی سُبکی ہے۔ کہ اُسے یہ معلوم نہین تھا کہ کس سے سوال کرے اور مسئول کی بھی سبکی ہے کہ وہ اس سوال کے کیے جانے کا مستحق نہ تھا۔ اور اس مین

دوسری قباحت بھی ہے کہ اگر بادشاہ کہہ بیٹھے کہ مین تمسے نہین پوچھتا تو بجز انفعال اور خاموشی کے کیا جواب دے سکتا ہے۔ اور اگر ایک جماعت سے سوال کرے جسمین تو بھی شامل ہو تو جواب کے لیے سبقت نہ کر ورنہ دوسرے تیرے دشمن ہونگے اور تیرے کلام کی نکتہ چینی کرینگے بلکہ جواب مین تاخیر کرنی چاہیے تاکہ دوسرے جواب دے لین اور ہر ایک کے جواب کی خوبی اور نقص معلوم کر لے تو جو جواب بہتر معلوم ہو عرض کر ورنہ خاموش رہ۔ مثنوی

مکن خفت اندر جواب سخن	نگر در خطا و صواب سخن
اگر نقد تو بیغش آمد بیار	کزان نقد افزوده گردد عیار
وگرنہ در اظہار غیبت مکوش	مرآنرا بہ ستر خموشی بپوش

گیارھوین یہ کہ جب تک بادشاہ کچھ پوچھے نہین ابتداے سخن نہ کرے اور جب پوچھے تو بقدر کافی جواب دو ورنہ خاموش رہو الایہ کہ بادشاہ طول کلامی کو پسند کرتا ہو۔ بارھوین یہ کہ اگر سلطان اُسے کسی چیز سے آگاہ نہ کرے تو مطلق تفحص حالات نہ کرے۔ کیونکہ بادشاہ جو مناسب سمجھتا ہے کہتا ہے اس پر واقف ہونیکی سعی کرنا سلطان کے غضب کی وجہ ہے۔ قطعہ

باتو سری گر نمیگوید از نامحرمست	ہر کہ نامحرم بود با سر سلطانش چہ کار
چون کسے را در درون خانہ رفتن راہ ہست	با تملقہا نمودن پیش دربانش چہ کار

تیرھوین یہ کہ اگر بادشاہ کچھ تحفہ دے اگرچہ نہایت معمولی ہو مگر اُسے خوش ہو کر لے کیونکہ بادشاہ کی معمولی چیز بھی بڑی ہے اس سے استغنا ظاہر کرنا محرومیت کی دلیل ہے اور کوئی عقلمند ایسا نہین کرتا کہ سایۂ الٰہی کا فیض اُسکی طرف بڑھے اور وہ خود اس سے ہٹ جائے ۔ ہ

ہرچہ از پیش شہ آید خوش بود	اندک و بسیار او دلکش بود

چودھوین یہ کہ طریق امانت سے قدم باہر نہ رکھے کیونکہ امانت ایسی صفت ہے جو ذلیل آدمی کو عزیز بناتی ہے اور خیانت سے عزیز ذلیل ہوتا ہے کسی خلیفہ کا قول ہے کہ مین امین مرد کو دوست رکھتا ہون گو وہ سفلہ ہو اور خائن سے دشمنی رکھتا ہون گو وہ بزرگ ہو کیونکہ امانت ایمان کی علامت ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ جو امانت نہین رکھتا وہ ایمان بھی نہین رکھتا۔ خدا نے خائن کو اپنی محبت سے بے بہرہ بتایا ہے "اِنّ اللہ لا یحب کل خوان کفور" پندرھوین جو بادشاہ سے حاصل ہو اس پر قناعت کرے اور زیادہ طلبی مین حریص نہو کیونکہ حرص کا لازمہ حرمان ہے ؎

حرص و حرمان قرین یکدگرست		حرص از جملہ خلقہا بتر است	
مردم از وصف حرص خوار شوند		در قناعت بزرگوار شوند	

سولھوین یہ کہ حضور و غیبت مین سلطان کے اخلاق کے محامد کا ذکر کرے اور اگر کسی سے خلاف ادب گفتگو سنے تو اُسے ملامت و نصیحت کرے اگر مرعوب نہ ہو تو سخت و سُست کہے ورنہ صحبت ترک کردے۔ سترھوین یہ کہ جو کام اُسکے سپرد ہو اسپر ہمیشہ لگا رہے اور غافل نہ ہو۔ جد و جہد پر کمر بستہ رہے، تاکہ جس وقت بادشاہ طلب کرے حاضر ہو۔ اٹھارھوین یہ کہ سلطان کی محبت و خوشنودی پر اعتماد نہ کرے اور کثیر کام کا ذمہ دار نہ بنے کیونکہ غرور جاہ خدمت کو فراموش کردیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ پر ظاہر نہ کرے کہ تجھپر میرا کوئی حق ہے بلکہ دعاگوئی اور فرمانبرداری سے سابقہ حقوق کو تازہ رکھے اس طرح کہ آخر اول یاد دلائے۔ کیونکہ سلاطین ایسے حقوق کو جنکا آخر اول سے منقطع ہو فراموش کردیتے ہین، کسی کی خدمت کے احسانمند نہ ہون کیونکہ وہ خود خدمت کیلیے ہین۔ انیسوین یہ کہ عرض حاجات موقع پر کرے، کیونکہ بادشاہ سے عرض کرنا

نماز کا حکم رکھتا ہے کہ وقت پر مقبول ہوتی ہے ؎

حرامش بود نعمت بادشاه		کہ ہنگام فرصت ندارد نگاه	

اور اسقدر عرض حاجت نہ کرے کہ بادشاہ ملول ہو۔ بیسیوین یہ کہ اگر سلطان اُسے عزیز رکھتا ہو تو چاہیے کہ قدیم خدام کو مقدم رکھے ورنہ اسکی خفت و سفاہت ہوگی کیونکہ جسپر اپنی تقدیم چاہتا ہے ممکن ہے کہ سلطان کو اُس سے اُنس ہو اور اس کا نتیجہ بجز خفت و انفعال کچھ نہیں۔ قطعہ

برآنکس کہ او خاص سلطان بود		تقدم مجو گرچہ باشی عزیز	
اگرچہ ترا عزتے شد پدید		از اعزاز او ہم بر اندیش نیز	

اکیسوین یہ کہ زیادتی سلطان سے رنجیدہ نہ ہو اور اُسکی درشتی کو خوشنودی سے قبول کرے۔ کیونکہ عزت شاہی اور سطوت فرمانروائی زبان کو کشادہ کردیتی ہے اور بے سبب لوگون سے متعرض بناتی ہے تُند گالی کا جواب دعا ہے۔ اور سختی کا مقابلہ ملائمت،، ع تا دیل وفا کردم ہر چند وفا دیدم،، بائیسوین یہ کہ اگر سلطان کے غیظ و غضب کا مورد ہو تو کسی سے شکایت نہ کرے اور سراسر اپنی ہی خطا سمجھے ؎

ہر چند جفا کند شکایت نہ کنیم		گوئیم کہ جرم از طرف ماست ہنوز	

اور خفگی مٹانے کی کوشش کرے تیئیسوین یہ کہ اگر سلطان کسی سے خفا ہو تو اُسکی مخالطت سے پرہیز کرے۔ جب تک بادشاہ کا غضب دور نہ ہو عذر خواہی بھی نہ کرے۔ چوبیسوین یہ کہ رضائے سلطان کا تابع رہے اور یہ چار باتون سے حاصل ہو سکتا ہے، اوّل شرع و دین کے علاوہ بادشاہ کے کلام کی تائید کرے۔ دوم اُنکی رائے و تدبیر کی ستائش کرے۔ سوم اُسکے اوصاف ظاہر کرے۔ چہارم عیوب و قبائح کی پردہ پوشی کرے۔ پچیسوین اخفائے راز ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ

ظاہر اقوال شاہ کو پوشیدہ رکھے جیسے تمام ملازمین واقف ہین تاکہ اخفا کا ملکہ پیدا ہو جا لے اور ایسے شخص سے اگر راز اچانا افشا ہو تو سلطان متہم نہ کریگا کیونکہ راز کا افشا کرنیوالا فراست سے جانا جاتا ہے۔ دوران واقعہ مین تمام لوگ متہم ہوتے ہین۔ پس ایسا شخص تہمت سے دور رہوگا ورنہ وہ معرض تلف مین ہے ۵

چنین گفت آن حکیم مصلحت کوش	کہ گر سر بایدت سر را فرو پوش

حکایت ہے کہ ایک عالی منزلت بادشاہ نے حکیم سے پوچھا کہ کچھ نصیحت کرو اُسنے کہا تمام نصائح اِن دو کلمات مین درج ہین التعظیم لامر اللہ۔ والشفقۃ علی خلق اللہ، فرمانہاے خدا کی تعظیم، خلقت پر شفقت۔ رباعی

اے تازہ جوان بشنو ازین پیر کہن	یک نکتہ کہ ہست بیگمان اصل سخن
با حق بادب باش عبادت میورز	با خلق برفق باش و نیکی میکن

بادشاہ نے سیاست کے بارے مین پوچھا تو کہا، آدمیون کے قتل مین سعی نہ کر، الا تین قسم کے لوگ، ایک جابر و ظالم جو ملک کو خراب کرتا ہے، دوم ایسا حاکم جو تیرا مال غصب کرتا ہے۔ سوم خائن جو تیرا راز افشا کرتا ہے۔ حکایت مین آیا ہے کہ نوشیروان سے لوگون نے کہا کہ فلان شخص تیرا راز ظاہر کرتا ہے فرمایا اُسے خاک مین چھپا دو تاکہ وہ راز بھی پنہان رہے۔ قطعہ

ہر کہ سازد سر پنہان آشکار	زیر خاک تیرہ پنہان بہتر ست
سر نگہداری سرت ماند بجاے	زانکہ حفظ سر نگہبان سر ست

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی ملازم سے کہا کہ اقرار کر یہ راز افشا نہ کریگا اُسنے اقرار کیا تو کہا کہ مین اپنے بھائی سے اندیشہ ناک ہون، پہلے اسکے کہ وہ کوئی قصد ظاہر کرے اسکے دفعیہ کا درپے ہون۔ تو میری خبر گیری کرنا اور بھائی کی مخبری اُسنے اسکے بھائی سے سب حال کہدیا وہ بہت اس سے خوش ہوا۔ قضارا بادشاہ کا انتقال ہوا اور

اسے سلطنت ملی۔ فی الفور اس شخص کو یہ کہکر قتل کرادیا کہ میرے بھائی کا راز جب افشا کیا تو میرا راز بھی افشا کرے گا ؎

بہ پیرمے کدہ گفتم کہ چیست راہ نجات	بخواست جام می وگفت راز پوشیدن

اور خود اپنی رعایا کے لیے سات شرطین مرعی رکھنی چاہئین۔ اول جس جگہ کوئی چیز پہونچانے اور دینے کی نہو وہان نہ پہونچائے۔ اور نہ دے۔ دوم بدی کا دفعیہ ہر شخص سے کرے سوم بلند ہمت رہے۔ چہارم یہ کہ نہ اپنے اوپر سختی روا رکھے نہ خلق پر۔ امام حجۃ الاسلام نے فرمایا ہے وہ آدمی عجیب بدبخت ہے جو مخلوق کی رضامندی کیلیے اپنے کو خالق کے خشم وغضب مین گرفتار کرتا ہے اور اپنے کو جہنم کی لکڑی بناتا ہے۔ قطعہ

از برائے رضائے خلق مکن	خویش را مستحق خشم خدا
حیف کز بہر راحت دگران	تو در افتادۂ برنج وعنا

پنجم اپنے اختیار واقتدار کی قدر پہچانے اور اسکا استعمال ایسا کرے کہ مرنے سے پہلے ہی اسکا ذکر خیر ہو ؎

زان پیشتر کہ مرگ بناگہ فرا رسد	خورشید عمر بر سر کوہ فنا رسد

ششم اپنے اختیار وجاہ پر مغرور نہو اور عزت واحترام پر تکیہ نہ کرے تھوڑے ہی زمانہ مین کایا پلٹ ہوجاتی ہے ؎

مشو مغرور مال وجاہ ودیتیار	کہ دنیا پایدار چون تو بسیار
دمادم بگذری دو واگذاری	بدشمن ہرچہ داری واسپاری

ہفتم جس قدر ممکن ہو نیکی کرو کہ تقرب ملوک کا یہی فائدہ ہے کہ فوائد احسان خاص و عام تک پہونچین اور یقین کرے کہ جو شخص دوسرون کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ اپنے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ کسی بزرگ نے کہا کہ مین نے تمام عمر کسی کے ساتھ نیکی نہین کی۔ ایک ملازم نے پوچھا کہ تمام عمر تو آپ اسی مین مصروف رہے۔ جواب دیا مین نے صحیح کہا ہی خدا کہتا ہے

ان احسنتم احسنتم لانفسکم" لہذا تمام نیکیان ہین نے اپنے ہی لیے کین اور بدی کا بھی یہی حال ہے نظم

نکوئی کن چو اکنون میدہد دست	بدی بگذار گرچہ قدرتت ہست
کہ نیکوئی نکوئی آورد پیش	و اگر بدی می کنی بد آیدت بیش

اور رعایا کی رعایت کے لیے جاننا چاہیے کہ جاہ و دولت کی اصلی غرض یہی ہے اور یہ رعایت دو شرطون سے پوری ہو سکتی ہے اول یہ کہ انکی محافظت مین بڑی سرگرمی کرے دوم ظالمون کے شر و فساد کو انسے دفع کرے کہ رعیت گوسفند کی طرح ہے اور حاکم چرواہے کے مانند اور بادشاہ مالک گوسفند مالک نے چرواہون کو چراگاہ مین چرانے اور درندون سے حفاظت کیلیے مقرر کیا ہے۔ اسی طرح ارکان دولت کو چاہیے کہ ستمگارون سے رعایا کو بچائین ۵

تو ای راعی این دم غنیمت شمار	غنم را ز گرگ ستم باز دار
نیاید بنزدیک دانا پسند	شبان خفتہ و گرگ در گوسپند

ارکان دولت کے مجمل آداب کا بیان ہو چکا اب کچھ باتین امرا۔ وزرا۔ اہل قلم۔ مصاحبین کے آداب کی نسبت بیان کی جاتی ہین۔ امرا کو چاہیے کہ بارہ قاعدہ کی پابندی کرین اول فرمانبرداری حق تعالی، جسقدر خلقت سے اپنی فرمانبرداری کی امید رکھے اُس سے زیادہ خدا کی فرمانبرداری مین منہمک ہو ۵

اگر جانب حق نگاہ داری	حق نیز ترا نگاہ دارد

دوم حفظ حقوق نعمت، کیونکہ ولی نعمت کے کفران نعمت کا نتیجہ برا ہوتا ہے کسی بادشاہ کو اسپر اعتماد نہین رہتا اور سبھون کے نزدیک بے اعتبار ہو جاتا ہے اور بداقبالی کے دائرے مین انجام کار ناسپاس گرفتار ہو جاتا ہے۔ نظم۔

حق نعمت نگاہ باید داشت	حرمت بادشاہ باید داشت
ہر کہ رو تابد از ولی نعمت	بخت از وی روی تابد و دولت

مردمی کی علامت یہ ہے کہ ولی نعمت سے اگر مضرت پہونچے تو اُسے بمقابلہ منافع

ناچیز سمجھے ؎

نخواہم از سر کوئے بصد چندین جفا رفتن	نشاید شیر مردان را بہر زخمی زجا رفتن

حکایت ہے کہ ایک خواجہ کے پاس خردمند غلام تھا۔ ایک دن باغ مین گیا اور کھیت سے ککڑیان لیکر غلام کو کھانے کیلیے دین اُسنے بڑی رغبت سے کھایا۔ خواجہ نے بھی ایک قاش چکھا تو بہت کڑوی نکلی اُسنے غلام سے اس رغبت کے ساتھ کھانے کا سبب پوچھا تو اُسنے جواب دیا۔ کہ آپ نے مجھے دی ہین۔ ایک تلخ لقمہ پر ترش رو ہونے سے شرم کرتا ہون کہ ؎

از دست تو صد شربت شیرین بچشیدم	یک شربت تلخ ار بچشم باک نباشد

خواجہ نے خوش ہوکر اُسے آزاد کردیا۔ سوم آداب امراءمین سے یہ ہے کہ کوشش کرکے تحصیل مال کرین نہ کہ بادشاہ سے وصول کرین کیونکہ مال ہر شخص کو عزیز رکھتا ہے۔ حکما کا قول ہی کہ سلاطین سے اسباب منافع طلب کرنا چاہیے نہ کہ نفس منافع۔ چہارم اُسکی غرض مال وجاہ سے زینت دربار ہو نہ کہ شان خود۔ کیونکہ یہ بات غایت ادب ہے پنجم بادشاہون کی خاص چیزون ملابس منازل وغیرہ کی طرح اپنا سامان نہ رکھنا چاہیے ممکن ہے اس سے نقصان پہونچے۔ ششم جو حکم سلطان دے اُسکی ستائش کرے بجالیکہ خلاف شرع نہ ہو ؎

اگر شہ روز را گوید شب ست این	ببایدگفت اینک ماہ و پروین

دنیاوی امور دو طرح کے ہین۔ اچھے یا بُرے پس ہر کام کی وجہ بہتر ہی طلب کرے اور اُسکو بادشاہ کی جانب محمول کرے ہفتم اگر سلطان کی رائے اسکے مخالف ہو تو موافقت کرے اور خیال کرے کہ مین تو نوکر ہون جو متابعت پر مجبور ہے ہشتم اپنے تقرب پر مغرور نہو اور بادشاہ کے اعزا زمین کوتاہی نہ کرے آداب ابن المقفع مین مذکور ہے کہ اگر سلطان تجھے برادر کہے تو اُسے خداوند جان اور اگر فرزند کا نام دے تو اپنے کو خادم جان جسقدر

وہ تیری عزت افزائی کرے تو اسی قدر خدمتگاری اور تواضع مین زیادتی کرے ؎

شاہ اگر لطف بے عدد راند	بندہ باید کہ قدر خود داند

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کسی امیر سے بادشاہ کی مثل افعال سرزد ہون تو بالطبع اسکو ناگوار گذرے گا ؎

مکن در ملک سلطان ہرچہ خواہی	کہ شرکت برنتابد بادشاہی

حکایت ہے کہ سلطان محمود کے بھائی کا ایک غلام تھا۔ اسنے خطا کی اور مار لے کا حکم دیا۔ سلطان محمود نے یہ حال دیکھکر چوب ونقارہ مع لوازم شاہی اپنے بھائی کے مکان پر بھیجدیے۔ وہ دیکھکر سلطان کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ مین نے کیا خطا کی ہے سلطان نے کہا بندون کی سیاست کا تعلق مجھ سے ہے نہ کہ تمسے اور خدا اسکا جواب مجھسے طلب کریگا نہ کہ تمسے، اگر اس غلام کو سزا دینے کا تمکو مجاز ہے تو شاہی لوازم بھی رکھو۔ مثنوی

سیاست نشاید زکار آگہان	کہ آن خاص باشد بہ شاہنشہان
دلیری مکن بر در شہریار	مہمات شاہان بدیشان گذار

نہم سردار فوج کو چاہیے کہ ہر وقت جنگ کیلیے تیار رہے اور سامان فوج مین کمی نہ آنے پائے۔ کیونکہ نہ معلوم کسوقت پیش آئیگا۔ اگر سلطان مال کے جمع کرنے مین مشغول رہے اور لوگون کو نہ جمع کرے تو بوقت ضرورت عاجز رہے گا،، لاملک الا بالرجال ولارجال الا بالمال ؎

بہ لشکر شود ملک عالم مسخر	بہ مال است ترتیب لشکر میسر

حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے امیر سے مشورہ کیا کہ مال جمع کرتا ہون تو لشکر پراگندہ ہوتا ہی اور اگر لشکر جمع کرتا ہون تو مال نہین جمع ہوتا۔ اس بارے مین کیا کرنا چاہیے امیر نے کہا مال جمع کیجیے کیونکہ مال ہی تو جب چاہیے لوگونکو جمع کرسکتے ہین۔ سلطان نے اسپر دلیل مانگی تو جواب

دیا ملاحظہ فرمائیے اس کمرے مین کوئی مکھی ہے سلطان نے کہا نہین۔ امیر نے کہا اچھا اب شہد کا برتن منگوائیے۔ برتن کے آتے ہی مکھیان بھر گئین۔ اُسنے کہا ملاحظہ فرمائیے اسی طرح جب مال موجود ہوگا تو لشکر خود بخود جمع ہو جائیگا امیر سے بادشاہ خوش ہوا۔ دوسرے امیر سے بھی مشورہ کیا تو اُسنے عرض کیا کہ لشکر مرتب کیجیے اور اُنکو نہ مٹائیے ممکن ہے کہ وہ وقت پر نہ جمع ہون سلطان نے دلیل پوچھی تو اُسنے کہا مین شب کو بیان کرونگا۔ جب رات ہوئی تو ایک برتن شہد کا منگوایا مگر ایک مکھی بھی نہ آئی۔ امیر نے کہا اسی طرح جب کسی کا دل پھر جاتا ہے۔ ہر چند آپ مال دین وہ نہ آئے گا۔ اور اسی بارے مین ایک حکایت بھی آپ کی خدمت مین بیان کرتا ہون وہ یہ ہے کہ مصر مین ایک بادشاہ تھا جو جمع مال مین بڑی کوشش کرتا تھا اور فوج کی طرف سے غافل تھا جسقدر دولت ملتی خزانہ مین بند کرکے حفاظت سے رکھتا تھا۔ قضارا امیر شام آمادہ پیکار ہوا اور مصر کی جانب فوج لیکر روانہ ہوا۔ یہ خبر مصر مین پہونچی اور کسی ارکان دولت نے بادشاہ سے کہا کہ امیر شام نے چڑھائی کی ہے اور جنگ کے لیے آرہا ہے آپ کی فوج کہان ہے۔ بادشاہ نے صندوقون کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میری فوج تھیلیون اور صندوقون مین ہے جب چاہونگا فوج مہیا کرلونگا۔ اسی اثنا مین امیر شام نے حملہ کردیا اور برابر بڑھتا ہوا آیا اور ہر جگہ غلبہ و نصرت حاصل کرتا رہا بالآخر تمام صندوقون اور جمع شدہ خزانہ پر قبضہ کرلیا اور کہا کہ اگر بادشاہ اسی مال سے مردان کارزار اور جنگجو لوگون کو جمع کرتا تو اس نتیجہ کو نہ پہونچتا ؎

مال دہی مرد بدست آیدت	ور نہ دہی زود شکست آیدت

دسوین یہ کہ مہمات ملک کی انجام دہی مین مصروف رہنا چاہیے۔ اور مخبرون جاسوسون کو مقرر کرنا چاہیے تاکہ وہ جوانب و اطراف سے خبر پہونچائین اور جس گوشہ ملک سے فتنہ و فساد کا آغاز ہو فی الفور تدارک کی کوشش کرے۔

حکایت ہے کہ صاحب ابن عباد فخرالدولہ دیلمی کا ملازم تھا اور اکثر اوقات شیراز مین قیام رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق سے تین دن تک بادشاہ کے پاس نہ گیا۔ چوتھے روز بہ وقت صبح جب حاضر خدمت ہوا تو فخرالدولہ نے دریافت کیا کہ تین دن تک غیر حاضری کی کیا وجہ ہے۔ اُسنے عرض کیا کہ پرسون میرا ہرکارہ مملکت ختا سے آیا اور بیان کیا کہ خان ختا جب فراغ خانہ مین گیا تو اپنے ایک رکن دولت سے مشورۂ کچھ کہا۔ تین دن تک مین اسی اندیشہ مین رہا کہ اسنے کیا کہا۔ لشکر کے حالات کی تفتیش کرتا رہا اور مدافعت کی تدابیر مین مشغول رہا۔ آخرکار آج صبح کو ایک قاصد آیا۔ اُس سے معلوم ہوا کہ خان ختا نے فوج جمع کر کے خود اپنی مملکت کے کسی حصہ مین روانہ کیا ہے۔ جب میری خاطر جمع ہوئی تو ملازمت مین حاضر ہوا۔ امرا و وزرا اور سلاطین کے حالات کی تحقیقات دیکھو کہ کہان ختا اور کہان شیراز"

اس سے پہلے مخبرون کے بارے مین دو تین کلمات درج ہو چکے ہین۔ قطعہ

چو ضبط ملک مفوض بہ نشست جہد نمائی		کہ از جوانب و اطراف باخبر باشی
بہ تیغ قہر سر فتنہ جو بے بر داری		بدفع تیر بلا خلق را اسیر باشی

گیارھوین یہ کہ فقرا کو بادشاہ تک پہونچانے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ اور مظلومون دادخواہون کو سلطان کے روبرو حاضر کرے تاکہ وہ اپنے طبیب سے درد دل بیان کرے اور شفا حاصل کرے اور جو امیر ایسا ہوتا ہے کہ اُسکے خوف کی وجہ سے رعایا بادشاہ تک نہین پہونچ سکتی تو اُسکی مثال وہ صاف و شیرین چشمہ ہے جسمین نہنگ کے ہونے سے لوگ پانی نہ پی سکتے ہون اور اُسکی ہیبت و خوف سے قریب بھی نہ جاتے ہون قطعہ

چو داری اختیاری آنچنان کن		کہ درویشان ز تو آسودہ گردند
مباش آن نوع کز دست جفایت		بزیر پاے غم فرسودہ گردند

بارھوین یہ کہ زبردستون کے ساتھ اسطرح زندگی بسر کرے کہ یہ خواہش کرے

کہ رہتا یا بھی اسکے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریگی اور حدیث صحیح مین آیا ہی من لا یرحم لا یُرحم جو رحم نہین کرتا اُسپر رحم نہین کیا جاتا اور جو شخص کہ خلق خدا پر بخشش نہین کرتا اُسپر بھی بخشش نہین کی جاتی - اخبار مین ہے کہ اپنے سے کم رتبہ کے لوگون پر بخشش کرو تاکہ تمسے اعلیٰ رتبہ کے لوگ تمپر بخشش کرین - نظم

	غمِ زیر دستان بخور زینہار		بترس از زبردستی روزگار	
	سلوک آنچنان کن بخلق جہان		کہ خواہی کہ با تو کنند آنچنان	

اور آداب وزرا ارکان دولت سے زیادہ ہین - کیونکہ کوئی کام بارگاہ سلاطین مین وزارت سے دشوار تر نہین ہے کیونکہ اسپر بہت حسد کیا جاتا ہے اور اُس کے حاسدین بیشتر شاہی ملازمین مین ہوتے ہین خصوصاً وہ لوگ جو آمدنی و اخراجات کے صیغہ مین اُسکے شریک رہتے ہین - متواتر یہ لوگ اُسکے منصب کے حصول مین سعی کرتے ہین اور مکر و فریب کے جال مین پھنسانا چاہتے ہین - بایں حالات وزیر کے لیے کوئی تدبیر مخلصی کی بجز راستی - کم طمعی کے نہین ہے اور کوئی دقیقہ شرط وفاداری کی تکمیل مین فروگذاشت نہ کرنا چاہیے تاکہ انگشت نمانہ ہو بزرگون نے کہا ہے کہ جو شخص اپنا حساب پاک رکھتا ہے نکتہ چینون کو مجال مداخلت نہین رہتی ؎

	اگر ار سد کہ کند عیب دامن پاکت		اگر ہمچو قطرہ کہ بر برگ گل فتد پاکے	

بزرجمہر سے لوگون نے دریافت کیا کہ وزارت کے لائق کون شخص ہے جواب دیا جسمین چار اور تین اور دو اور ایک صفت ہو تفصیل دریافت کرنے پر کہا کہ ان چار وجوہ مین سے ایک ہوشیاری ہے جس سے کامون کو سرانجام دے دوم بیداری کہ اپنے کو پیش از وقت مصائب مین نہ ڈالے - سوم دلیری کہ بڑے بڑے کام انجام دے چہارم جوانمردی - اور ان تین اسباب مین سے ایک یہ ہے کہ جب خدمتگارون کو کام کے لائق پالے تو اُنکی دلنوازی کرے - دوم نافرمانون کی بیخ کنی کرے - سوم حوادث روزگار

کے مقابلہ کیلیے تیار رہے اور ان دو مین سے ایک یہ ہے کہ بادشاہ کی جانب رعایت ملحوظ خاطر رکھے اور دوسرے یہ کہ رعیت کی جانب سے غافل نہو اور ایک یہ ہے کہ کسی کام مین حق سبحانہ کو فراموش نہ کرے۔ حدیث مین آیا ہے کہ جب خدا کسی امیر سے نیکی کرنا چاہتا ہے تو درست گفتار و راست کار وزیر دیتا ہے تاکہ وہ اگر قواعد داد و دہش کو فراموش کرے تو وزیر یاد دہانی کرے اور اگر یاد ہو تو وزیر اجرا مین سعی کرے۔ اور اگر حق تعالیٰ ایسا نہین چاہتا تو بد کردار وزیر مقرر کرتا ہے تاکہ امیر اگر دقائق عدل فراموش کرے تو وزیر یاد نہ دلائے اور اگر یاد ہون تو وہ مدد نہ دے۔ پس جو وزیر راست و صاف ہے وہ سلطان کا مددگار ہے اور تمہید ارکان عدل مین سعی کرتا رہیگا۔ رباعی

چراغ افروز ملک اند آن وزیران وزیر از چاہ تو دور از ظلم داند	کہ رحم آرند بر حال فقیران از وکے نام سلطان زندہ ماند

شروط و آداب وزارت کے باب مین ۱۹ نکتہ یاد رکھنا چاہیے۔ اوّل رعایت جانب حق۔ اور یہ تمام چیزون پر مقدم ہے کیونکہ جو شخص جانب حق کی رعایت کریگا تو ضرور اپنے حالات و افعال پر نگاہ رکھے گا اور افعال ناشائستہ سے پرہیز کرے گا دوم شاہ و سپاہ و رعیّت مین مساوات کا لحاظ رکھے اور کسی ایک جانب زیادہ میلان نہ رکھے کہ ظلم کا وقوع ہو اور یہ بات نہایت نازک و مشکل ہے۔ سوم جس کام کو شروع کرے اُسکے نتیجہ نیک پر نظر رکھے تاکہ آخر مین پشیمانی نہ اُٹھانی پڑے اور افسوس و حسرت کرنے کا موقع نہ ملے۔ مثنوی

کاریکہ گرفتۂ تو در پیش گر مصلحت ست آنچنان کن	از عاقبتش نکو بہ اندیش ور نیست صلاح ترک آن کن

چہارم اچھے قواعد کی بنیاد ڈالے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص کار نیک حسن مقرر کرتا ہے مراد نیک حاصل کرتا ہے اور جو ناپسندیدہ اُصول و بدعات کی بنیاد ڈالتا

ہے تو اُس پر جو چاہے عمل کرے مگر گناہ اُسی کے سر ہوتا ہے ۔ مثنوی ۔

اے آنکہ بکار شاہ بودی مشغول	خواہی کہ ہمیشہ باشدت عز و قبول
بر صفحہ روزگار رسمے بگذار	کان پیش خدا و خلق باشد مقبول

پنجم امور ملک مین اپنی کفایت کا اظہار کرے کیونکہ اخیر اسے مصالح مین وزرا کی ذمہ داری اُسکے وجود مین آنے سے بڑھکر ہے ۔

حکایت ہے کہ عضد الدولہ ابو علی خضری سے رنجیدہ تھا ۔ اسکے پاس ایک قاصد شمشیر برہنہ لیے ہوئے روانہ کیا ۔ اور اس سے کہا کہ اسکے آگے رکھ دینا ۔ قاصد نے ایسا ہی کیا اور کچھ نہ کہا ۔ وزیر نے قلم اسکے آگے ڈال دیا اور کہا کہ تیرا جواب یہ ہے اور عضد الدولہ کے پاس سیدھا روانہ ہوا اُسنے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا ۔

ہمہ کار شاہان حکمت پژدہ	ز رائے وزیران پذیرد شکوہ

ششم اگر سلطان مشورہ دے جسمین مصلحت مالی و ملکی نہ ہو تو اُسپر راضی نہ ہونا چاہیے لیکن مجلس مین اُسے پسند کرے اور بر سر عام اُسکی نکتہ چینی نہ کرے اور سمجھ لے کہ بادشاہون کی رائے ایک سیلاب کے مثل ہے جو پہاڑ سے آتا ہے جو شخص ایک ہی چھلانگ مین اُسے طے کرنا چاہے تو گرداب فنا مین پھنس جائیگا نہ یہ کہ اُسکی رائے کا پیرائے امر و نہی اظہار نہ کرے بلکہ خلوت و جلوت مین براہ تلطف و خیر اندیشی از روے تضرع کہتا رہے اور اگر عمل کرنے کا اتفاق پڑے تو جانب خلاف کی بھی رعایت رکھے ورنہ نا راضی شاہ کا نتیجہ نہایت برا ہوتا ہے ۔ نظم

توانی بنرمے و کار آگہی	کہ تغییر رائے سلاطین دہی
وگر از درشتی نہ آری نفس	نیایند از ان رای خود باز پس
پس آن بہ کہ اول مدارا کنے	بفرصت رہ چارہ پیدا کنی

ہفتم اپنے منصب و مرتبہ و تقرب پر مغرور نہ ہو کیونکہ بادشاہون کا مزاج آب و آتش

کا حکم رکھتا ہے اسپر اعتماد نہ رکھنا چاہیے اور یقین رکھے کہ ہر عمل کے بعد عزل مقرر ہے اور ہر دولت کے پیچھے نکبت لازم ہے کسی بزرگ سے لوگون نے کہا کہ رہنے کیلیے آپ مکان کیون نہین بناتے جواب دیا کہ اس شہر مین دو گھر ہین ایک مکان عدالت جبکہ مین کام مین مصروف ہون دوسرے زندان مکافات جبکہ مین معزول ہون ؎

چہ باشد نازش و کاہش باقبالے و ادباری		کہ تا بر ہم زنے دیدہ نہ این بینی نہ آن بینی

ہشتم جس قدر ہوسکے فرصت و موقع کے فوت ہونے سے پہلے ہی احسان کرے نظم

زان پیش کہ دست ساقی دہر	در تربت دولت افگند زہر
از سر بنہ این کلاہ و دستار	جہدی بکن و دلے بدست آر
کین سر ہمہ سالہ با کلہ نیست	زین روی ہمیشہ بہجو مہ نیست

نہم محروموں اور امیدوارون کی حاجت روائی مین لغایت سعی کرے کیونکہ ملازمت شاہی کا کفارہ محتاجون کی حاجت روائی ہے ۔

امیر المومنین حضرت حسن رض سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کسی مومن کی حاجت روائی کرون تو بہ نسبت ستر سالہ اعتکاف کے مجھے زیادہ پسند ہے پیغمبر دانیال علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس مدت مین رکاب شاہی مین اسلیے مین نے پانون رکھا ہے کہ حاجت مردم برلاؤن بیشتر حکما و علمانے اسی نکتہ کو پیش نظر رکھکر ملازمت شاہی اختیار کی ہے ۔ شیخ کبیر قدس سرہ سے منقول ہے کہ مسلمانون کے ایک کام کے لیے آپ ستر مرتبہ بادشاہ کے روبرو گئے مگر مطلب براری نہ ہوئی آخر دن کو عضد الدولہ نے کہا کہ اے شیخ اسقدر آمد و رفت کرنے پر تیرا مطلب نہ حاصل ہوا اگر پھر اسکے عرض سے باز نہین آتا جواب دیا اے بادشاہ مین نے اپنا کام پورا کیا کیونکہ میری نیت خوشنودی خدا کی تھی اور میری آمد و رفت سے خدا خوش ہے لیکن تیرا کام البتہ پورا نہ ہوا کہ تو نے امور مسلمانون مین توجہ نہ کی اور محتاجون کو نا امید کردیا

اور یہ نہ جانا کہ اہل دولت کا کام اُسوقت تک پورا نہین ہوتا جبتک کہ دوسرون کا کام پورا نہ کردین ۔

کار درویش مستمند بر آر	کہ ترا نیز کارہا باشد

عضد الدولہ متنبہ ہوا اور بہت رویا اور شیخ کی فرمایشون کو پورا کردیا ۵

در ساختن کار کسان سعی نمائے	کار تو شود ساختہ از لطف خدائے

دہم ۔ سلطان کو نیکی پر آمادہ رکھے اور ایسا انتظام رکھے کہ اسکی بخشش عام طور پر ہو ۔ کہتے ہین کہ اتابک کا وزیر مال شاہی سے بہت کچھ خیرات و مبرات مین صرف کیا کرتا تھا ۔ ایک دن اتابک نے مستوفی کو بلاکر حکم دیا کہ اگر اب کسی کو جاگیر دیگا تو ہاتھ قلم کردون گا ۔ دوسرے دن ایک درویش نے وزیر سے سوال کیا کہ ایک جاگیر میرے نام لکھدو ۔ وزیر نے مستوفی کو لکھنے کا اشارہ کیا مگر اسنے تامل کیا تو وزیر نے کہا کہ کیون لکھنے سے تامل کرتا ہے ۔ ہاتھ کاٹنے سے ڈرتا ہے اور اس سے نہین ڈرتا کہ مین تجھے اُلٹا لٹکا دون ۔ یہ خبر اتابک کو پہونچی اُس نے وزیر سے بلاکر پوچھا کہ مستوفی کو تو نے کیا سزا دی ۔ اس نے جواب دیا کہ مین آپ کی دولت حکومت کی بنیاد خیرات و مبرات سے مضبوط کرنا چاہتا ہون مگر وہ مانع آتا ہے ۔ یہ سنکر اتابک رویا اور وزیر کو خلعت دے کر اُسکی عزت دوبالا کی ۔

تواریخ مین مذکور ہے کہ سلطان ملک شاہ سے لوگون نے کہا کہ خواجہ نظام الملک خزانہ شاہی سے ایک لاکھ دینار فقرا علما اور گوشہ نشینون کو دینے کے لیے نکال لیتا ہے حالانکہ آپ کو اُس سے کچھ فائدہ نہین اور اتنی رقم سے ایک کثیر فوج جمع کیجاسکتی ہے ۔ سلطان نے یہ بات خواجہ سے کہی تو اُس نے جواب دیا کہ اس مبلغ سے بیشک ایک فوج تیار ہوسکتی ہے جو دشمنون کو شمشیر سے جسکا طول ایک گز ہوتا ہے ۔ اور تیر سے جس کی مار تین سو گز تک ہے دفع کرے مگر مین آپ کے لیے ایک ایسا لشکر

مہیا کرتا ہون کہ اول شب سے صبح تک درگاہ کبریا مین دعا کرتے ہین اور شمشیر ہمت دلون تک پہونچاتے ہین اور تیر آہ ساتون فلک کے پار کردیتے ہین اور تمام لشکر اور آپ مین اُنھین کی حفاظت مین ہین ۵

دگر مگوے کہ درویش درپناہ کسی ست		کہ بادشاہ جہان درپناہ درویش است

ملک شاہ رویا اور کہا میرے لیے اس سے بھی زیادہ لشکر مہیّا کر۔

یازدہم اپنے عہدے کی قدر جان کر کارسازی اور دلنوازی کی کوشش کرنی چاہیے آزار وایذا کسی کو نہ پہونچانا چاہیے ورنہ جب وہ عہدہ ہاتھ سے نکل جائیگا تو بجز حسرت وافسوس کچھ نہ حاصل ہوگا ۵

	چون توانستی ندانستی چہ سود		چون بدانستی توانستی نبود	

حکایت ہے کہ ایک بزرگ اپنے عہدہ سے معزول ہوے تو نہایت جزع و بیقراری کی حالت مین تھے۔ لوگون نے کہا کہ آپ سے شخص کو عزل پر افسوس کرنا نامناسب ہی جواب دیا مین اس معزولی پر افسوس نہین کرتا کیونکہ جانتا ہون کہ عمل بے عزل نہین ہوتا یہ اضطراب اسلیے ہے کہ اگر مین نے اس اثنار مین کسی سے نیکی کی ہے تو حسرت کرتا ہون کہ کاش اور زیادہ نیکی کرتا اور اگر بدی سرزد ہوئی تو افسوس کرتا ہون کہ کاش بدی نہ کرتا ۵

چون عاقبت جزاے بد و نیک می دہند		اے کاش نیکی از ہمہ کس بیش کردمی

دوازدہم۔ رجوع خلق اور لوگون کی آمد ورفت سے پریشان نہ ہونا چاہیے بلکہ خندہ رو رہنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ ہم اُنھین کی خدمت کیلیے ملازم ہین اور بغیر اسکے کوئی چارہ نہین حکایت ہے کہ فضل بن سہیل نے اپنی وزارت مین کسی سے ایک دن کہا کہ لوگون کی آمد وشد سے مین تنگ آگیا ہون اور داد خواہون کی بسیار گفت وشنود سے ملول ہوگیا ہون۔ اُس نے کہا اے وزیر اپنا اعزاز پس پشت ڈال کر عہدہ وزارت میرے سپرد کر دیجیے پھر کوئی آپ کو رنجیدہ نہ کریگا نہ آپ کے پاس

کوئی آئے گا۔ قطعہ

پیش آن کس کہ اختیارے ہست	خلق بے اختیار مے آید
دگر آن اختیار رفت ز دست	بدر او چہ کار مے آید

سیزدہم۔ مخلص احباب پیدا کرنا چاہیے۔ مخلص دوست گنج زر سے بڑھ کر ہے۔

چہاردہم۔ خائن وظالم حکام سے غافل نہ ہو اور پیہم اُنکی تحقیق وتفتیش مین مصروف رہے اور ستم کیش ظالم کو مظلوم رعایا پر حاکم نہ بنانا چاہیے اور اگر کسی سے کوئی ظلم یا خیانت سرزد ہو تو اسکی لائق سزا دے کر دوسرون کے لیے ذریعہ عبرت بنانا چاہیے اور ظالمون کی سیاست مین مطلق بے پروائی نہ کرنی چاہیے۔

پانزدہم۔ عمال سے رشوت نہ لے تاکہ وہ بھی کسی سے رشوت نہ لین اور جب وزیر رشوت لینے کا عادی ہوگا تو گویا رشوت کی سب کو اجازت ہے بحالیکہ رشوت لینا اور دینا دونون حرام ہے بلکہ رشوت لینا دینے سے بدتر ہے اور وزیر کیلیے یہ شایان نہین

شانزدہم۔ اگر کسی حاسد کے مکر وفریب یا دشمن کی چغلی پر اطلاع پائے تو اپنے کو اس طرح ظاہر کرے کہ گویا وہ بے فکر وبے غم ہے اور سلطان کے روبرو اُنکی بابت حسد وکینہ کا اظہار نکرے کہ اُنکی شکایت کی تقویت کا باعث ہو۔ اگر مقام سوال وجواب مین کھڑے ہون تو نہایت حلم ووقار سے جواب دینا چاہیے۔ خفت وسبکساری کا اظہار نہ کرے کیونکہ غلبہ ہمیشہ حلم کی طرف ہوتا ہے۔

ہفدہم۔ اپنے کو سلطان کے سامنے ایسا ظاہر کرے کہ اُسکے ادنی اشارہ پر اپنا کل مال واسباب نثار کرنے پر تیار رہے۔ اسطرح سے اُسکا مال واسباب طمع شاہ سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ ایسی صورت مین اُسکے مال کو بادشاہ اپنا مال سمجھے گا۔

ہیزدہم۔ اگر کسی کے متعلق کوئی خدمت کرے تو خوب غور وفکر کے ساتھ کرنی چاہیے جبتک بارہا اُسے آزما نہ لے اُسپر اعتماد نہ کرے تاکہ انجام کار منفعل وشرمسار

نہ ہونا پڑے ۔ نظم

بہ عقلش بباید نخست آزمود		بقدر ہنر پایگاہش فزود	
بابیام تا بر نپاید بسے		نشاید رسیدن بغور کسے	

نوزدہم جس کام مین پڑنا آسان ہو مگر اُس سے نکلنا دشوار تو اُسے شروع نہ کرے کیونکہ بزرگون نے کہا ہے ۔ ع

تو بہ مہمے کہ در آئی نخست		رخنۂ بیرون شدنش کن درست	

رہے ارباب قلم سو وہ منشی ہین جو سلطان سے تعلق رکھتے ہین اور انھین کے زیر عمل منشی گری کی کچہری رہتی ہے ۔ انکو چاہیے کہ امانت دار ہون خوش طبع تیز فہم واقف اصطلاحات ہون حکیم ارسطو سے لوگون نے پوچھا کہ بادشاہ کا حاجب بہتر یا کاتب ۔ اُسنے جواب دیا کاتب بہتر ہے کیونکہ حاجب اُسکا جزو ہے اور کاتب کل اور اگر کاتب لطیف الطبع ہو تو اپنی ذمہ داری کو بخوبی ادا کر سکتا ہے ۔

حکایت ہے کہ شاہ ایران کا معمول تھا کہ ایک فوج منتخب کرکے سیاہ وردی پہنا دیتا تھا اور جب جنگ سخت ہوتی تھی تو حکم دیتا تھا کہ آگے بڑھکر مقابلہ کرین ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ شاہ توران پچاس ہزار کی جمعیت سے چڑھائی پر آمادہ ہوا جب فریقین حملہ کے لیے کھڑے ہو گئے تو شاہ ایران مع چند لوگون کے ایک بلند جگہ پر کھڑا ہو گیا اور جب اُسنے غنیم کی کثرت اور زیادتی ملاحظہ کی تو مناسب خیال کیا کہ آج کے دن جنگ موقوف رکھی جائے اور اپنے قلم سے لکھا کہ سیاہ دارون سے کہو کہ واپس ہو جائین شاہ کا منشی مرد عاقل تھا اُسنے سمجھا کہ واپسی پر غنیم کا حوصلہ بہت بڑھ جائیگا ممکن ہے کہ غالب آئین یہ سوچ کر فی الفور سیاہ دارون مین ایک نقطہ بڑھا کر سپاہ دارون بنا دیا جب امرائے لشکر کو حکم پہونچا تو وہ سمجھے کہ امداد کے لیے خاص فوج آگئی ہے لہذا لشکر کو بڑھا کر آپ عقب مین ہو گئے اور حملہ کر دیا غنیم لشکر کی ثبات و جسارت دیکھکر پسپا

ہوگیا اور سیاہ داروں کی مدد سے فتح حاصل ہوگئی منشی نے یہ حال بادشاہ سے کہا اسنے خوش ہوکر بڑی نوازش کی اور کہا منشیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ ایک نقطہ سے پچاس ہزار جوانوں کو شکست دیں۔

ایک دوسری حکایت یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے دوسرے بادشاہ کو لکھا تھا کہ پہلے اسکے کہ تو مجھپر حملہ کرے مین تجھپر حملہ آور ہون گا۔ ارکان دولت حیران تھے کہ اسکا کیا جواب لکھیں۔ بادشاہ کا منشی خوش فکر تھا۔ اسنے کہا کہ مین ایک جواب لکھ سکتا ہون جسے سب لوگ پسند کرین گے یہ کہکر لکھا کہ تو شیشہ ہے۔ اور مین پتھر ہون۔ خواہ شیشہ پہلے پتھر پر گرے یا پتھر شیشے پر گرے ایک ہی نتیجہ ہے۔ تمام لوگون نے اس جواب کو نہایت پسند کیا۔

	سخن بکان از سر دانش نویسد		بنزد عاقلان مقبول باشد	

دوسرے عمال ہین جو وزرا سے متعلق ہوتے ہین۔ عامل کو چاہیے کہ نیک نفس اور خوشخو ہو اور حرص وطمع سے کنارہ کش ہو۔

نوشیروان کا قول تھا کہ عامل کو چاہیے کہ دست بستہ اور کشادہ رہے یعنی نیکی کے لیے ہاتھ کھولے رہے اور خیانت سے ہاتھ باندھے رہے۔ دوسرے یہ کہ رسم بد نہ مقرر کرنا چاہیے اور بلا ضرورت قانون نہ وضع کرے جو بادشاہ کی بدنامی کی وجہ ہو اور خود بھی خلق مین نفرین کا مستحق ہو۔

حکایت ہے کہ ایک وزیر نے کسی عامل کو کہین روانہ کیا تھا عامل نے وہان سے لکھا کہ اگر فلان کام کرون تو بہت سا روپیہ حاصل کرون۔ وزیر نے جواب لکھا کہ ظالمون اور سخت گیرون کا بازار میرے سامنے سرد ہے اور انکی زبانین گنگ ہین ہاتھ بغایت کوتاہ ہین۔ پانچ دن کے لیے تو اس کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ ایسا نہ کر کہ میری بدنامی کا ذریعہ ہو اور اپنی ذلت وخواری کا سبب۔ دوسرے اس کا تصور نہ کرے کہ اگر بادشاہ یا امیر اس سے راضی ہے تو رعیت کی کچھ پروا نہ کرے۔ کیونکہ جسکی دشمن کثیر تعداد رعایا

ہو وہ سلامت نہین رہ سکتا۔ہان اگر رعایا خوش ہے تو بادشاہ کی خوشنودی کا حاصل ہونا بھی سہل ہے۔

حکایت ہے کہ ایک خلیفہ نے کسی کو کام پر پروانہ کیا تھا اُسنے مقام مقررہ پر پہونچکر جدید قواعد نافذ کیے اور قدیم مناسب اور سہل قواعد منسوخ کردیے اور بہت سی مالگذاری وصول کرکے خلیفہ کی خدمت مین پہونچا خلیفہ اُس سے بہت ناخوش ہوا اور جرمانہ کرکے قید کردیا۔ایک مدت کے بعد رہا کرکے پھر اُسی خدمت پر روانہ کیا اور حکم دیا کہ گذشتہ سال کی مالگذاری جلد پہونچانا وہ عامل متحیر ہوا اور ایک شیخ سے اس بارہ مین مشورہ کیا۔شیخ نے فرمایا اس عہدہ کو قبول کرنے کوئی حرج نہین ہے۔مگر امسال رسمہاے نیک مقرر کرنا اور درویشون۔فقراکو وظائف وجاگیر دینا کہ اس سے کوئی آفت نہ پہونچے گی۔چنانچہ وہ شخص گیا اور شیخ کے کہنے کے بموجب اچھا انتظام شروع کیا اور سال گذشتہ کی مالگذاری بجاے دس دینار کے آٹھ ہی دینار وصول کرکے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا۔خلیفہ اُس سے بہت خوش ہوا اور اُسکے حال پر بڑی نوازش کی۔اُسنے شیخ سے پھر سوال کیا کہ باوجودیکہ سال گذشتہ مین آمدنی مین نے بہت بڑھادی تھی مگر اُسکے بدلہ مین سزا بھگتنی پڑی اور امسال کم مال لایا مگر بادشاہ خوش ہوا۔اسکی کیا وجہ ہے۔شیخ نے جواب دیا اُس مرتبہ کئی ہزار آدمی تیرے دشمن تھے جسکا نتیجہ بد ہوا اور اسقدر لوگ ابکی تیرے شفیع ہین جو یہ ثمرہ حاصل ہوا۔ھ

بدی مکن کہ درین کشت زار زود زوال
بداس دہر جہان بدروے کہ می کاری

اور چونکہ مصاحبین بادشاہ کے ساتھ مجالست سے مشرف ہین لہذا انکو قواعد ادب اور حرمت کا زیادہ لحاظ رکھنا چاہیے اسکی شرط یہ ہے کہ جو چیز بادشاہ کے

نزدیک مقبول ہو اُسے مقبول اور وہ جسے مکروہ جانے اُسے مکروہ جانین اور بادشاہ کی مقبول چیزون کو اختیار کرین خواہ وہ اُنکے ناپسند ہی کیون نہ ہون۔ اور ندیم سلطان کو چاہیے کہ خوب ذہن نشین کرلے کہ بندگی خدا اور خدمت مخلوق مین ترک حظ نفس کے سوا اور کوئی چیز مفید نہین ہے اور جب یہ بات اُسکے ذہن نشین ہو جائیگی تو جس معاملہ کی بابت اُسکے اور سلطان کے مابین گفتگو ہو اور اُس معاملہ مین خود کو بہرہ مند ہوتا ہوا دیکھے تو اپنا نفع ترک کرے اور اُس سے الگ ہو کر اُسکا نفع خاص بادشاہ کے لیے محفوظ رکھے تاکہ اُسکا نتیجہ اچھا ہو اور اُسکو بھی فائدہ حاصل ہو اور اگر پہلے ہی سے نفع کے حصول مین مشغول ہوگا تو آخر کار کام بگڑ جائیگا اور نقصان اُٹھانا پڑیگا اور چونکہ وہ بادشاہ کی مجلس مین خوش اور گستاخ ہو جاتا ہے لہذا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ کوئی کلمہ ناملائم یا طنز بادشاہ سے نہ کہہ بیٹھے۔ اگرچہ حق اپنی ہی جانب کیون نہو اور اگر کوئی بُری بات بادشاہ سے سرزد ہو تو ہرگز کہین اُسکا ذکر نہ کرے اگر سہواً کہین مُنھ سے نکل جائے تو اُسکا اعتراف نہ کرے اگرچہ اُسکی خبر سلطان کو پہونچ چکی ہو کیونکہ اقرار و انکار مین بہت فرق ہے۔ اور اگر اُسکے اور بادشاہ کے درمیان کوئی ایسا واقعہ ہو کہ اُسکی قباحت دونون مین سے کسی پر عاید ہوتی ہے تو الزام اپنے ہی سر لے اور سلطان کی برأت ظاہر کرے اور جب بادشاہ بری الذمہ ہو جائے تو کوشش کرے کہ اپنے ذمہ سے بھی یہ اتہام رفع ہو جاے بادشاہون کی خدمت مین رہنے کے لیے چشم و دل دست و زبان کو اُسی کا فرمان بردار بنانا چاہیے تاکہ سلامتی حاصل رہے۔ رباعی۔

پیوستہ دو گوش سوے شہ باید داشت	فرمان ورا چشم برہ باید داشت
از نیکوئی زبان روان باید کرد	وز بد دل و دیدہ را نگہ باید داشت

اصمعی کا بیان ہے کہ ایک دن مین خلیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اُسوقت وہ تخت

پر متمکن تھا اور اُس کے پہلو مین پنج سالہ لڑکی بھی بیٹھی ہوئی تھی خلیفہ نے مجھے فرمایا کہ یہ لڑکی کون ہے۔مین نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین۔خلیفہ نے فرمایا کہ یہ میری پوتی ہے "اُٹھو اور اسکے سر پر بوسہ دو" مین متحیر ہوا اور جی مین سوچا کہ اگر خلاف حکم کرتا ہون تو سزا دے گا اور اگر امتثال امر کرتا ہون تو ممکن ہے کہ اسے غیرت آئے اور مجھ سے ناراض ہو۔یہ سوچ کر اُٹھا اور سر آستین لڑکی کے سر پر رکھکر اُٹھا لیا اور اُسے بوسہ دیا خلیفہ نے اس ادب کو نہایت پسند کیا اور کہا کہ اگر اسکے خلاف کرتا تو نعمت حیات سے محروم ہو جاتا پس مجھے دس ہزار دینار انعام دیا۔مین نے اس شکرانہ مین کہ اس گرداب بلا سے مخلصی پائی رسب کو صدقہ مین تقسیم کر دیا۔

آداب ندما مین یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس نہایت حسین ملازم تھا ؎

رخی چنان کہ ز خورشید و ماہ نتوان کرد	
خطی چنانکہ ز مشک سیاہ نتوان کرد	

ایک دن بادشاہ نے اپنے مصاحب سے کہا کہ یہ جوان صورت زیبا اور سیرت دلکش رکھتا ہے۔اُس نے جواب دیا بیشک وہ نہایت صبیح و ملیح ہے ساتھ ہی لطیف و ظریف بھی خوب ہے۔بادشاہ نے فرمایا کیا تو اُسے دوست رکھتا ہے اُس نے جواب دیا نہین" بادشاہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ جسے بادشاہ دوست رکھے مین کون ہون جو اُسے دوست رکھون۔سلطان کو اُسکا ادب نہایت پسند آیا اور اُس کا مرتبہ بڑھایا۔ قطعہ

ہر کرا مایۂ ادب باشد	گر بجائے رسد عجب نبود
چون ادب ہست از حسب چہ کمیست	حسبے بہتر از ادب نبود

اس رسالہ کا حجم چونکہ بڑھ گیا ہے لہذا اب مناسب ہے کہ قلم روک لیا جائے اور

دعاے دولت روز افزون پر ختم کیا جاے ۔ ف

سخن نہ بر نہج اختصار رفت آن بہ — کہ طے کنم دگر این نامہ را کہ وقت دعاست
خدایا تا فلک را سر بلندی ست — بزرگان را ز حکمت ارجمندی ست

شہزادہ عالی راے و عالم آراے کا لواے سپہر آسا اور رایات آسمان فرسا مثنوی

فروزان رویش از فر الٰہی — درخشان کوکبی از برج شاہی
ابو المحسن شہنشاہے جوان بخت — کہ برخوردار باد از تاج و از تخت

بقاے عالم تک تابان اور چمکتا رہے اور کوکبۂ عظمت و دبدبۂ حشمت سپہر فتح و نصرت پر طالع و درخشان رہے ع این دعا از من و از خلق جہان آمین باد۔

یہ رسالہ پر از اسرار حکمت ختم ہوا اور اسکی تاریخ اختتام نام ہی سے ظاہر ہوتی ہے جو نام نامی آنحضرت کی طرف مضاف ہے قطعہ

باخامہ گفتم اے کہ رسا ساختی قلم — وز مقدم تو چشم سخن یافت روشنی
اخلاق محسنی بہ تمامی نوشتہ شد — تاریخ ہم نویس ز اخلاق محسنی
۹۰۰ ھ

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

پس از حمد کریم و رحیم و نعت رسول مقبول مخاطب بخطاب انک لعلی خلق عظیم پوشیدہ مباد کہ درین زمان بفضل ایزد منان کتاب ندرت خطاب مسمی بمحبوب الاخلاق ترجمہ اردو اخلاق محسنی کہ بظاہرش موجز و مختصر ست و در حقیقت محیطی را بکوزہ آوردہ و در عبارت صاف و سلیس ترجمہ فرمودہ بار دوم در مطبع نامی گرامی منشی نولکشور بماہ جولائی ۱۹۱۶ء مطابق ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ باہتمام تام و حسن انتظام بابو منوہر لال بھارگو سپرنٹنڈنٹ مطبع موصوف حلیۂ طبع پوشید